مرزا قادیانی کے ذات و کردار پر مشتمل تحقیقی کتاب

مرزا قادیانی
چوہڑا

مفتی مبشر شاہ

مرزا قادیانی کے ذات و کردار پر مشتمل تحقیقی کتاب

مرزا قادیانی
چوہڑہ

مفتی مبشر شاہ

نام کتاب	مرزا قادیانی چوہڑہ
مصنف	مفتی سید مبشر رضا قادری
طبع اول	2025
تعداد	1000
قیمت	

مخیر حضرات متوجہ ہوں!

مخیر حضرات سے گزارش ہے کہ ہمارے اس رسالے اور دیگر دینی مطبوعات کی اشاعت میں تعاون فرمائیں، تاکہ یہ کتب مسلمانانِ اہلِ حق کے لیے قادیانیت کے فتنہ کو سمجھنے اور اپنے عقائد کے تحفظ میں مؤثر ثابت ہوں۔ اگر آپ اس رسالے کی طباعت میں حصہ لینا چاہیں تو براہِ کرم ہمارے فراہم کردہ واٹس ایپ نمبر پر رابطہ کریں۔ **جیز کیش اور ایزی پیسہ بھی اسی نمبر پر ہے**

 **+923247448814**

فہرس

انتساب

میں اپنی اس تصنیف کو عقیدہ ختم نبوت کے عظیم سالار، اسلام کے روشن ستارے، خلیفہ اول حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے نام منسوب کرتا ہوں، جنہوں نے اپنے زمانے میں حق و باطل کی جدو جہد میں اسلام کی بقا اور عقیدہ ختم نبوت کی حفاظت کے لیے بے شمار قربانیاں دیں، اپنی جان و مال کو اللہ کی راہ میں پیش کیا اور امت مسلمہ کے لیے نمونہ عمل قائم فرمایا۔

اللہ تعالیٰ تمام ان مجاہدین ختم نبوت کو، جو ہر دور میں، ہر زمانے میں، عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ اور تبلیغ کے لیے اپنی محنت و جدو جہد وقف کرتے آئے ہیں، اپنے حضور خاتم النبیین ﷺ کے ساتھ جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام و منزلت عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے انعامات و رحمتوں سے مالا مال کرے اور ان کی کوششوں کو قبول فرمائے۔

میں عاجزی و خشوع کے ساتھ دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی ان عظیم رہنماؤں کے راستوں پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے، تاکہ میں بھی اپنے علم و عمل کے ذریعے عقیدہ ختم نبوت کی حفاظت، تبلیغ اور روشن رکھنے میں اپنا حصہ ڈال سکوں۔

میری یہ تصنیف اسی نیک نیتی اور خالص جذبے کے ساتھ پیش کی جا رہی ہے، تاکہ قاری کو نہ صرف معلومات حاصل ہوں بلکہ عقیدہ ختم نبوت کی عظمت اور اس کے محافظوں کی قربانیوں کا بھی ادراک ہو۔

آمین، رب العالمین۔

نبوت کے جھوٹے مدعی، قادیانی کذاب کی زندگی کے ایک پہلو پر مفصل تحریر

مرزا قادیانی

جھوٹا

مفتی سید مبشر رضا قادری

منتظم اعلیٰ ختم نبوت فورم و جامعہ ختم نبوت گوجرانوالہ


+923247448814

مرزا قادیانی چوہڑہ

اسلام ایک کامل و مکمل دین ہے، جس کی بنیاد توحید، رسالت اور آخرت کے عقائد پر استوار ہے۔ عقیدہ ختمِ نبوت دین اسلام کا بنیادی جزو ہے، جس پر تمام امتِ مسلمہ کا اجماع ہے کہ نبی کریم ﷺ اللہ کے آخری نبی ہیں، آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔ ہر وہ شخص جو نبوت کا دعویٰ کرے، وہ جھوٹا، دجال اور خارج از اسلام ہے، چاہے وہ کیسا ہی مکار، چالاک اور "دینی" لبادہ اوڑھے ہو۔ مرزا غلام احمد قادیانی، جس نے برطانوی دور میں "مسیح موعود" اور "نبی" ہونے کا دعویٰ کیا، نہ صرف دینی لحاظ سے گمراہ تھا بلکہ اس کا پس منظر، کردار اور خاندانی نسب بھی مشتبہ اور مشکوک تھا۔ مختلف تاریخی اور خود قادیانی ذرائع کے مطابق وہ ایک ذلیل پیشہ سے وابستہ "چوہڑہ" خاندان سے تھا اور انہی کا روحانی پیشوا بن کر ان کی گمراہی کا سبب بنا۔ یہ کتاب اس جھوٹے مدعی نبوت کے حسب ونسب، کردار، جھوٹے دعووں، اور گمراہیوں پر مفصل روشنی ڈالے گی اور قرآن وحدیث سے ختمِ نبوت کے اٹل عقیدے کا دفاع کرے گی۔

مرزا غلام احمد قادیانی کا طبقاتی اور دعوتی پس منظر

ابتدائی دور میں مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنے آپ کو عام مسلمانوں یا علمائے اسلام کی طرف سے تسلیم کروانے کے بجائے، ایک مخصوص نچلے طبقے یعنی چوہڑوں/ جمعداروں کے درمیان اپنا مشن شروع کیا۔ اس طبقے کو اس زمانے میں نہایت پست اور ذلیل سمجھا جاتا تھا، جو صفائی، گندگی، اور سماجی دوری کے سبب دوسرے مسلمانوں سے الگ تھلگ رہتا تھا۔ اس بارے میں سرکاری دستاویز Gazetteer of the Gurdaspur District 1883-84" میں مرزا قادیانی کے بارے میں واضح طور پر درج ہے:

GAZETTEER OF THE GURDASPUR DISTRICT 1888-84

Mirza Ghulám Ahmad, of the Moghal family of Kádian has also created a great stir of recent years. Ho is a man of great eloquence, and a distinguished preacher. At one time he was a leading Maulvi, but gave out that he had a special mission to the sweepers, who flocked to him in crowds. This, however, he has got tired of latterly, and is now engaged in an attempt to prove that he is the Messiah, or at any rate directly inspired by tho Almighty, which is arousing considerable excitement amongst the Muhammadans generally throughout the province.

گرداسپور ضلع کا گزٹ (1888-84)

> مرزا غلام احمد، جو قادیان کے مغل خاندان سے تعلق رکھتا ہے، نے حالیہ برسوں میں خاصی ہلچل پیدا کی ہے۔ وہ ایک نہایت فصیح و بلیغ مقرر اور ممتاز خطیب ہے۔ ایک وقت وہ صفِ اوّل کے مولویوں میں شمار ہوتا تھا، لیکن بعد میں اس نے یہ اعلان کیا کہ اس کا ایک خاص مشن جمع داروں (چوہڑوں) کی طرف ہے، جو جوق در جوق اس کے گرد جمع ہونے لگے۔ تاہم بعد ازاں وہ اس کام سے کچھ بیزار ہو گیا، اور اب وہ اس کوشش میں مصروف ہے کہ یہ ثابت کرے کہ وہ مسیح ہے، یا کم از کم براہِ راست خدا تعالیٰ کی طرف سے الہام یافتہ ہے۔ اس کا یہ دعویٰ پورے صوبے میں مسلمانوں کے درمیان خاصی ہلچل اور جوش و خروش پیدا کر رہا ہے۔
>
> (گرداسپور گزٹ، صفحہ 61)

مرزا قادیانی کا چوہڑوں کا لیڈر ہونا تاریخی ثبوت

گرداسپور ضلع کے سرکاری گزٹ 1888-84 کا یہ بیان مرزا غلام احمد قادیانی کے ابتدائی تعارف کے ساتھ ایک نہایت اہم حقیقت کی نشاندہی کرتا ہے، جو بعد میں اس کی شخصیت کے سماجی مرتبے، ذہنی جھکاؤ اور اس کے دعوؤں کی بنیادوں کو سمجھنے کے لیے بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔ سرکاری گزٹ چونکہ نو آبادیاتی دور میں حکومتِ برطانیہ کی طرف سے مرتب کردہ ایک غیر جانبدار دستاویز تھی اس لیے اس میں درج معلومات کسی جذباتی، مذہبی یا مسلکی تعصب سے پاک ہوتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مرزا قادیانی کے بارے میں گزٹ میں لکھا ہوا ہر لفظ غیر جانب دار اور خالص مشاہداتی حیثیت رکھتا ہے۔ جب یہ گزٹ بیان کرتا ہے کہ مرزا قادیانی نے ''ایک خاص مشن چوہڑوں (sweepers) کی طرف رکھا'' اور ''وہ جوق

درجوق اس کے گرد جمع ہونے لگے"، تو حقیقت میں یہ اس کے سماجی اثر ورسوخ کی اصل بنیاد کو واضح کرتا ہے۔

یہ بیان صاف ظاہر کرتا ہے کہ مرزا قادیانی کے ابتدائی پیروکار کسی معزز علمی، دینی یا اشرافیہ طبقے سے تعلق نہیں رکھتے تھے بلکہ وہ اُس زمانے کے سماجی ڈھانچے میں سب سے پست سمجھے جانے والے طبقے یعنی چوہڑوں سے تعلق رکھتے تھے۔ یہ وہ لوگ تھے جو ہندوستانی معاشرے میں صفائی اور مردہ جانور اٹھانے جیسے پیشوں سے وابستہ تھے اور صدیوں سے نچلی ترین ذات میں گنے جاتے تھے۔ جب سرکاری گزٹ یہ لکھتا ہے کہ "وہ جوق درجوق اس کے گرد جمع ہونے لگے"، تو یہ دراصل اس بات کا اعلان ہے کہ مرزا کا اولین حلقۂ ارادت انہی لوگوں پر مشتمل تھا اور یہی وہ طبقہ تھا جو اسے شروع میں "لیڈر" کی حیثیت سے ماننے لگا۔

مرزا قادیانی کا اس طبقے کو اپنا "مشن" قرار دینا اس بات کا ثبوت بھی ہے کہ اس کی دعوت کا مرکز ومحور کوئی بلند فکری یا دینی اصلاح نہیں تھی بلکہ وہ بالکل اس طبقے کی طرف جھکا ہوا تھا جسے عام معاشرہ پستی کی علامت سمجھتا تھا۔ جب کوئی شخص اپنے اولین مخاطبین ایسے طبقے کو بنائے تو اس کی سماجی ذہنیت اور مجموعی طبقاتی نسبت واضح ہو جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کتاب کے عنوان "مرزا قادیانی چوہڑہ" کے لیے یہ حوالہ بنیادی اور ٹھوس حیثیت رکھتا ہے کیونکہ یہ صرف ایک مذہبی اختلاف یا تذلیل پر مبنی جملہ نہیں بلکہ تاریخی سرکاری ریکارڈ سے ثابت شدہ حقیقت ہے کہ مرزا قادیانی اپنی تحریک کے آغاز میں چوہڑوں کا لیڈر تھا۔

گزٹ کی یہ گواہی اس پہلو کو بھی مضبوط کرتی ہے کہ مرزا قادیانی نے اپنی شخصیت کی تعمیر اور اپنی تحریک کی شروعات نچلے طبقوں کی ذہنی کمزوریوں اور جذباتی تاثر پذیری سے فائدہ اٹھا کر کی۔ چوہڑے یا صفائی کا کام کرنے والے لوگ اُس دور میں علم، منطق یا مذہبی فہم سے بہت دور تھے۔ ایسے طبقے میں مرزا کا اثر ورسوخ قائم ہو جانا دراصل اس کی دعوت کی

سطح اور اس کے اثر کی نوعیت کو بے نقاب کرتا ہے۔ مرزا کا چوہڑوں میں مقبول ہونا اس بات کا کھلا ثبوت ہے کہ اسے ابتدائی طور پر وہی طبقہ قبول کر رہا تھا جسے معاشرہ ذہنی اور سماجی طور پر انتہائی نچلے درجے پر شمار کرتا تھا۔ پھر جب وہ اس طبقے سے ''بیزار'' ہوا اور نئی حکمتِ عملی کے تحت مسیحیت اور الہام کے دعووں کی طرف بڑھا تو یہی تبدیلی اس کے اندرونی تضاد اور ذہنی غیر مستقل مزاجی کو ظاہر کرتی ہے۔

اس سرکاری ریکارڈ کے مطابق مرزا قادیانی ابتدا میں خود کو ''صف اوّل کے مولوی'' کہلاتا تھا، لیکن جیسے ہی وہ چوہڑوں کی قیادت کے مرحلے سے آگے بڑھا تو اس نے اچانک اپنی پوزیشن تبدیل کر کے دعویٰ مسیحیت اور الہامِ ربانی کی طرف رخ کیا۔ اس تبدیلی سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ مرزا کی شخصیت میں پختگی، سنجیدگی اور فکری استقامت نام کی کوئی چیز موجود نہیں تھی۔ وہ پہلے چوہڑوں کا پیر بنا، پھر اس سے بیزار ہو کر ایک نئے مذہبی ڈرامے کی طرف بڑھا، اور یہی اس کے نفسیاتی پس منظر اور اس کی شخصیت کی غیر متوازن ساخت کو سامنے لاتا ہے۔

الغرض سرکاری گزٹ کا یہ حوالہ اس بات کا پہلا اور بنیادی تاریخی ثبوت ہے کہ مرزا قادیانی کا اصل سماجی دائرہ چوہڑوں پر مشتمل تھا، وہ انہی کا لیڈر تھا، اور اسی طبقے میں اسے ابتدائی پذیرائی ملی۔ اس حقیقت کو نہ کوئی مرزائی رد کر سکتا ہے اور نہ اسے کمزور کیا جا سکتا ہے کیونکہ یہ کسی عالم یا مخالف کا بیان نہیں بلکہ حکومتِ برطانیہ کے سرکاری ریکارڈ کی تحریر ہے جس کا وزن اور حیثیت ناقابل انکار ہے۔

GAZETTEER

OF THE

GURDÁSPUR DISTRICT,

1883-84.

Compiled and Published under the authority of the Punjab Government.



Lahore:

PRINTED AT THE "ARYA PRESS," BY RAM DAS.

1884.

Chapter III, B.

Social and religious life.

General statistics and distribution of religions.

and Sakhi Sarwar, or Nigaha as they call it. The Sarái Játs are the leaders of this sect, and are sometimes styled Sheikhs, and receive small offerings, though they are rather shy of admitting the fact. The Varaich Játs who have embraced Islám have also a considerable reputation as spiritual leaders, and the shrine of Jhangi Bakht Shah Jamal, which is held by men of this *gôt* (about four miles from Dera Nának), is well known. Mirza Ghulám Ahmad, of the Moghal family of Kádián has also created a great stir of recent years. He is a man of great eloquence, and a distinguished preacher. At one time he was a leading Maulvi, but gave out that he had a special mission to the sweepers, who flocked to him in crowds. This, however, he has got tired of latterly, and is now engaged in an attempt to prove that he is the Messiah, or at any rate directly inspired by the Almighty, which is arousing considerable excitement amongst the Muhammadans generally throughout the province.

Religious houses.

There are numerous religious houses throughout the district. The Barági shrine at Talibpur Pindori has already been noticed in Chapter II. The present Mahant is Brahm Dás, who succeeded a few years ago. It stands on the edge of the slope of the old high bank of the Beás overlooking the river valley, and with its turreted façade embosomed in trees, and tall white spires of subsidiary shrines, presents a very picturesque appearance from the valley. The Dhiánpur shrine of the same sect in Batála, which is the foundation of Bába Lal diál who flourished in the seventeenth century, and was a friend of Prince Dára Shikoh, who endowed the place, is also a very fine mass of masonry buildings standing on a rising mound, and dominates all the country. Both of these are well known houses, and have numerous followers all through the hills from Jammu to Kángra and the adjacent plains. The name of the present Mahant is Harnám Dás.

Another house of the same sect at Lel, near Dháriwál, has a considerable local reputation, and was founded by Sagar, a disciple of Naráin of Pindori. The present Mahant is Rámji Dás. The Udásis have shrines at Teja in Batála and Nainakot in Shakargarh, both of which are fine masonry buildings of some antiquity. The former is a foundation of Anúp Singh, who flourished in the time of Hakikat Singh, father of Jamiat Singh Kanhaya, and the latter contains the *samádh* of Rám Kaur, Guru of Anup Singh. Both of these were connected with the mother house of Sáhib Budha at Rám Dás in Amritsar. The last Mahant but one of the Teja shrine poisoned himself in prison while under sentence of death for complicity in a murder case, and the assignments held by the shrine were resumed. The reputation of the Sádhs attached to the institution is still unsatisfactory.

The Darbár Sáhib of Báwa Nának and the Tahli shrine at Dera Nának, which are noticed in Chapter VI, are also held by Udásis. There is another institution belonging to the sect at

مردم شماری کی رپورٹ 1901

The Ahmadiyas. Punjab, 1901

39.The Ahmadiyas.-Ihe sect return shows 1,113followers, males over 15, of Mirza Ghulanı Ahad of Kadian in the Gurdaspur District In October 1900in view of the approaching census, this sect adopted the designation of Ah-madiya, and our return is probably a complete one. he leader of the sect is a Barlas Mughal, whose family came from Persia, in the time of Babar and obtained a jagir in the present District of Gurdaspur. Beginning as a Maulavi with a special mi sio to he sweepers, the Mirza Gurdaspur Gazetteer, 1891-92,page 61.eventually advanced claims to be the Mahdi or Messiah, expected by Mohammadans ar d Christians alike. The sect however

emphatically repudiates the doctrine that the Mahdi of Islam will be a warrior and relies on the Sahih Bokhari, the most authentic of the traditions, which says he shall wage no wars, but discontinue war for the sake of religion". In his voluminous writings the Mirza has combated the doctrine of Jihad and the sect is thus opposed to the extreme section of the Ahl-i-Hadis.

(Census of India 1901 p#143)

اردو ترجمہ

احمدیہ۔ پنجاب 1901۔ مردم شماری کی رپورٹ کے مطابق احمدیہ فرقہ کے 113,1 پیروکار ہیں جو پندرہ سال سے زائد عمر کے مرد ہیں، اور یہ سب گورداسپور ضلع کے قصبہ قادیان کے مرزا غلام احمد کے متبعین ہیں۔ اکتوبر 1900 میں آئندہ مردم شماری کے پیشِ نظر اس فرقہ نے اپنے لیے "احمدیہ" کی اصطلاح اختیار کی، اور غالباً یہ مردم شماری کی رپورٹ مکمل ہے۔ اس فرقہ کا سربراہ برلاس مغل ہے، جس کا خاندان بابر کے زمانے میں فارس سے آیا اور موجودہ ضلع گورداسپور

میں جاگیر حاصل کی۔ مرزا نے ابتدا ایک مولوی کے طور پر کی، جس کا ایک خاص مشن چوہڑوں (sweepers) کی طرف تھا، جیسا کہ گورداسپور گزٹ 1891-92 صفحہ 61 میں درج ہے، لیکن بعد میں اس نے مہدی یا مسیح ہونے کے دعوے کی طرف پیش قدمی کی، جن کا انتظار مسلمان اور عیسائی دونوں کرتے ہیں۔ تاہم یہ فرقہ اس عقیدے کو سختی سے رد کرتا ہے کہ اسلام کا مہدی ایک جنگجو ہوگا، بلکہ یہ صحیح بخاری پر اعتماد کرتا ہے جو احادیث کی سب سے مستند کتاب ہے، اور جس کے مطابق مہدی جنگ نہیں کرے گا بلکہ دین کی خاطر جنگ کو موقوف کر دے گا۔ مرزا نے اپنی کثیر تصانیف میں جہاد کے عقیدے کی مخالفت کی ہے، اور اسی وجہ سے یہ فرقہ اہلِ حدیث کے انتہا پسند طبقے کا مخالف ہے۔

(مردم شماری ہند 1901، صفحہ 143)

مردم شماری ہند 1901 کی روشنی میں مرزا قادیانی کی تحریک

یہ اقتباس مردم شماری ہند 1901 کا ہے، جو برطانوی حکومت کی ایک انتہائی اہم، منظم اور غیر مذہبی سرکاری دستاویز شمار ہوتی ہے، اور اسی بنا پر اس کی شہادت تاریخی اور تحقیقی اعتبار سے غیر معمولی وزن رکھتی ہے۔ اس رپورٹ میں مرزا قادیانی اور اس کے پیروکاروں کے بارے میں جو معلومات دی گئی ہیں وہ کسی مناظرانہ فضا میں نہیں بلکہ محض اعداد و شمار اور مشاہدات کی بنیاد پر قلم بند کی گئی ہیں۔ سب سے اہم بات یہ ہے کہ اس رپورٹ میں بھی وہی حقیقت دہرائی گئی ہے جو گورداسپور گزٹ میں پہلے سے درج تھی، یعنی یہ کہ مرزا قادیانی نے

اپنی سرگرمیوں کا آغاز ایک مولوی کے طور پر کیا اور اس کا خاص مشن چوہڑوں کی طرف تھا۔ یہ تکرار اس امر کا قطعی ثبوت ہے کہ چوہڑوں سے تعلق محض ایک وقتی الزام یا مخالفین کی گھڑی ہوئی بات نہیں بلکہ ایک تسلیم شدہ تاریخی حقیقت تھی جسے مختلف سرکاری ریکارڈز نے محفوظ کیا۔

اس مردم شماری میں احمدیہ جماعت کے پیروکاروں کی تعداد، ان کی عمر کی حد، اور ان کی جغرافیائی نسبت سب واضح طور پر درج ہیں، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا قادیانی کی تحریک ابتدا میں عددی اعتبار سے محدود اور مخصوص علاقے تک مقید تھی۔ یہ بات بھی نہایت معنی خیز ہے کہ "احمدیہ" نام خود اس فرقے نے مردم شماری سے عین پہلے اختیار کیا، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ شناخت فطری طور پر نہیں بلکہ ایک انتظامی وسیاسی ضرورت کے تحت اپنائی گئی۔ اس سے مرزا قادیانی کی تحریک کی منصوبہ بندی اور سرکاری نظام سے ہم آہنگی کا پہلو بھی نمایاں ہوتا ہے۔

رپورٹ میں مرزا قادیانی کے مہدی یا مسیح ہونے کے دعوے کا ذکر ایک منطقی ارتقا کے طور پر نہیں بلکہ ایک اچانک پیش قدمی کے طور پر سامنے آتا ہے، جو اس کی سابقہ حیثیت یعنی چوہڑوں کے لیے مخصوص مشن رکھنے والے مولوی سے بالکل متضاد ہے۔ مزید برآں جہاد کے عقیدے کی کھلی مخالفت اور صحیح بخاری کی مخصوص تعبیر پر انحصار اس بات کو بھی واضح کرتا ہے کہ مرزا قادیانی نے اسلامی عقائد کے مجموعی فہم کے بجائے انتخابی اور مصلحت پسندانہ طرزِ استدلال اختیار کیا۔ یہی وجہ ہے کہ سرکاری رپورٹ اسے اہلِ حدیث کے انتہا پسند طبقے کے بالمقابل کھڑا دکھاتی ہے، جو اس تحریک کی فکری سمت اور اس کے سیاسی اثرات کو بھی بے نقاب کرتی ہے۔

CENSUS OF INDIA, 1901.

VOLUME XVII.

THE

PUNJAB, ITS FEUDATORIES, AND THE NORTH-WEST FRONTIER PROVINCE.

PART I.

THE REPORT ON THE CENSUS.

BY

H. A. ROSE,

OF THE INDIAN CIVIL SERVICE,
PROVINCIAL SUPERINTENDENT OF CENSUS OPERATIONS.

'Statistics accumulate and knowledge decays.'





SIMLA:
PRINTED AT THE GOVERNMENT CENTRAL PRINTING OFFICE.

1902.

39. The Ahmadiyas.—The sect return shows 1,113 followers, males over 15, of Mirza Ghulam Ahmad of Kadian in the Gurdaspur District. In October 1900 in view of the approaching census, this sect adopted the designation of Ahmadiya, and our return is probably a complete one. The leader of the sect is a Barlas Mughal, whose family came from Persia, in the time of Babar and obtained a *jagir* in the present District of Gurdaspur. Beginning as a Maulavi with a special mission to the sweepers, the Mirza eventually advanced claims to be the Mahdi or Messiah, expected by Mohammadans and Christians alike. The sect however emphatically repudiates the doctrine that the Mahdi of Islam will be a warrior and relies on the Sahih Bokhari, the most authentic of the traditions, which says 'he shall wage no wars, but discontinue war for the sake of religion.' In his voluminous writings the Mirza has combated the doctrine of Jihad and the sect is thus opposed to the extreme section of the Ahl-i-Hadis.

Gurdaspur Gazetteer, 1891-92, page 61.

40. The Ditte-Shahis—The following account of a new unorthodox sect of Mohammadan origin by Lala Piara Ram, Extra Assistant Commissioner, is of interest:—

"The only religious sect requiring notice in the Gujrat District is that of the Ditte-Shahi Musalmans. The sect is not an influential one, but, as it sometimes attracts attention, a brief description of it will be useful. Ditte-Shah, the founder of the sect, was an Arain of Suk Kalan, about three miles east of Gujrat town. At the age of 40 he became a disciple of a *fakir* named Mian Mohammad Panah of Sheikhpur in Gujrat and having given up worldly pursuits began to lead a retired life. His creed was a simple one: he exhorted people to do good actions and disregard outward ceremonials. He wore red clothes and is said to have given up the religious duties enjoined by Islam. People flocked to him in large numbers, and gave him presents, which were taken care of by his sister's son Mian Muhammad Yar. He made some disciples and died about 20 years ago. He was succeeded by Mian Muhammad Yar who is now considered the head of the sect.

There is no learned man among the Ditte-Shahis and the sect do not possess any books or literature. They discard the ordinary religious duties observed by Musalmans and consider Ditte Shah to be the real *Rasul* of God and feel so much reverence for him that others think that they believe him to be not different from God. The initiated Ditte-Shahis (Lalposh) wear red clothes and also ornaments and lead a cheerful life. On the occasion of the anniversary of Ditte Shah's death, which is on the 5th of Bhadon, they hold a fair at his tomb in Suk Kalan, singing and dancing and expressing joy on the occasion. If a Ditte-Shahi dies his bier is accompanied by singing parties and a large concourse of people assemble. The present head of the sect is about 50 years of age, and though illiterate is respected by all. There are also 12 or 13 other men, disciples of Ditte-Shah, who are regarded as initiated and are therefore objects of veneration.

The exact number of followers is not known but is believed to be a thousand ormore. Three fairs are held:—

(1) Fair of Shah Khurshed held in Sialkot. This is held in the month of Chet, when Ditte-Shahis assemble at Suk and start together for Sialkot.

(2) Fair of Muhammad Panah, the spiritual guide of Ditte Shah. This is held in the month of Har at Sheikhpur.

(3) Fair of Ditte Shah. This is held in Bhadon at Suk where there is a tomb of Ditte Shah.

The belief among the common people is that Ditte Shah was a pious man who led a good life and was a Fakir. He used to dress at times like a woman, but was free from sensuality. Whatever he received from the people he distributed in alms. He is said to have made no disciples, but on his death a tomb was erected to him which is looked upon with respect by the ignorant people. Amongst the orthodox Musalmans Ditte Shahis are considered to be heretics. It is said that they number about 2,000 persons. Some have actually returned themselves as Ditte-Shahi."

The number of this sect which appears in our returns is 7!

41. The Shias—As in previous Censuses there can be but little doubt that our figures for Shias are considerably below the mark. The Shia is allowed, and even encouraged, to conceal his creed, if its exposure would be inconvenient. Even in Bahawalpur the Shias only amount to 3·4 per cent. of the total Mohammadan population.

چوہڑوں کا لیڈر بننے پر مرزا قادیانی کا احتجاج

مردم شماری میں خلاف واقعہ رپورٹ

مولوی عبدالکریم صاحب نے بیان کیا کہ سول ملٹری گزٹ میں چونکہ حسب دستور مردم شماری پر ریمارک لکھا جا رہا ہے انہوں نے اس غلطی کو شائع کر دیا ہے کہ احمدیہ فرقہ کا بانی میرزا غلام احمد ہے اس نے اول ابتدا چوہڑوں سے کی اور پھر ترقی کرتے کرتے اعلیطبقہ کے آدمی اس کے پیرو ہو گئے۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ اس کی بہت جلہ تردید ہونی چاہیے یہ تو ہماری عزت پر بہت سخت حملہ کیا گیا ہے۔ چنانچہ اسی وقت حکم صادر ہوا کہ ایک خط جلدتر انگریزی زبان میں چھاپ کر گورنمٹ اور مردم شماری کے سپر نٹنڈنٹ کے پاس بھیجا جاوے تا کہ اس غلطی کا ازالہ ہو اور لکھا جاوے کہ گورنمٹ کو معلوم ہو گا کہ چوہڑے ایک جرائم پیشہ قوم ہے ان سے ہمارا کبھی بھی تعلق نہیں ہوا۔

ایک شخص نامی مرزا امام الدین قادیان میں ہے جس کی ہم سے 30 برس سے زیادہ سے عداوت چلی آتی ہے اور کوئی میل ملاپ اس کا اور ہمارا نہیں ہے اس کا تعلق چوہڑوں سے رہا اور اب بھی ہے۔ تو ایک فریق جو کہ ہمارا دشمن ہے اور اس کا تعلق چوہڑوں سے ہے اس کے عادات اور چال چلن کو ہم پر تھوپنا سخت درجہ کی دل آزاری ہماری اور ہماری جماعت کی ہے اور یہ عزت پر سخت حملہ ہے اور ایک بڑی مکروہ کاروائی ہے جو کہ سرزد ہوئی ہے چوہڑے تو درکنار

ہمیں تو ایسے لوگوں سے بھی تعلق نہیں ہے جو کہ ادنی درجہ کے مسلمان اور رذیل صفات رکھتے ہیں ہماری جماعت میں عمدہ اور اعلی درجہ کے نیک چال چلن کے لوگ ہیں اور وہ سب حسنہ صفات سے متصف ہیں اور ایسے ہی لوگوں کو ہم ساتھ رکھتے ہیں۔ گورنمنٹ کو چاہئے کہ صاحب ضلع گورداسپور رسے اس امر کی تحقیقات کرے اور عدل سے کام لیکر اس آلودگی کو ہم سے دور کرے ہم خود امام الدین کو اسی لئے نفرت سے دیکھتے ہیں کہ اس کا ایسی قوم سے تعلق ہے۔ پنجاب میں یہ مسلم امر ہے کہ جس شخص کے زیادہ تر تعلقات چوڑھوں سے ہوں اس کا چال چلن اچھا نہیں ہوا کرتا اس لئے گورنمٹ کا فرض ہے کہ اس غلطی کا ازالہ کرے۔

(قادیانی اخبار البدر 20 فروری 1903 صفحہ 37)

چوہڑوں کا لیڈر قرار دیے جانے پر مرزا قادیانی کا احتجاج اعتراف، انکار اور الزام تراشی

جب گورداسپور گزٹ اور مردم شماری ہند 1901 جیسی مستند اور سرکاری رپورٹس میں یہ حقیقت درج ہوگئی کہ مرزا قادیانی نے اپنی سرگرمیوں کا آغاز چوہڑوں میں ایک خاص مشن کے طور پر کیا تھا، تو مرزا قادیانی اور اس کے قریبی حلقے میں شدید اضطراب پیدا ہوگیا۔ یہ اضطراب اس حد تک بڑھا کہ مرزا قادیانی نے اسے اپنی ”عزت پر سخت حملہ“ قرار دیا اور فوری طور پر انگریز سرکار کو صفائیاں بھیجنے کا حکم صادر کر دیا۔ یہ ردِعمل بذاتِ خود اس بات کا ثبوت ہے کہ سرکاری رپورٹ جھوٹ نہیں تھی، کیونکہ اگر یہ محض ایک بے بنیاد الزام ہوتا تو اس قدر بوکھلاہٹ، خط وکتابت اور احتجاج کی ضرورت پیش نہ آتی۔

اخبار البدر کی اس رپورٹ میں مرزا قادیانی کا طرزِ بیان نہایت قابل غور ہے۔ وہ اس بات کی تردید نہیں کرتا کہ رپورٹ میں چوہڑوں کا ذکر آیا ہے بلکہ اصل اعتراض یہ ہے کہ "ہمیں" چوہڑوں سے جوڑ دیا گیا۔ اس پورے احتجاج میں کہیں بھی یہ نہیں کہا گیا کہ مرزا نے کبھی چوہڑوں میں تبلیغ نہیں کی، یا یہ کہ اس کا ان سے کوئی مشن نہیں رہا، بلکہ سارا زور اس بات پر ہے کہ یہ نسبت "ہماری عزت کے خلاف" ہے۔ یہ فرق نہایت اہم ہے کیونکہ یہ انکارِ واقعہ نہیں بلکہ انکارِ نسبت ہے، اور یہی چیز مرزا قادیانی کے ذہنی اور طبقاتی تعصب کو عیاں کرتی ہے۔

مرزا قادیانی نے اپنی جان بچانے اور اپنی سماجی ساکھ برقرار رکھنے کے لیے ایک نہایت مکروہ اور اخلاقی طور پر پست حربہ اختیار کیا۔ اس نے فوراً اپنے چچازاد بھائی مرزا امام الدین کو چوہڑوں کا سردار قرار دے دیا اور یہ تاثر دینے کی کوشش کی کہ اصل میں چوہڑوں سے تعلق امام الدین کا تھا، نہ کہ اس کا اپنا۔ حالانکہ یہی سرکاری ریکارڈز مرزا غلام احمد کے نام سے اس مشن کو منسوب کرتے ہیں، نہ کہ مرزا امام الدین کے نام سے۔ اگر حقیقت میں چوہڑوں کا لیڈر امام الدین تھا تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ گورداسپور گزٹ، مردم شماری ہند اور سول وملٹری گزٹ سب نے یک زبان ہو کر مرزا غلام احمد کا نام کیوں لکھا۔ کیا انگریز حکومت اجتماعی طور پر کسی ایک شخص کو بدنام کرنے کے لیے جھوٹ گھڑ سکتی تھی؟ ظاہر ہے کہ ایسا دعویٰ خود مرزا قادیانی کے دعویٰ نبوت سے بھی زیادہ مضحکہ خیز ہے۔

اس احتجاجی بیان میں مرزا قادیانی کا طبقاتی غرور پوری شدت کے ساتھ سامنے آتا ہے۔ وہ چوہڑوں کو "جرائم پیشہ قوم" کہتا ہے، ان سے تعلق کو ذلت قرار دیتا ہے، اور یہاں تک لکھتا ہے کہ "ہمیں تو ایسے لوگوں سے بھی تعلق نہیں جو ادنیٰ درجے کے مسلمان اور رذیل صفات رکھتے ہوں"۔ یہ جملے نہ صرف اخلاقی پستی کی عکاسی کرتے ہیں بلکہ اس شخص کی اصل

ذہنیت کو بھی بے نقاب کرتے ہیں جو بظاہر مساوات، اصلاح اور ہمدردی کے دعوے کرتا تھا لیکن دل سے نچلے طبقے کو حقیر اور نجس سمجھتا تھا۔ یہی وہ شخص تھا جس نے کچھ ہی عرصہ قبل انہی چوہڑوں کو اپنا ''خاص مشن'' بنایا ہوا تھا۔

مرزا قادیانی کا یہ مطالبہ کہ گورنمنٹ ضلع گورداسپور کے افسر سے تحقیقات کروائے اور ''اس آلودگی کو ہم سے دور کرے'' اس بات کا واضح اعلان ہے کہ وہ چوہڑوں کے ساتھ نسبت کو گندگی اور داغ سمجھتا تھا۔ مزید یہ کہ اس نے پنجاب کے سماجی تعصبات کو دلیل بنا کر لکھا کہ ''جس شخص کے زیادہ تر تعلقات چوہڑوں سے ہوں اس کا چال چلن اچھا نہیں ہوتا''۔ یہ جملہ دراصل مرزا قادیانی کے اپنے خلاف سب سے بڑا گواہ ہے، کیونکہ اگر اس کے اپنے معیار کے مطابق چوہڑوں سے تعلق رکھنے والا شخص بدچلن ہوتا ہے تو پھر وہ خود اپنے ماضی کے اعتراف سے کیسے بچ سکتا ہے۔

الغرض یہ احتجاج مرزا قادیانی کی بے گناہی کا ثبوت نہیں بلکہ اس کی بوکھلاہٹ، طبقاتی نفرت، اور حقیقت پر پردہ ڈالنے کی ناکام کوشش کا تحریری ثبوت ہے۔ انگریز سرکار نے کوئی جھوٹ نہیں لکھا تھا، بلکہ جو کچھ دیکھا، سنا اور ریکارڈ میں آیا، اسے درج کر دیا۔ مرزا قادیانی نے اس سچ کو مٹانے کے لیے کبھی احتجاج کیا، کبھی خطوط لکھوائے، اور کبھی اپنے ہی قریبی رشتہ دار کو قربانی کا بکرا بنا دیا لیکن سرکاری ریکارڈ آج بھی موجود ہے اور اس کی چیخ و پکار تاریخ کے سامنے بے وزن ثابت ہو چکی ہے۔

البدر نمبر ۵ جلد ۲ — ۳۷ — ۲۰ فروری سنہ ۱۹۰۳ء

درست نہین ہوتی اس نے راضی نہین ہوتے اللہ تعالیٰ پر ایمان نہین مطلق نہین دل ٹھہرے ہو گئے ہین۔

مولوی عبدالکریم صاحب نے بیان کیا کہ سول ملٹری گزٹ مین چونکہ حسب دستور مردم شماری کا ریکارڈ لکھا جا رہا ہے انہون نے اس غلطی کو شائع کر دیا ہے کہ احمدیہ فرقہ کا بانی میرزا غلام احمد ہے اس نے اول ابتدا چوہڑون سے کی اور پھر ترقی کرتے کرتے اعلیٰ طبقہ کے آدمی اس کے پیرو ہو گئے۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ اس کی بہت جلد تردید ہونی چاہئے یہ تو ہماری عزت پر بہت سخت حملہ کیا گیا ہے۔ چنانچہ اسی وقت حکم صادر ہوا کہ ایک خط جلد تر انگریزی زبان مین چھپا کر گورنمنٹ اور مردم شماری کے سپرنٹنڈنٹ کے پاس بھیجا جاوے تاکہ اس غلطی کا ازالہ ہو اور لکھا جاوے کہ گورنمنٹ کو معلوم ہوگا کہ چوہڑے ایک جرائم پیشہ قوم ہے ان سے ہمارا کبھی بھی تعلق نہین ہوا ایک شخص نامی مرزا امام الدین قادیان مین ہے جس کی ہم سے ۳۰ برس سے زیادہ سے عداوت چلی آتی ہے اور کوئی میل ملاپ اس کا اور ہمارا نہین ہے اس کا تعلق چوہڑون سے رہا اور اب بھی ہے۔ اور ایک فریق جو کہ ہمارا دشمن ہے اور اس کا تعلق چوہڑون سے ہے اس کی عادات اور چال چلن کو ہمپر تھاپ دینا سخت درجہ کی دل آزاری ہماری اور ہماری جماعت کی ہے اور یہ عزت پر سخت حملہ ہے اور ایک بڑی مکروہ کارروائی ہے جو کہ سرزد ہوئی ہے۔ چوہڑے تو درکنار ہمین تو ایسے لوگون سے بھی تعلق نہین ہے جو کہ ادنیٰ درجہ کے مسلمان اور رذیل صفات رکھتے ہین ہماری جماعت مین عمدہ اور اعلیٰ درجہ کے نیک چال چلن کے لوگ ہین اور وہ سب حسنہ صفات سے متصف ہین اور ایسے ہی لوگون کو ہم ساتھ رکھتے ہین گورنمنٹ کو چاہئے کہ صاحب ضلع گورداسپور سے اس امر کی تحقیقات کرے اور عدل سے کام لیکر اس آلودگی کو ہم سے دور کرے ہم خود امام الدین کو اسی لئے نفرت سے دیکھتے ہین کہ اس کا ایسی قوم سے تعلق ہے۔ پنجاب مین یہ مسلم امر ہے کہ جس شخص کے زیادہ تر تعلقات چوہڑون سے ہون اس کا چال چلن اچھا نہین ہوا کرتا اس لئے گورنمنٹ کا فرض ہے کہ اس غلطی کا ازالہ کرے۔

مردم شماری میں غلط ان واقعہ چھپ رہا

۲۵ جنوری سنہ ۱۹۰۳ء بروز یکشنبہ

آج کی پانچون نمازین حضرت اقدس نے باجماعت اپنے اپنے وقت پر ادا کین اور کسی مجلس مین کوئی ذکر قابل درج اخبار نہ ہوا صرف عشاء کے وقت آپ نے یہ تجویز کی کہ بیعت کا رجسٹر بالکل اطمینان کی صورت مین نہین معلوم ہوتا اس لئے اب آئندہ اس کے فارم چھپوا کر اسی طرح سے رکھا جاوے کہ جب چاہین فوراً تعداد مل جاوے اور اپنی جماعت کی تعداد معلوم کرنے کے واسطے مردم شماری کا محتاج نہ ہونا پڑے۔ کیونکہ اگر سب بیعت کنندگان کے نام محفوظ ہون تو ان کو ضروری ضروری باتین پہنچائی جا سکتی ہین۔

۲۶ جنوری سنہ ۱۹۰۳ء بروز دوشنبہ

آج کی پانچون نمازین حضرت اقدس نے اپنے اپنے وقت پر باجماعت ادا کین۔

ظہر اس وقت حضور نے تشریف لا کر مولوی محمد احسن صاحب امروہی کو فرمایا کہ مین نے رات کو خواب مین دیکھا کہ آپ میرے سامنے بیٹھے ہیں ایک گلاس نہین معلوم سپاری کی یا سونٹھ کی پیش کر کے کہتے ہین کہ یہ کھانسی کا علاج ہے اس کے دیکھنے کے بعد مجھے دو گھنٹے تک کھانسی سے بالکل آرام رہا حالانکہ اس سے پیشتر مجھ کو کھانسی دم نہ لینے دیتی تھی۔

مولوی عبدالکریم صاحب نے بیان کیا کہ رات کو مین نے خواب دیکھا کہ سلطان احمد (حضور کے لڑکے) آئے ہوئے ہین۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ میرے گھر مین ایک ایسی ہی خواب آئی تھی اس کی وہی تعبیر تبلائی جو آپ نے سمجھی یعنی خدا کی طرف سے کوئی نشان ظاہر ہوگا سلطان سے مراد براہین اور نشان ہوا کرتا ہے۔

عصر اس وقت ذکر حضرۃ اقدس نے تھوڑی دیر مجلس کی اور نتائج کے قادیان مین آنے کا ذکر ہوتا رہا آپ نے فرمایا کہ ہم نے تو اُسے بہت وسعت دی تھی جس قدر چاہتا ہر ہر گھنٹہ کے بعد تین چار سطرین لکھکر پیش کیا کرتا اور اگر اُسے بیان کرنے کی نوبت دیجاتی تو بھی اس کی شامت تھی کہ آخر بہر حال جھوٹ سے کام لینا پڑتا۔

اخبار والون اور عوام الناس کی شرارتون اور خلاف واقعہ بیانات کی نسبت فرمایا کہ اب ہماری جماعت کو چپ ہی رہنا چاہئے کچھ جواب نہ دیوین خدا ہی ان لوگون سے سمجھے گا تعجب ہے کہ ثناء اللہ نے بالکل لیکھرام والی چال اختیار کی ہے جس کی غرض مباحثہ سے اظہار حق نہ ہو اس سے مباحثہ کرنا لاحاصل ہے یہ کاروبار اب زمین پر نہیں رہا بلکہ آسمان پر ہے۔

قبل از عشاء اس وقت اول حضرۃ اقدس مولوی عبداللطیف خان صاحب اللہ تعالیٰ کے انعامات کا ذکر کرتے رہے اور پھر اپنے چند ایک رویا وتلائے جس سے ظاہر ہوتا تھا کہ عدالت کی جو کارروائی جیسے زمین پر جا سکتا ہے ویسا ہی طریق خدا تعالیٰ نے بھی اختیار کیا ہوا ہے۔ منجملہ ان کے ایک خواب تو وہ بیان کی جس مین سرخی کے چھینٹے آپ کے لباس مبارک پر پڑے تھے

تازہ ڈائری

مورخہ ۱۱ فروری سنہ ۱۹۰۳ء بروز چہار شنبہ

عرش ...... عرش کے متعلق

ایک صاحب نے سوال کیا کہ ثم استویٰ علی العرش کے کیا معنے ہین اور عرش کیا شے ہے فرمایا کہ اس کے بارے مین لوگون کے مختلف خیالات ہین کوئی تو اُسے مخلوق کہتا ہے اور کوئی غیر مخلوق لیکن اگر ہم غیر مخلوق نہ کہین تو پھر استویٰ باطل ہوتا ہے اس مین شک نہین ہے کہ عرش کے مخلوق یا غیر مخلوق ہونے کی بحث ہی عبث ہے یہ ایک استعارہ ہے جس مین اللہ تعالیٰ نے اپنی اعلیٰ درجے کی بلندی کو بیان کیا ہے یعنی ایک ایسا مقام جو کہ ہر ایک جسم اور ہر ایک نقص سے پاک ہے اور اس کے مقابلہ پر یہ دنیا اور تمام عالم ہے کہ جس کی انسان کو پوری پوری خبر بھی نہین ہے ایسے مقام کو قدیم کہا جا سکتا ہے لوگ اس مین حیران ہین اور غلطی کر کے اُسے ایک مادی شے خیال کرتے ہین اور قدامت کے لحاظ سے جو اعتراض لفظ ثم کا آتا ہے تو بات یہ ہے کہ قدامت مین ثم آجاتا ہے جیسے ثم ثم ...مین

پھر اپنے شکوک و شبہات پیش کر دیوے خواہ اس طرح ایک ماہ تک کرتا رہتا۔ اگر اس طرح نیک نیتی سے کوئی اپنی تشفی چاہے تو ہم اُسے چھ ماہ تک اپنے پاس رکھ سکتے ہیں۔ اس کا سب بوجھ برداشت کر سکتے ہیں مگر ان لوگوں کی نیت درست نہیں ہوتی اس لیے راضی نہیں ہوتے۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں مطلق نہیں۔ دل ٹیڑھے ہو گئے ہیں۔

مردم شماری میں خلاف واقعہ رپورٹ

مولوی عبدالکریم صاحب نے بیان کیا کہ سول ملٹری گزٹ میں چونکہ حسب دستور مردم شماری پر ریمارک لکھا جا رہا ہے انہوں نے اس غلطی کو شائع کر دیا ہے کہ احمدیہ فرقہ کا بانی مرزا غلام احمد ہے اس نے اوّل ابتدا چوڑھوں سے کی۔ پھر ترقی کرتے کرتے اعلیٰ طبقہ کے آدمی اس کے پیرو ہو گئے حضرت اقدس نے فرمایا:۔

اس کی بہت جلد تردید ہونی چاہیئے یہ تو ہماری عزت پر سخت حملہ کیا گیا ہے چنانچہ اسی وقت حکم صادر ہوا کہ:
ایک خط جلد تر انگریزی زبان میں چھاپ کر گورنمنٹ اور مردم شماری کے سپرنٹنڈنٹ کے پاس بھیجا جائے تاکہ اس غلطی کا ازالہ ہو اور لکھا جاوے کہ گورنمنٹ کو معلوم ہوگا کہ چوڑھے ایک جرائم پیشہ قوم ہے اُن سے ہمارا کبھی بھی تعلق نہیں ہوا۔ ایک شخص نامی مرزا امام دین قادیان میں ہے جس سے ہماری تیس برس سے عداوت چلی آتی ہے اور کوئی میل ملاپ اس کا اور ہمارا نہیں ہے۔ اس کا تعلق چوڑھوں سے رہا اور اب بھی ہے۔ اس کی عادات اور چال چلن کو ہم پر تھاپ دینا سخت درجہ کی دلآزاری ہماری اور ہماری جماعت کی ہے اور یہ عزت پر سخت حملہ ہے اور بڑی مکروہ کارروائی ہے جو کہ سرزد ہوئی ہے اور چوڑھے تو درکنار ہمیں تو ایسے لوگوں سے بھی تعلق نہیں ہے جو کہ ادنیٰ درجہ کے سماں اور رذیل صفات رکھتے ہیں۔ ہماری جماعت میں عمدہ اور اعلیٰ درجہ کے نیک چال چلن کے لوگ ہیں اور وہ سب حسنہ صفات سے متصف ہیں اور ایسے ہی لوگوں کو ہم ساتھ رکھتے ہیں۔ گورنمنٹ کو چاہیئے کہ صاحب ضلع گورداسپور[1] سے اس امر کی تحقیقات کرے اور عدل سے کام لیکر اس آلودگی کو ہم سے دُور کرے۔
ہم خود امام دین کو اسی لیے نفرت سے دیکھتے ہیں کہ اس کا ایسی قوم سے تعلق ہے۔ پنجاب میں یہ مسلّم امر ہے کہ جس شخص کے زیادہ تر تعلقات چوڑھوں سے ہوں اس کا چال چلن اچھا نہیں ہوا کرتا۔ اس گورنمنٹ کا فرض ہے کہ اس غلطی کا ازالہ کرے۔

(البدر جلد ۲ نمبر ۵ صفحہ ۳۶-۳۷ مورخہ ۲۰ فروری ۱۹۰۳ء)

---

[1] مُراد ڈپٹی کمشنر صاحب ضلع گورداسپور (مُرتب)

مردم شماری و گزٹ پر احتجاج

مردم شماری پنجاب اور فرقہ احمدیہ کے متعلق خطرناک غلطی

صوبہ پنجاب اور شمالی مغربی صوبہ کی مردم شماری کی رپورٹ اسوقت ہمارے سامنے ہے اس کے صفحہ 143 پر سلسلہ عالیہ کے متعلق پیرا گراف نمبر 39 میں ایک خطرناک اور قابل افسوس علمی کاارتکاب ہوا ہے۔اس فرقہ کی تعداد کو ظاہر کرتے وقت صرف 1113 ایسے مردوں کی تعداد بتائی ہے جنکی عمر 15 سال سے اوپر ہے اگر چہ اس تعداد میں 15 سال سے کم عمر کے بچے اور عورتیں قطعاً شامل نہیں تا ہم اس تعداد کی صحت کو کسی حالت میں قبول کرنے کے لیے طیار نہیں ہیں اور نہ کوئی شخص جو اس فرقہ کی حیرت انگیز ترقی سے واقف ہے اس تعداد کو صحیح باور کرسکتا ہے۔بلکہ ہمارا یقین ہے کہ گورنمنٹ بھی استعداد کی صحت میں شک کرنیکی وجوہات رکھتی ہے۔جبکہ ہفتہ وار آنے والے لوگوں کی فہرستیں مرتب ہو کر بعض ذمہ دار آفیسرز کے پاس یہاں سے پہنچی ہیں اور ہم نے اپنے اخبار کے ذریعہ بعیت کرنے والوں کی فہرستوں کو شائع کیا ہے۔ان میں سے بعض اوقات کئی کئی سو آدمیوں کی فہرستیں شائع کی گئیں ہیں۔محکمہ مردم شماری سے اس غلطی کا ارتکاب کیوں ہوا؟ ہمارے نزد چند ایسی وجوہات ہیں جو اس غلطی کا موجب ہوئے ہیں جن میں سے بعض کے لیے ہم ذمہ دار ہو سکتے ہیں۔

اول: اس فرقہ کا ایسا نام درج ہونے کے لیے جو اشتہارات شائع

کیے گئے وہ ایسے وقت شائع ہوئے جبکہ مردم شماری کا کام شروع ہو چکا تھا اور ایسی حالت میں قریباً ناممکن تھا تمام افراد کو پورے طور پر اطلاع ہوسکتی۔ اگرچہ محکمہ مردم شماری کے ذمہ دار آفیسر ز کو اس امر سے واقف کرنے کے لیے پوری () تاہم ایسی عجلت میں کیا ہوسکتا تھا۔

دوم: محکمہ مردم شماری کی طرف سے بجائے خود کیسا ہی التزام کیوں نہ ہو لیکن یہ امر قرین قیاس نہیں بلکہ یقینی ہے کہ شمار کنندگان بوجہ اپنی سواری اور کم واقفیت اور پھر کام کی کثرت اور وقت کی تنگی کے کبھی ایسی کوشش نہیں کرتے کہ پورے طور پر ہر فرقہ کی بابت دریافت کر کے لکھیں بلکہ عام قاعدہ یہ ہوتا ہے کہ مسلمان کے نام کے ساتھ علی العموم سنی کا لفظ لکھ دیا جاتا ہے۔ ممکن ہے کہ اس امر کو تسلیم کرنے کے لیے ہمارے یورپین آفیسر ز طیار نہ ہوں۔ مگر کام کرنے والے دیسی صاحبان اس طرز عمل سے ناواقف نہ ہوں گے۔ پس اندراجات میں عجلت شمار کنندہ کی کمی واقفیت اور ممبران فرقہ کا عدم علم ساری باتیں مل ملا کہ اس غلطی کا باعث ہوگئی ہیں۔

ورنہ جس حال میں صوبہ بمبئی میں 1087 اور صوبہ جات متحدہ میں 931 تعداد ہے تو یہ بات کبھی قابل پذیرائی نہیں ہوسکتی کہ پنجاب میں صرف 15 برس سے اوپر مردو کی تعداد 1113 ہی ہو۔ بجالیکہ اس فرقہ کا آغاز اسی پنجاب سے ہوا اور پنجاب ہی میں اس کے متعلق کثرت سے اشاعت ہوئی ہے۔ واقعات صحیحہ کی بنا پر یہ ثابت ہوسکتا

ہے کہ اس تعداد میں بہرحال محکمہ مردم شماری کو ایک غلطی یا دھوکا ضرور ہوا ہے ۔اس غلطی کے اسباب میں سے ممکن تھا ہمبھی ہو سکتے جبکہ یہ کہتے ہیں کہ اشتہار اس نام کے متعلق اسوقت ہوا جبکہ مردم شماری کا ابتدائی کام شروع ہوا تھا لیکن ہم اس سے بری ٹھہر جاتے ہیں جب یہ دیکھتے ہیں کہ محکمہ مذکور کی طرف سے کہ ایک اور خطرناک اور مزیل حیثیت عرفی غلطی کا ارتکاب ہوا ہے جو معمولی سہل نگاری کا نتیجہ ہے اور جس سے پایا جاتا ہے کہ اسپہلی غلطی کا پورا ذمہ دار بھی محکمہ مذکور ہی ہے ۔ ورنہ ایسی بیہودہ غلطی نہ کی جاتی اور وہ غلطی یہ ہے کہ اس میں ظاہر کیا گیا ہے کہ اس فرقہ کے بانی جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے بحیثیت ایک مولوی کے پہلے چوہڑوں کو تبلیغ شروع کی ۔ حالانکہ پنجاب کا بچہ بچہ بھی جانتا ہے کہ عالیجناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے کبھی اس قوم کے ساتھ کوئی تعلق نہیں پیدا کیا محکمہ مردم شماری کے افسر ونکو یہ غلطی اور دھوکا گوردار سپور گزٹیر 1891-92ء کے صفحہ 61 سے لگا ہے جہاں پہلے ہی اس غلطی کا ارتکاب ہو چکا تھا ۔ اور ہم کو اچھی طرح یاد ہے کہ جب ہز ار لفٹننٹ گورنر بہادر پنجاب کو اس کی اصلاح کے متعلق لکھا گیا تھا تو انھوں نے صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر ضلع گورداسپور کو اسکی اصلاح کے لیے ہدایت کر دی تھی ۔ پھر نہیں معلوم کہ یہ غلطی کیسے وقوع میں آئی ۔

اس غلطی کی اصلاح بہت جلد ہونی چاہیے چنانچہ خود حضرت اقدس جناب میرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود نے اس غلطی پر نوٹس لیکر ہزار

لیفٹیننٹ بہادر پنجاب کو توجہ دلائی ہے۔ ہم ذیل میں سر دست اس چھٹی کو درج کرتے ہیں اور ہزار سر چارلس بالقابہ کی گورنمنٹ سے توقع کرتے ہیں، کہ وہ بہت جلد اسکی اصلاح کر کے فرقہ احمدیہ کی قریباً دولاکھ پبلک کو ممنون فرما دیں گے جن کے پیشوا اور امام کے متعلق ایسی غلطی ہوگئی ہے۔ جو مزیل حیثیت عرفی ہے۔ وہ چھٹی یہ ہے:

1: پنجاب کی مردم شماری کی رپورٹ کے حصہ اول باب 3 فقرہ 39 صفحہ 143 میں میرے متعلق لکھا گیا ہے کہ میرا پہلا کام بحیثیت ایک مولوی کے چوڑھوں کو تبلیغ کا تھا۔

2: یہ بیان بالکل خلاف واقعہ اور بے بنیاد ہے، اور میری عزت اور شہرت کو سخت نقصان پہونچانیوالا ہے۔

3: جس شخص نے چوڑھوں کی تبلیغ کا دعوی کیا تھا وہ ایک بالکل الگ آدمی ہے جس کا نام امام الدین ہے جس کے اصول اسلام سے بالکل مخالف ہیں اور میں اور دیگر تمام سچے مسلمان ان اصولوں کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور یہ شخص تیس سال سے زیادہ عرصہ سے میرے سخت مخالفوں میں سے ہے اور یہ بالکل بعید از انصاف ہے کہ ایک ایسے شخص کی تعلیم کو میری طرف منسوب کیا جائے جس سے میں سخت بیزار ہوں۔

4: چوڑھے ایک ایسی قوم ہے جو اس ملک میں جرائم پیشہ سمجھے جاتے ہیں۔ اور میرا تعلق ایسی قوم سے ظاہر کرنا جو ایک بالکل بے بنیاد امر ہے۔ میری طرف ایک ذلیل حالت کو منسوب کرنا ہے۔ چوڑھے

ایک ذلیل قوم سمجھی جاتی ہے اور اس قسم کا بیان جو مردم شماری کی رپورٹ میں ہے میری شہرت کو سخت نقصان پہونچانیوالااور میرے اور گورنمنٹ کے ہزار ہا وفادار اور معزز رعایا کے لوگوں کے دلونکو دکھ دینے والا ہے جو مجھے اپنا روحانی پیشوا اور مذہبی سر کردہ تسلیم کرتے ہیں۔

5: میرے اصول اور تعلیم جو ابتدا سے ہی لوگونکو سکھاتا ہوں وہ ایسے اخلاق فاضلہ سکھانے والے اور اعلی مراتب روحانیت پر پہونچا نیوالے ہیں کہ چوہڑے تو ایک طرف رہے۔ وہ مسلمان بھی نہ انکو قبول کر سکتے ہیں اور نہ انھوں نے قبول کیا ہے جو ذلیل حالت میں ہیں اور جن کی اخلاقی حالتیں گری ہوئی ہیں بلکہ اسی فہیم اور شریف انسان انکو قبول کرتے ہیں جو نہایت پاکیزہ زندگیاں بسر کرتے ہیں اور میرے پیرو میں کثرت سے رائیس، جاگیر دار معزز گورنمنٹ کے عہدہ دار سوداگر فاصل علماء اور اعلی درجہ کے تعلیم یافتہ مسلمان ہیں۔

6: اسی قسم کا ایک بیان میرے متعلق پہلے گورداسپور گزٹر میں کیا گیا تھا لیکن جب گورنمنٹ کو اس غلطی کی طرف توجہ دلائی تو گورنمنٹ نے اپنی چٹھی نمبر 93 مورخہ 16 مارچ 1901ء (عین اس وقت جبکہ مردم شماری ختم ہو چکی تھی) ہوم ڈپارٹمنٹ میں یہ جواب دیا تھا کہ یہ فقرہ نظر ثانی کے وقت نکال دیا جاوے گااور اسکے متعلق گورداسپور کے ڈپٹی کمشنر کو ہدایتکر دی گئی ہے۔

7: یہ فقرہ اب ایسی کتاب میں درج کیا گیا ہے جو کہ دنیا میں معتبر سمجھی

جاتی ہے اور اگر اسکی تردید معاً ہی نہ کی جاوے تو میری عزت اور شہرت کو نقصان پہونچائے گا۔

8: یہی فقرہ مردم شماری کی رپورٹ کی بنا پر سول ملٹری گزٹ لاہور میں چھاپ دیا گیا ہے۔ اور تردید نہ ہونیکی صورت میں دوسرے تمام اخبارات میں اسی طرح شائع ہو کر مجھے نقصان پہونچانے والا ہوگا اور اس طرز پر تمام دنیا کے سامنے غلطی سے میرا تعلق ایک ذلیل قوم کے ساتھ ظاہر کیا جاوے گا۔

9: میں رؤسا کے ایک ایسے خاندان س ہوں جس کی گورنمنٹ ہمیشہ عزت کرتی رہی ہے بسبب ان قابل قدر خدمات کے جو اس خاندان نے وفاداری سے کی ہیں اور میری نسبت یہ خلاف واقع بیان تمام خاندان کی شہرت اور عزت کو داغ لگانے والے ہے۔

10: گورنمنٹ اس بیان کا جھوٹا اور بے بنیاد ہونا آفسران ضلع کی معرفت تحقیق کر سکتی ہے۔ آخر میں یہ الفاظ فرقہ احمدیہ کے متعلق رپورٹ مردم شماری میں لکھے ہیں جو ذیل میں درج ہیں۔ یہ فرقہ بڑے زور سے اس اعتقاد کو رد کرتا ہے کہ اسلام کا مہدی خونی مہدی ہوگا اور صحیح بخاری کی بنا پر جو حدیث کی کتابوں میں سب سے زیادہ معتبر ہے یہ روایت پیش کرتا ہے کہ وہ جنگ نہیں کرے گا بلکہ مذہب کی خاطر جو لڑائیاں ہوتی ہیں ان کو بند کر دے گا اپنی ضخیم تصنیفات میں میرزا صاحب نے جہاد کی تعلیم کے برخلاف بہت کوشش کی ہے اور اسبارہ میں یہ فرقہ اس فرقہ اہلحدیث کے جو افراط کی طرف چلا گیا

ہے بالکل مخالف ہے۔

(قادیانی اخبار الحکم 28 فروری 1903 صفحہ 12، 13)

اعداد و شمار پر شدید انکار اور عددی مبالغہ

احتجاجی تحریر کا آغاز مردم شماری میں درج تعداد کو ناقابل قبول قرار دینے سے ہوتا ہے اور جماعت کی ’’حیرت انگیز ترقی‘‘ کا حوالہ دے کر سرکاری عددیات کو کم تر ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ یہ طرزِ استدلال اس حقیقت کو نظرانداز کرتا ہے کہ مردم شماری ایک مخصوص تاریخ، معیار اور تعریف کے تحت کی جاتی ہے، جبکہ اخباری بیعت فہرستیں یا ہفتہ وار اندراجات مردم شماری کے ہم معنی نہیں ہوتے۔ یہاں عددی اختلاف کو انتظامی طریقۂ کار کے بجائے نیت پر محمول کرنا احتجاجی بیانیے کی کمزوری کو ظاہر کرتا ہے۔

تاخیر سے نام کی رجسٹریشن اور انتظامی ذمہ داری

تحریر میں تسلیم کیا گیا ہے کہ فرقے کا نام مردم شماری کے آغاز کے بعد مشتہر ہوا۔ اس اعتراف کے باوجود پوری ذمہ داری شمار کنندگان پر ڈال دی جاتی ہے۔ یہ داخلی اعتراف بذاتِ خود بتاتا ہے کہ شناختی تاخیر ایک حقیقی عامل تھی، جس کے اثرات مردم شماری کے نتائج پر پڑ سکتے تھے۔ یوں انتظامی سبب مان کر بھی نتیجے کو مکمل طور پر باطل کہنا منطقی تضاد پیدا کرتا ہے۔

شمار کنندگان پر الزام اور عمومی قاعدہ

شمار کنندگان کی کم واقفیت، عجلت اور عمومی اندراج کے طریقے کو بنیاد بنا کر یہ مفروضہ قائم کیا گیا کہ مخصوص فرقہ شناخت نہ ہو سکی۔ یہ دلیل امکانات کی بات کرتی ہے، قطعی ثبوت پیش نہیں کرتی۔ سرکاری رپورٹ کے ساتھ موجود حوالہ جاتی ربط (گزٹ کا ذکر) اس مفروضے کو مزید کمزور کرتا ہے کیونکہ وہاں مشاہدہ نام و نسب کے ساتھ درج ہے۔

بنیادی اعتراض، چوہڑوں میں آغاز کی نفی

احتجاج کا مرکزی نکتہ یہ ہے کہ بطور مولوی ابتدا میں چوہڑوں میں تبلیغ کا بیان ''خلافِ واقعہ'' ہے۔ تاہم اس کی تردید میں براہِ راست تاریخی شواہد کے بجائے سماجی تعمیمات اور شہرت کے نقصان کی دہائی دی جاتی ہے۔ اس کے برعکس، سرکاری گزٹ اور مردم شماری دونوں میں ایک ہی مفہوم کی تکرار اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ بیان کسی واحد غلط فہمی کا نتیجہ نہیں تھا۔

الزام کی منتقلی، امام الدین کا حوالہ

تحریر میں اس بیان کو ایک اور شخص (امام الدین) کی طرف منسوب کر کے خود کو بری الذمہ قرار دیا گیا ہے۔ یہ اسلوبِ دفاع واقعاتی تردید کے بجائے شخصیت کی تبدیلی پر قائم ہے۔ اگر اصل واقعہ کسی اور سے متعلق ہوتا تو سرکاری ریکارڈ میں نام کی درستی ایک سادہ اصلاح سے ممکن تھی، مگر مسلسل حوالہ مرزا غلام احمد کے نام ہی پر قائم رہا۔

سماجی زبان اور طبقاتی فاصلے کا اظہار

احتجاجی متن میں بعض سماجی طبقات کے بارے میں سخت زبان استعمال کی گئی ہے اور اس نسبت کو ''عزت و شہرت'' کے منافی بتایا گیا ہے۔ اس اسلوب سے یہ پہلو نمایاں ہوتا ہے کہ اعتراض کی بنیاد اخلاقی یا تاریخی کم اور سماجی وقار کے احساس پر زیادہ ہے۔ یہ نکتہ تحریک کے ابتدائی مخاطبین کے انتخاب اور بعد کے انکار کے باہمی تضاد کو اجاگر کرتا ہے۔

اشرافی پیروکاروں کی فہرست بطور دلیل

تحریر میں رئیسوں، جاگیرداروں اور تعلیم یافتہ افراد کی شمولیت کو دلیل بنایا گیا ہے۔ یہ دلیل زمانی ترتیب کو نظرانداز کرتی ہے، کیونکہ بعد کی توسیع ابتدائی آغاز کی نفی نہیں کرتی۔ تاریخی بحث میں ابتدا اور ارتقا کو خلط ملط کرنا نتیجہ خیز نہیں ہوتا۔

اشاعتی خوف اور ساکھ کا مسئلہ

اخبارات میں اشاعت کے خدشے اور عالمی ساکھ کے نقصان پر زور دیا گیا ہے۔ یہ پہلو بتاتا ہے کہ اصل تشویش واقعے کی صحت سے زیادہ عوامی تاثر تھی۔ اسی لیے فوری تردید اور سرکاری اصلاح پر اصرار کیا گیا۔

خاندانی وقار کا حوالہ

اپنے خاندان کی وفاداری اور سرکاری احترام کا ذکر احتجاج میں نمایاں ہے۔ یہ دلیل نسبی وقار کو تاریخی شہادت پر ترجیح دیتی ہے، جبکہ تحقیق میں وقار نہیں بلکہ شواہد فیصلہ کن ہوتے ہیں۔

جہاد و عقیدہ کے اقتباس کا غیر متعلقہ اندراج

احتجاج کے آخر میں جہاد سے متعلق عقیدے کا اقتباس شامل کیا گیا ہے، جو اصل اعتراض (ابتدائی مخاطبین) سے براہِ راست متعلق نہیں۔ یہ اضافی مواد بیانیے کو عقیدتی دفاع کی طرف موڑ دیتا ہے اور بنیادی تاریخی سوال پس منظر میں چلا جاتا ہے۔

یہ احتجاجی تحریر سرکاری بیانات کی مکمل تردید پیش کرنے کے بجائے ساکھ، سماجی وقار اور انتظامی مفروضات پر انحصار کرتی ہے۔ متعدد داخلی اعترافات، الزام کی منتقلی، اور غیر متعلقہ عقیدتی دفاع اس امر کی نشاندہی کرتے ہیں کہ مسئلہ واقعے کی تحقیق سے زیادہ اس کی نسبت اور عوامی تاثر کا تھا۔

مرزا قادیانی کا پہلا مرید چوہڑہ تھا

لدھیانہ کے ایک دوست نور محمد نامی نومسلم تھے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے ساتھ بہت محبت و اخلاص رکھتے اُنہوں نے مصلح موعود ہونے کا دعوی بھی کیا تھا وہ کہا کرتے تھے کہ بیٹا جب باپ کے پاس جائے تو اسے کچھ نہ کچھ نذر ضرور پیش کرنی چاہیے۔ ان کا مطلب یہ تھا کہ میں مصلح موعود ہونے کی وجہ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا بیٹا ہوں اور چونکہ وہ اپنے آپ کو خاص بیٹا سمجھتے تھے اُنہوں نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ کم سے کم ایک لاکھ روپیہ تو انہیں ضرور پیش کرنا چاہیے۔ کہتے ہیں ابھی اُنہوں نے چالیس پچاس ہزار روپیہ ہی جمع کیا تھا کہ وہ فوت ہو گئے اور نہ معلوم روپیہ کون کھا گیا۔ اُنہوں نے بہت سے چوہڑے مسلمان کئے اور ان سے کہا کرتے تھے کہ کچھ روپیہ جمع کرو پھر تمہیں دادا پیر کے پاس ملاقات کے لئے لے چلوں گا کچھ عرصہ کے بعد ان کو مسلموں نے کہا کہ پتہ نہیں کہ آپ کب جائیں گے آپ ہمیں اجازت دیں کہ ہم قادیان ہو آئیں۔ اس پر اُنہوں نے ان نومسلموں کو قادیان آنے کی اجازت دے دی۔ وہ قادیان آئے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام جب سیر کے لئے نکلے تو وہ باہر کھڑے ہوئے تھے غالبا وہ 9 آدمی تھے۔ ان میں سے ہر ایک نے ایک ایک اشرفی پیش کی کیونکہ ان کے پیر نے کہا تھا کہ تم دادا پیر کے پاس جا رہے ہو میں تمہیں اس شرط پر جانے کی اجازت دیتا ہوں کہ تم دادا پیر کے سامنے سونا پیش کرو۔ چنانچہ اُنہوں نے ذکر کیا کہ

ہمارے پیر نے ہمیں اس شرط پر آنے کی اجازت دی ہے کہ ہم میں سے ہر ایک آدمی آپ کی خدمت میں سونا پیش کرے۔اس کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے ساتھ وہ سیر کو چلے گئے جب سیر سے واپس آئے تو چونکہ اُن کو حقہ پینے کی عادت تھی اس لئے وہ حقہ پینے کے لئے مرزا امام الدین کے پاس چلے گئے۔وہ حقہ پینے کے لئے بیٹھے ہی تھے کہ مرزا امام الدین نے کہنا شروع کیا انسان کو کام وہ کرنا چاہیے جس سے اُسے کوئی فائدہ ہو۔تم جو اتنی دور سے پیدل سفر کر کے آئے ہو(کیونکہ ان کے پیر کا حکم تھا کہ تم چونکہ دادا پیر کے پاس جا رہے ہو اس لئے پیدل جانا ہوگا)بتاؤ تمہیں یہاں آنے سے کیا فائدہ ہوا؟ایمان انسان کو عقل بھی دے دیتا ہے بلکہ عقل کو تیز کر دیتا ہے کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد ان میں سے ایک نو مسلم کہنے لگا کہ ہم پڑھے لکھے تو ہیں نہیں اور نہ ہی کوئی علمی جواب جانتے ہیں اصل بات یہ ہے کہ آپ کو بھلے مانس مرید ملے نہیں اس لئے آپ چوہڑوں کے پیر بن گئے ہیں۔آپ کہتے ہیں کہ ہمیں کیا ملا؟ آپ مرزا صاحب کی مخالفت کر کے مرزا سے چوہڑے بن گئے اور ہم مرزا صاحب کو مان کر چوہڑوں سے مرزا ہو گئے۔لوگ ہمیں مرزائی مرزائی کہتے ہیں یہ کتنا بڑا فائدہ ہے جو ہمیں حاصل ہوا۔اب دیکھو یہ کیسی مشابہت ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رشتہ داروں کی باتوں میں اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے رشتہ داروں کی باتوں میں۔

(خلافۃ علی منہاج النبوۃ، جلد دوم صفحہ 262،263)

جماعت احمدیہ چوہڑوں کی جماعت

یہ اقتباس مرزا غلام احمد قادیانی کے ابتدائی حلقۂ ارادت کی نوعیت، طبقاتی ساخت اور مالی مزاج کو جماعت احمدیہ ہی کے داخلی لٹریچر کی روشنی میں بے نقاب کرتا ہے۔ خلافت علی منہاج النبوۃ کی روایت کے مطابق مرزا قادیانی کا سب سے پہلا نمایاں مرید نور محمد تھا جو لدھیانہ کا رہنے والا نومسلم اور پیشے کے اعتبار سے چوہڑہ تھا۔ یہ حقیقت ہمارے دعویٰ کی بنیاد ہے کہ مرزا قادیانی کی تحریک کی ابتدائی اینٹ ایک ایسے شخص کے ذریعے رکھی گئی جو سماجی اعتبار سے نچلے طبقے سے تعلق رکھتا تھا اور جس نے بعد ازاں اسی طبقے میں مرزا قادیانی کے لیے تبلیغی سرگرمیاں انجام دیں۔

روایت میں یہ امر صراحت کے ساتھ بیان ہوا ہے کہ نور محمد نہ صرف مرزا قادیانی سے شدید محبت وعقیدت رکھتا تھا بلکہ اس نے اپنے آپ کو مصلح موعود بھی کہنا شروع کر دیا تھا اور اسی بنیاد پر مرزا قادیانی کو اپنا باپ قرار دیتا تھا۔ باپ بیٹے کے اس مصنوعی رشتے کے تصور کے ساتھ نور محمد کا یہ کہنا کہ بیٹا جب باپ کے پاس جائے تو نذر پیش کرے، دراصل مرزا قادیانی کے مالی مزاج اور روپے پیسے سے رغبت کی طرف ایک داخلی اعتراف ہے۔ نور محمد نے اس خیال کو عملی جامہ پہنانے کے لیے کم از کم ایک لاکھ روپے پیش کرنے کا منصوبہ بنایا اور چالیس پچاس ہزار روپے جمع بھی کر لیے، جو اس دور کے لحاظ سے غیر معمولی رقم تھی۔

یہ پورا تصور مذہبی اصلاح کے بجائے مالی نذر و نیاز کے گرد گھومتا دکھائی دیتا ہے۔ اسی روایت میں یہ بھی درج ہے کہ نور محمد نے بہت سے چوہڑوں کو مسلمان کیا اور انہیں یہ ترغیب دیتا رہا کہ وہ رقم جمع کریں تا کہ انہیں قادیان لے جا کر دادا پیر سے ملاقات کرائی جا سکے۔ یہ طریقہ کار صاف بتاتا ہے کہ مرزا قادیانی کی تحریک کے پھیلاؤ میں مذہبی تعلیم یا فکری مکالمے کے بجائے پیر، نذر اور ملاقات کے تصورات مرکزی کردار ادا کر رہے تھے۔

جب یہ نومسلم چوہڑے قادیان پہنچے تو انہوں نے اپنے پیر کی ہدایت کے مطابق ہر ایک نے ایک ایک اشرفی مرزا قادیانی کی خدمت میں پیش کی، جو اس بات کی روشن دلیل ہے کہ جماعت کے ابتدائی ڈھانچے میں مالی پیشکش کو مذہبی قبولیت کے ساتھ جوڑا گیا تھا۔

اس واقعے کا ایک نہایت اہم پہلو مرزا امام الدین کے ساتھ ہونے والی گفتگو ہے جو اسی جماعتی روایت میں محفوظ ہے۔ مرزا امام الدین کا یہ کہنا کہ انسان کو وہ کام کرنا چاہیے جس سے فائدہ ہو، اور یہ سوال اٹھانا کہ اتنی دور سے آنے کا فائدہ کیا ہوا، دراصل اس تحریک کے اندر موجود عملی اور مفاداتی سوچ کی عکاسی کرتا ہے۔ اس کے جواب میں نومسلم چوہڑے کا یہ کہنا کہ ہم مرزا صاحب کو مان کر چوہڑوں سے مرزا ہو گئے اور لوگ ہمیں مرزائی کہتے ہیں، جماعت کے اندر طبقاتی شناخت کی تبدیلی کے تصور کو ظاہر کرتا ہے، جسے روحانی فائدہ قرار دیا گیا۔ یہ جملہ خود اس بات کا اعتراف ہے کہ جماعت کی پہچان سماجی طور پر ایک نئے لیبل کے ساتھ جڑی ہوئی تھی۔

یہ تمام واقعات اس نتیجے کی طرف لے جاتے ہیں کہ مرزا قادیانی کی جماعت کے ابتدائی ارکان، اس کے اولین مرید اور اس کے فعال مبلغین بڑی حد تک چوہڑوں پر مشتمل تھے، اور اسی طبقے میں اس کی دعوت نے سب سے پہلے جڑ پکڑی۔ نور محمد کا کردار اس حقیقت کو مزید مضبوط کرتا ہے کہ جماعت کی بنیاد میں نہ صرف طبقاتی کمزوری شامل تھی بلکہ مالی نذر و نیاز اور پیرانہ نسبت کو بھی غیر معمولی اہمیت دی گئی۔ اس باب میں پیش کی گئی شہادتیں کسی بیرونی مخالف کی نہیں بلکہ جماعت احمدیہ کے اپنے بیانیے سے اخذ کی گئی ہیں، اور اسی بنا پر یہ ثبوت داخلی، قوی اور ناقابل انکار حیثیت رکھتا ہے۔

پہلا مرید اور طبقاتی بنیاد

اس روایت سے واضح ہوتا ہے کہ مرزا قادیانی کے ابتدائی حلقہ ارادت کی بنیاد ایک

ایسے شخص پر رکھی گئی جو سماجی اعتبار سے نچلے طبقے یعنی چوہڑوں سے تعلق رکھتا تھا۔ نور محمد کا پہلا مرید ہونا اس امر کی دلیل ہے کہ جماعت احمدیہ کی تشکیل کسی علمی یا اشرافی دائرے سے نہیں بلکہ اسی طبقے سے شروع ہوئی جسے خود مرزا بعد میں باعثِ عار قرار دیتا رہا۔ یہ تضاد اس تحریک کی داخلی کمزوری اور غیر فطری ارتقا کو نمایاں کرتا ہے۔

باپ بیٹے کی نسبت اور مصلح موعود کا دعویٰ

نور محمد کا اپنے آپ کو مصلح موعود کہنا اور مرزا قادیانی کو باپ قرار دینا ایک مصنوعی روحانی نسبت کی تشکیل کو ظاہر کرتا ہے۔ اس نسبت کا مقصد روحانی اصلاح کے بجائے قربت، اختیار اور قبولیت کا تاثر پیدا کرنا تھا۔ اسی تصور کے تحت نذر پیش کرنے کو لازم سمجھا گیا، جو اس رشتے کی حقیقت کو روحانیت سے زیادہ مفاد کے دائرے میں لے آتا ہے۔

مالی نذر اور سونے کی شرط

روایت میں نذر کے طور پر ایک لاکھ روپے جمع کرنے کا تصور اور قادیان حاضری کے لیے سونا پیش کرنے کی شرط اس بات کو ثابت کرتی ہے کہ جماعت کے ابتدائی نظام میں مالی پیشکش کو مرکزی حیثیت حاصل تھی۔ یہ شرط مذہبی اخلاص کے بجائے مالی استطاعت کو معیار بناتی ہے، جو ایک اصلاحی تحریک کے بجائے پیرانہ نظام کی علامت ہے۔

چوہڑوں کی تبلیغ اور جماعتی پھیلاؤ

نور محمد کا چوہڑوں کو مسلمان کرنا اور انہیں رقم جمع کرنے کی ترغیب دینا اس حقیقت کی نشان دہی کرتا ہے کہ جماعت کا پھیلاؤ اسی مخصوص طبقے میں ہوا۔ دعوت کا یہ انداز تعلیم، فہم اور دلیل کے بجائے وعدۂ ملاقات اور مالی تیاری پر قائم تھا، جس سے جماعت کی ابتدائی شناخت اور سمت واضح ہوتی ہے۔

راستے سے لوگوں کو پھیرنے والا ہے اوراس نے لوگوں سے پیسے بٹورنے کے لئے یہ دکان کھول رکھی ہے۔اب حیرت آتی ہے کہ کونسا ابوجہل آیا جس نے مرزاامام الدین کو یہ باتیں سکھائیں کہ تم باہر سے آنے والوں کواس طریق سے روکا کرو یہ نسخہ میرا آزمایا ہوا ہے یا پھر یہ ماننا پڑتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وہی باتیں مسمریزم کے ذریعہ مرزا امام الدین سے کہلوالیں۔دونوں میں سے ایک بات ضرور صحیح ہوگی۔

لدھیانہ کے ایک دوست نور محمد نامی نَومسلم تھے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ بہت محبت واخلاص رکھتے اُنہوں نے مصلح موعود ہونے کا دعویٰ بھی کیا تھا وہ کہا کرتے تھے کہ بیٹا جب باپ کے پاس جائے تو اسے کچھ نہ کچھ نذر ضرور پیش کرنی چاہیے۔ ان کا مطلب یہ تھا کہ میں مصلح موعود ہونے کی وجہ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا بیٹا ہوں اور چونکہ وہ اپنے آپ کو خاص بیٹا سمجھتے تھے اُنہوں نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ کم سے کم ایک لاکھ روپیہ تو انہیں ضرور پیش کرنا چاہیے۔کہتے ہیں ابھی اُنہوں نے چالیس پچاس ہزارروپیہ ہی جمع کیا تھا کہ وہ فوت ہوگئے اور نہ معلوم روپیہ کون کھا گیا۔اُنہوں نے بہت سے چوہڑے مسلمان کئے اوران سے کہا کرتے تھے کہ کچھ روپیہ جمع کرو پھر تمہیں دادا پیر کے پاس ملاقات کے لئے لے چلوں گا کچھ عرصہ کے بعدان نَومسلموں نے کہا کہ پتہ نہیں کہ آپ کب جائیں گے آپ ہمیں اجازت دیں کہ ہم قادیان ہو آئیں۔اس پر اُنہوں نے ان نَومسلموں کو قادیان آنے کی اجازت دے دی۔وہ قادیان آئے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جب سیر کے لئے نکلے تو وہ باہر کھڑے ہوئے تھے غالباً وہ ۹ آدمی تھے۔ان میں سے ہرایک نے ایک ایک اشرفی پیش کی کیونکہ ان کے پیر نے کہا تھا کہ تم دادا پیر کے پاس جا رہے ہو میں تمہیں اس شرط پر جانے کی اجازت دیتا ہوں کہ تم دادا پیر کے سامنے سونا پیش کرو۔چنانچہ اُنہوں نے ذکر کیا کہ ہمارے پیر نے ہمیں اس شرط پر آنے کی اجازت دی ہے کہ ہم میں سے ہرایک آدمی آپ کی خدمت میں سونا پیش کرے۔اس کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ وہ سیر کو چلے گئے جب سیر سے واپس آئے تو چونکہ اُن کو حقہ پینے کی عادت تھی اس لئے وہ حقہ پینے کے لئے مرزاامام الدین کے پاس چلے

گئے۔ وہ حقہ پینے کے لئے بیٹھے ہی تھے کہ مرزا امام الدین نے کہنا شروع کیا انسان کو کام وہ کرنا چاہیے جس سے اُسے کوئی فائدہ ہو۔ تم جو اتنی دور سے پیدل سفر کر کے آئے ہو (کیونکہ ان کے پیر کا حکم تھا کہ تم چونکہ دادا پیر کے پاس جا رہے ہو اس لئے پیدل جانا ہوگا) بتاؤ تمہیں یہاں آنے سے کیا فائدہ ہوا؟ ایمان انسان کو عقل بھی دے دیتا ہے بلکہ عقل کو تیز کر دیتا ہے کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد ان میں سے ایک نَو مسلم کہنے لگا کہ ہم پڑھے لکھے تو ہیں نہیں اور نہ ہی کوئی علمی جواب جانتے ہیں اصل بات یہ ہے کہ آپ کو بھلے مانس مرید ملے نہیں اس لئے آپ چوہڑوں کے پیر بن گئے ہیں۔ آپ کہتے ہیں کہ ہمیں کیا ملا؟ آپ مرزا صاحب کی مخالفت کر کے مرزا سے چوہڑے بن گئے اور ہم مرزا صاحب کو مان کر چوہڑوں سے مرزا ہو گئے۔ لوگ ہمیں مرزائی مرزائی کہتے ہیں یہ کتنا بڑا فائدہ ہے جو ہمیں حاصل ہوا۔ اب دیکھو یہ کیسی مشابہت ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے رشتہ داروں کی باتوں میں اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رشتہ داروں کی باتوں میں۔

مرزا علی شیر صاحب جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سالے اور مرزا فضل احمد صاحب کے خسر تھے انہیں لوگوں کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس جانے سے روکنے کا بڑا شوق تھا۔ راستہ میں ایک بڑی لمبی تسبیح لے کر بیٹھ جاتے، تسبیح کے دانے پھیرتے رہتے اور منہ سے گالیاں دیتے چلے جاتے بڑا لٹیرا ہے، لوگوں کو لُوٹنے کے لئے دُکان کھول رکھی ہے۔ بہشتی مقبرہ کی سڑک پر دارالضعفاء کے پاس بیٹھے رہتے۔ اُس وقت یہ تمام زمین زیرِ کاشت ہوتی تھی۔ عمارت کوئی نہ تھی۔ بڑی لمبی سفید داڑھی تھی سفید رنگ تھا۔ تسبیح ہاتھ میں لئے بڑے شاندار آدمی معلوم ہوتے تھے اور مغلیہ خاندان کی پوری یادگار تھے۔ تسبیح لئے بیٹھے رہتے جو کوئی نیا آدمی آتا اُسے اپنے پاس بُلا کر بٹھا لیتے اور سمجھانا شروع کر دیتے کہ مرزا صاحب سے میری قریبی رشتہ داری ہے آخر میں نے کیوں نہ اُسے مان لیا۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ میں اُس کے حالات سے اچھی طرح واقف ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ یہ ایک دُکان ہے جو لوگوں کو لُوٹنے کے لئے کھولی گئی ہے۔ ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ باہر سے پانچ بھائی آئے غالباً وہ چک سکندر ضلع گجرات کے رہنے والے تھے۔ اب تو لوگ

ویکیپیڈیا پر مرزا قادیانی کے چوہڑہ ہونے کا اقرار

ویکیپیڈیا پر اس عنوان The Heavenly Decree سے ایک مضمون ہے
اسمیں کہا گیا ہے کہ

The Language of Maulvis Molvi Muhammad Hussain Batalvi and the Maulavis in general used provocative language against Ghulam Ahmad, organised Fatwas religious verdict[signed by hundreds of Ulema religious scholars that Ahmad was an unbeliever, or kafir. In these Fatwas, published all over the country, Ahmad was declared to be an infidel. He was called Dajjal, Mulhid, Zindiq, Makkar, Mal'un, etc. Molvi Muhammad Hussain Batalvi wrote in his magazine Isha't-us-Sunnah; that Ahmad was a "raving drunkard, intriguer, swindler, accursed, the one-eyed Dajjal, slave of silver and gold, whose revelation is

nothing but a seminal discharge, shameless, the ring-leader of sweepers and street vagabonds, dacoit, murderer, whose followers are scoundrels, villains, adulterers, and drunkards".

ذیل میں پہلے ویکیپیڈیا میں مذکور انگریزی عبارت کا اردو ترجمہ پیش کیا جا رہا ہے، اس کے بعد اسی حوالے پر تحقیقی و تاریخی تبصرہ درج ہے۔

(اردو ترجمہ)

مولویوں کی زبان: مولوی محمد حسین بٹالوی اور عمومی طور پر دیگر مولوی مرزا غلام قادیانی کے خلاف نہایت اشتعال انگیز زبان استعمال کرتے تھے اور انہوں نے ایسے فتوے منظم کیے جن پر سینکڑوں علما کے دستخط تھے، جن میں مرزا قادیانی کو کافر یا بے دین قرار دیا گیا۔ یہ فتوے پورے ملک میں شائع کیے گئے اور ان میں مرزا قادیانی کو دائرۂ اسلام سے خارج بتایا گیا۔ اسے دجال، ملحد، زندیق، مکار، ملعون وغیرہ جیسے القابات سے پکارا گیا۔ مولوی محمد حسین بٹالوی نے اپنے رسالے اشاعت السنہ میں لکھا کہ مرزا قادیانی ایک پاگل شرابی، سازشی، دھوکے باز، ملعون، کانا دجال، چاندی اور سونے کا غلام ہے، جس کی وحی محض ایک نطفے کا اخراج ہے، بے حیا ہے، چوہڑوں اور آوارہ گردوں کا سرغنہ ہے، ڈاکو اور قاتل ہے، اور اس کے پیروکار بدکار، اوباش، زانی اور شرابی ہیں۔

مرزا قادیانی کے دور میں "چوہڑہ" کی نسبت

یہ اقتباس اس حقیقت کی ایک اہم تاریخی شہادت ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے

معاصرین کے ہاں اس کی شخصیت کے ساتھ ''چوہڑوں'' کی نسبت ایک معروف اور رائج تاثر بن چکی تھی۔ یہاں یہ بات سمجھنا ضروری ہے کہ یہ الفاظ کسی جدید ناقد یا بعد کے مخالف کی ایجاد نہیں بلکہ اسی دور کے معروف علما اور رسائل میں شائع ہونے والی زبان کا حصہ تھے۔ ویکیپیڈیا کا یہ اقتباس براہِ راست اُس عہد کے مذہبی لٹریچر کی ترجمانی کرتا ہے، جس میں مرزا قادیانی کو ''چوہڑوں کا سرغنہ'' کہا جانا ایک مستعمل تعبیر کے طور پر سامنے آتا ہے۔

اس نسبت کی اہمیت اس لیے دوچند ہو جاتی ہے کہ یہ محض گالی یا وقتی جذباتی ردِعمل نہیں بلکہ ایک ایسے عمومی تاثر کی عکاس ہے جو سرکاری دستاویزات، مردم شماری، گزٹیئر، اور جماعت احمدیہ کے اندرونی احتجاجات کے ساتھ ہم آہنگ نظر آتا ہے۔ جب ایک ہی بات مختلف النوع ماخذات میں دہرائی جائے کبھی سرکاری ریکارڈ میں، کبھی مخالف علما کی تحریروں میں، اور کبھی خود مرزا قادیانی کے دفاعی خطوط میں تو وہ محض الزام نہیں رہتی بلکہ ایک تاریخی حقیقت کے طور پر زیرِ بحث آتی ہے۔

یہ بھی قابلِ غور ہے کہ مولوی محمد حسین بٹالوی کی سخت اور تلخ زبان اپنی جگہ، مگر اس زبان میں ''چوہڑوں کا لیڈر'' ہونے کا الزام اسی نکتے پر مرتکز ہے جسے مرزا قادیانی خود اپنی تحریروں میں ''عزت پر حملہ'' قرار دے کر رد کرتا رہا۔ اگر یہ نسبت سراسر من گھڑت ہوتی تو مرزا قادیانی کا ردِعمل محض انکار تک محدود رہتا، مگر اس کے برعکس اس نے سرکاری سطح پر اصلاح، خطوط، اور الزام کی منتقلی (مرزا امام الدین کی طرف) جیسے اقدامات کیے، جو اس بات کی دلیل ہیں کہ یہ تاثر عوام میں موجود اور مؤثر تھا۔

اس اقتباس سے یہ نتیجہ بھی اخذ ہوتا ہے کہ مرزا قادیانی کے زمانے میں اسے ''چوہڑہ'' یا ''چوہڑوں کا لیڈر'' کہنا ایک پہچانی جانے والی بات تھی، خواہ اسے مخالفین طنز کے طور پر استعمال کرتے ہوں یا سرکاری ریکارڈ اسے مشاہدے کے طور پر درج کرتا ہو۔ یہی وجہ ہے

کہ ہماری کتاب" مرزا قادیانی چوہڑہ" میں یہ موضوع محض ایک عنوان نہیں بلکہ متعدد تاریخی ذرائع سے ثابت شدہ ایک مرکزی بحث کی حیثیت رکھتا ہے، جسے نظرانداز نہیں کیا جاسکتا۔

مولوی محمد حسین بٹالوی کی گواہی کی حیثیت

یہ بات غیر معمولی اہمیت رکھتی ہے کہ مولوی محمد حسین بٹالوی کوئی اجنبی یا بعد کا مخالف نہیں تھے، بلکہ وہ خود اعتراف کرتے ہیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی ان کے کلاس فیلو، بچپن کے ساتھی اور ایک ہی مکتبِ فکر یعنی اہلِ حدیث سے وابستہ رہے۔ مولوی محمد حسین بٹالوی صاف الفاظ میں لکھتے ہیں کہ میں مرزا قادیانی کو بچپن سے جانتا ہوں، اور یہ اعتراف محض زبانی نہیں بلکہ ان کی مطبوعہ تحریروں میں موجود ہے۔ خاص طور پر اشاعۃ السنہ، ریویو براہین احمدیہ، صفحہ 176 پر یہ بات صراحت کے ساتھ ملتی ہے، جو اس تعلق اور ذاتی واقفیت پر ایک مستند تاریخی حوالہ ہے۔

> مولف براہین احمدیہ کے حالات وخیالات سے جسقدر ہم واقف ہیں ہمارے معاصرین سے ایسے واقف کم نکلیں گے ۔ مولف صاحب ہمارے ہم وطن ہیں بلکہ اوایل عمر کے (جب ہم قطبی و شرح ملا پڑھتے تھے) ہمارے ہم مکتب اس زمانہ سے آج تک ہم میں ان میں خط وکتابت وملاقات ومراسلت برابر جاری رہی ہے ۔ اس لئے ہمارا یہ کہنا کہ ہم ان کے حالات وخیالات سے بہت واقف ہیں مبالغہ قرار نہ دیئے جانے کے لائق ہے ۔

(براہین احمدیہ پر ریویو نمبر 6 جلد 7 صفحہ 176)

ہم مکتبی اور ہم عصری شخص کی گواہی کی علمی قدر

علمی اور تاریخی اصول یہ ہے کہ کسی شخص کے بارے میں سب سے زیادہ وزن دار گواہی

وہ ہوتی ہے جو اس کے ہم عصر، ہم مکتب اور ذاتی طور پر واقف افراد کی طرف سے آئے۔ مولوی محمد حسین بٹالوی اس معیار پر پورا اترتے ہیں، کیونکہ وہ نہ صرف مرزا قادیانی کے بچپن کے حالات سے واقف تھے بلکہ اس کے فکری ارتقا، مذہبی دعوؤں اور عملی طرزِ زندگی کو بھی قریب سے دیکھ چکے تھے۔ اسی بنا پر ان کی رائے کو محض ایک مخالف کی الزام تراشی کہہ کر رد نہیں کیا جاسکتا، بلکہ اسے ایک اندرونی اور مشاہداتی شہادت کے طور پر پرکھا جانا چاہیے۔

اہلِ حدیث پس منظر اور اختلاف کا نکتۂ آغاز

یہ امر بھی قابل توجہ ہے کہ ابتدا میں مرزا قادیانی اور مولوی محمد حسین بٹالوی دونوں کا تعلق اہلِ حدیث مکتب فکر سے تھا، اور براہین احمدیہ کے ابتدائی دور میں مولوی محمد حسین بٹالوی نے مرزا قادیانی کی بعض تحریروں کی تائید بھی کی۔ بعد ازاں جب مرزا قادیانی کے دعوے بڑھتے گئے اور نبوت و مسیحیت کے مدارج کی طرف مائل ہوئے تو یہی مولوی محمد حسین بٹالوی سب سے شدید ناقد بن کر سامنے آئے۔ اس تبدیلی کی بنیاد ذاتی عناد نہیں بلکہ وہ چیزیں تھیں جنہیں وہ مرزا قادیانی کے دعوؤں اور کردار میں عملاً دیکھ چکے تھے۔

”چوہڑہ“ کہنے کی نسبت اور اس کی غیر معمولی اہمیت

ایسے شخص کی طرف سے، جو خود کہتا ہے کہ میں مرزا قادیانی کو بچپن سے جانتا ہوں، یہ کہنا کہ مرزا قادیانی چوہڑوں کا سرغنہ ہے یا اس کا تعلق چوہڑوں سے جوڑا جاتا ہے، محض ایک عام الزام نہیں رہتا بلکہ ایک انتہائی وزنی تاریخی دعویٰ بن جاتا ہے۔ کیونکہ یہاں نہ صرف فکری اختلاف ہے بلکہ ذاتی معرفت، طویل مشاہدہ اور ہم مکتبی تعلق بھی شامل ہے۔ اسی لیے یہ نسبت ہماری کتاب ” مرزا قادیانی چوہڑہ ” میں مرکزی حیثیت رکھتی ہے، کیونکہ یہ الزام کسی دور افتادہ مخالف کی طرف سے نہیں بلکہ ایک ایسے شخص کی جانب سے آیا ہے جو مرزا قادیانی کے ماضی، حال اور فکری پس منظر سے براہِ راست واقف تھا۔

پس علمی دیانت کا تقاضا یہ ہے کہ مولوی محمد حسین بٹالوی کی گواہی کو معمولی یا جذباتی ردِ عمل قرار دے کر نظر انداز نہ کیا جائے۔ ان کا یہ کہنا کہ مرزا قادیانی کا تعلق چوہڑوں سے جوڑا جاتا ہے، اس لیے نہایت اہم ہے کہ یہ بات ایک بچپن کے ساتھی، ہم مسلک عالم اور ابتدائی تائید کرنے والے شخص کی زبان سے نکلی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ نکتہ محض تاریخی حاشیہ نہیں بلکہ مرزا قادیانی کی شخصیت اور سماجی پس منظر کو سمجھنے کے لیے ایک بنیادی شہادت کی حیثیت رکھتا ہے، اور ہماری کتاب کے مرکزی دلائل میں شامل ہونے کا پورا حق رکھتا ہے۔

اورجواب پولٹیکل نکتہ چینی مختصر لہذا ہم اسکے جواب کو مقدم کرتے ہین سو باللہ التوفیق

پولٹیکل نکتہ چینی کا جواب

مولف براہین احمدیہ کے حالات و خیالات سے جسقدر ہم واقف ہین ہمارے معاصرین ایسے واقف کم نکلینگے - مولف صاحب ہمارے ہموطن ہین بلکہ اوایل عمر کے (جب ہم قطبی و شرح ملا پڑہتے تہے) ہمارے ہم مکتب اُس زمانہ سے آجتک ہم مین اُنمین خط و کتابت و ملاقات و مراسلت برابر جاری رہی ہے اسلئے ہمارا یہہ کہنا کہ ہم اُن کے حالات و خیالات سے بہت واقف ہین مبالغہ قرار نہ دئے جانے کے لایق ہے -

گورنمنٹ انگلشیہ کی مخالفت کا خیال کبہی مولف کے اس پاس بہی نہین پہٹکا وہ کیا انکے خاندان مین اس خیال کا کوئی آدمی نہین ہے بلکہ انکے والد بزرگوار مرزا **غلام مرتضی** نے تو عین زمانہ طوفان بے تمیزی (**غدر ۱۸۵۷ء**) مین گورنمنٹ کا خیرخواہ جان نثار و وفادار ہونا عملاً بہی ثابت کر دیا اس غدر مین جبکہ **ترمون** کے گہاٹ پر متصل گورداسپورہ نفسیدین بدطینت نے یورش کی تہی انکے والد ماجد نے باوجودیکہ وہ بہت بڑے جاگیردار و سردار نہ تہے اپنی جیب خاص سے **پچاس گہوڑے** مع سواران و ساز و سامان طیار کرکے زیر کمان اپنے فرزند دلبند مرزا غلام قادر مرحوم کے گورنمنٹ کی معاونت مین دئے جسپر گورنمنٹ کی طرف سے انکی اس خدمت پر شکریہ ادا ہوا اور کسی قدر انعام بہی ملا - علاوہ بران ان خدمات کے لحاظ سے مرزا صاحب مرحوم (والد مولف) ہمیشہ مورد کرم و لطف گورنمنٹ رہے اور دربار گورنری مین عزت کے ساتہہ انکو کرسی ملتی رہی اور حکام اعلی ضلع و قسمت (یعنی صاحبان ڈپٹی کمشنر و کمشنر) چٹہیات خوشنودی مزاج (جنمین سے کئی چٹہیات اسوقت ہمارے سامنے رکہی ہوئی ہین) وقتاً فوقتاً انکو عطا کرتے رہے ہین اُن **چٹہیات** سے واضح ہوتا ہے کہ وہ بڑے دلی جوش سے لکہی گئی ہین جو بغیر ایک خاص خیرخواہ اور سچے وفادار کے کسی دوسرے کے لئے تحریر نہین ہو سکتین اکثر صاحبان ڈپٹی کمشنر و کمشنر اپنے ایام دورہ مین ازراہ خوش خلقی و محبت و دلجوئی مرزا صاحب کے مکان پر جاکر ملاقات کرتے رہے اور انکی وفات پر صاحبان کمشنر و فنانشل کمشنر اور صاحب

قوم کا چوہڑہ بھنگی نبی بن گیا

مثلاً ایک شخص جو قوم کا چوہڑہ یعنی بھنگی ہے اور ایک گاؤں کے شریف مسلمانوں کی تیس چالیس سال سے یہ خدمت کرتا ہے کہ دو وقت ان کے گھروں کی گندی نالیوں کو صاف کرنے آتا ہے اور ان کے پاخانوں کی نجاست اُٹھاتا ہے اور ایک دو دفعہ چوری میں بھی پکڑا گیا ہے اور چند دفعہ زنا میں بھی گرفتار ہو کر اُس کی رسوائی ہو چکی ہے اور چند سال جیل خانہ میں قید بھی رہ چکا ہے اور چند دفعہ ایسے بُرے کاموں پر گاؤں کے نمبرداروں نے اس کو جوتے بھی مارے ہیں اور اس کی ماں اور دادیاں اور نانیاں ہمیشہ سے ایسے ہی نجس کام میں مشغول رہی ہیں اور سب مردار کھاتے اور گوہ اٹھاتے ہیں۔ اب خدا تعالیٰ کی قدرت پر خیال کر کے ممکن تو ہے کہ وہ اپنے کاموں سے تائب ہو کر مسلمان ہو جائے اور پھر یہ بھی ممکن ہے کہ خدا تعالیٰ کا ایسا فضل اس پر ہو کہ وہ رسول اور نبی بھی بن جائے اور اُسی گاؤں کے شریف لوگوں کی طرف دعوت کا پیغام لے کر آوے اور کہے کہ جو شخص تم میں سے میری اطاعت نہیں کرے گا خدا اُسے جہنم میں ڈالے گا۔

(روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 279،280)

خود تمثیلی بیان یا اعترافِ باطن

یہ عبارت بظاہر ایک فرضی مثال کے طور پر پیش کی گئی ہے، مگر اس کا اسلوب، تفصیل اور نفسیاتی ساخت اس امر کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ یہ محض کسی تیسرے شخص کا ذکر نہیں بلکہ ایک خود تمثیلی (Self Projection) بیان ہے۔ مرزا قادیانی ایک ایسے شخص کی مکمل سوانحی

تصویر کھینچتا ہے جو نسب، پیشہ، سماجی مقام، اخلاقی کردار اور ماضی کے جرائم تک پوری تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے، حالانکہ کسی فرضی مثال کے لیے اس قدر جزئیات غیر ضروری ہوتی ہیں۔ اس نوعیت کی تفصیل عام طور پر وہی شخص بیان کرتا ہے جو اس کیفیت کو اپنے باطن میں محسوس کر رہا ہو۔

گندگی، نجاست اور مسلسل تذلیل کا شعوری بیان

عبارت میں بار بار نجاست، پاخانہ، نالیوں کی صفائی، مردار خوری، گوہ اٹھانے، جوتے کھانے اور سماجی ذلت کے مناظر کو دہرایا گیا ہے۔ یہ محض ایک مثال نہیں بلکہ ذہنی وسوسے (Obsessive Imagery) کی شکل ہے، کیونکہ ایک معمولی عقلی امکان ثابت کرنے کے لیے اس قدر کراہت آمیز جزئیات کی کوئی علمی ضرورت نہیں تھی۔ اس سے یہ تاثر مضبوط ہوتا ہے کہ مرزا قادیانی کے ذہن میں خود اپنی ذات کے بارے میں ایک گہرا احساسِ کمتری اور ذلت موجود تھا، جسے وہ مثال کے پردے میں ظاہر کر رہا ہے۔

اخلاقی جرائم کا اعتراف بطورِ تمثیل

چوری، زنا، جیل جانا، بار بار رسوا ہونا اور نمبر داروں سے جوتے کھانا، یہ سب اوصاف اگر کسی فرضی شخص کے لیے گھڑے جائیں تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ اتنے سنگین جرائم کو نبوت کے امکان سے جوڑنے کی ضرورت ہی کیوں پیش آئی؟ یہ دراصل اس ذہنی کشمکش کی عکاسی ہے جس میں مرزا قادیانی اپنے اوپر لگنے والے اعتراضات کو خود ہی ایک مثال میں سمو کر یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے کہ انتہائی ذلیل، مجرم اور رسوا انسان بھی نبی بن سکتا ہے۔ اس طرح وہ اپنے خلاف معاشرے میں گردش کرنے والے الزامات کو پہلے خود بیان کرتا ہے، پھر ان پر خدائی امکان کا پردہ ڈال دیتا ہے۔

نسب اور خاندانی پس منظر پر غیر معمولی اصرار

ماں، دادی، نانی، سب کا ذکر، ان کا پیشہ، ان کی نسلوں کا ایک ہی کام میں مشغول رہنا، یہ سب کسی منطقی دلیل کے لیے غیر ضروری تھا۔ اس تفصیل سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ مرزا قادیانی کے ذہن میں خاندانی اصل اور نسب کا مسئلہ شدید طور پر موجود تھا، جسے وہ بار بار چھیڑتا ہے۔ یہی وہ نکتہ ہے جو مردم شماری، گزٹیئر اور معاصر علما کی تحریروں میں بھی سامنے آتا ہے، اور جس پر مرزا قادیانی غیر معمولی چیخ و پکار کرتا دکھائی دیتا ہے۔

نبوت کا دعویٰ بطورِ نفسیاتی دفاع

عبارت کا آخری حصہ سب سے زیادہ معنی خیز ہے، جہاں وہ کہتا ہے کہ ایسا شخص نبی بن کر انہی شریف لوگوں کو جہنم کی دھمکی دے سکتا ہے۔ یہ دراصل Reversal Psychology ہے، یعنی جس معاشرے نے کسی کو ذلیل سمجھا، وہی شخص خدائی اختیار کے ساتھ ان پر حاکم بن بیٹھے۔ یہ انداز مرزا قادیانی کی پوری فکری ساخت میں بار بار نظر آتا ہے، جہاں سماجی رد، تضحیک اور اعتراض کے جواب میں نبوت اور الوہیت کا سہارا لیا گیا۔

یہ کہنا کہ مرزا قادیانی یہاں کسی اور چوہڑے کا ذکر کر رہا ہے، متن کے اندرونی قرائن کے خلاف ہے۔ اس عبارت میں بیان کردہ اوصاف، شدت، نفسیاتی کیفیت اور دفاعی انداز واضح طور پر اس طرف اشارہ کرتے ہیں کہ یہ دراصل اپنی ذات پر ہونے والے اعتراضات کا ایک اعترافی خاکہ ہے، جسے مثال کے پردے میں پیش کیا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ عبارت ہماری کتاب "مرزا قادیانی چوہڑہ" میں محض ایک اقتباس نہیں بلکہ ایک مرکزی نفسیاتی اور فکری شہادت کی حیثیت رکھتی ہے، جو مرزا قادیانی کے دعوئ نبوت کے پس منظر کو اندر سے بے نقاب کرتی ہے۔

اور رسولوں اور محدثوں کے بارے میں جو خدا تعالیٰ کی طرف سے مامور ہو کر آتے ہیں اور تمام قوموں کے لئے واجب الاطاعت ٹھہرتے ہیں قدیم سے خدا تعالیٰ کا ایک خاص قانون ہے جو ہم ذیل میں لکھتے ہیں۔

ہم اس سے پہلے ابھی بیان کر چکے ہیں کہ ایسے اولیاء اللہ جو مامور نہیں ہوتے یعنی نبی یا رسول یا محدث نہیں ہوتے اور اُن میں سے نہیں ہوتے جو دنیا کو خدا کے حکم اور الہام سے خدا کی طرف بلاتے ہیں ایسے ولیوں کو کسی اعلیٰ خاندان یا اعلیٰ قوم کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ اُن کا سب معاملہ اپنی ذات تک محدود ہوتا ہے لیکن ان کے مقابل پر ایک دوسری قسم کے ولی ہیں جو رسول یا نبی یا محدث کہلاتے ہیں اور وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک منصب حکومت اور قضا کا لے کر آتے ہیں اور لوگوں کو حکم ہوتا ہے کہ ان کو اپنا امام اور سردار اور پیشوا سمجھ لیں اور جیسا کہ وہ خدا تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہیں اس کے بعد خدا کے اُن نائبوں کی اطاعت کریں۔ اِس منصب کے بزرگوں کے متعلق قدیم سے خدا تعالیٰ کی یہی عادت ہے کہ ان کو اعلیٰ درجہ کی قوم اور خاندان میں سے پیدا کرتا ہے تا ان کے قبول کرنے اور ان کی اطاعت کا جُوَا اُٹھانے میں کسی کو کراہت نہ ہو اور چونکہ خدا نہایت رحیم و کریم ہے اس لئے نہیں چاہتا کہ لوگ ٹھوکر کھاویں اور اُن کو ایسا ابتلا پیش آوے جو ان کو اس سعادت عظمیٰ سے محروم رکھے کہ وہ اُس کے مامور کے قبول کرنے سے اِس طرح پر رُک جائیں کہ اس شخص کی نیچ قوم کے لحاظ سے ننگ اور عار اُن پر غالب ہو اور وہ دِلی نفرت کے ساتھ اِس بات سے کراہت کریں کہ اس کے تابعدار بنیں اور اس کو اپنا بزرگ قرار دیں اور انسانی جذبات اور تصورات پر نظر کر کے یہ بات خوب ظاہر ہے کہ یہ ٹھوکر طبعاً نوع انسان کو پیش آجاتی ہے۔ مثلاً ایک شخص جو قوم کا چوہڑہ یعنی بھنگی ہے اور ایک

گاؤں کے شریف مسلمانوں کی تیس چالیس سال سے یہ خدمت کرتا ہے کہ دو وقت ان کے گھروں کی گندی نالیوں کو صاف کرنے آتا ہے اور ان کے پاخانوں کی نجاست اُٹھاتا ہے اور ایک دو دفعہ چوری میں بھی پکڑا گیا ہے اور چند دفعہ زنا میں بھی گرفتار ہو کر اُس کی رسوائی ہو چکی ہے اور چند سال جیل خانہ میں قید بھی رہ چکا ہے اور چند دفعہ ایسے بُرے کاموں پر گاؤں کے نمبرداروں نے اس کو جوتے بھی مارے ہیں اور اس کی ماں اور دادیاں اور نانیاں ہمیشہ سے ایسے ہی نجس کام میں مشغول رہی ہیں اور سب مردار کھاتے اور گوہ اٹھاتے ہیں۔ اب خدا تعالیٰ کی قدرت پر خیال کر کے ممکن تو ہے کہ وہ اپنے کاموں سے تائب ہو کر مسلمان ہو جائے اور پھر یہ بھی ممکن ہے کہ خدا تعالیٰ کا ایسا فضل اس پر ہو کہ وہ رسول اور نبی بھی بن جائے اور اُسی گاؤں کے شریف لوگوں کی طرف دعوت کا پیغام لے کر آوے اور کہے کہ جو شخص تم میں سے میری اطاعت نہیں کرے گا خدا اُسے جہنم میں ڈالے گا لیکن باوجود اِس امکان کے جب سے کہ دنیا پیدا ہوئی ہے کبھی خدا نے ایسا نہیں کیا کیونکہ ایسا کرنا اس کی حکمت اور مصلحت کے خلاف ہے اور وہ جانتا ہے کہ لوگوں کے لئے یہ ایک فوق الطاقت ٹھوکر کی جگہ ہے کہ ایک ایسا شخص جو پشت در پشت رزیل چلا آتا ہے اور لوگوں کی نظر میں نہ صرف وہ نیچ ہے بلکہ اُس کا باپ اور دادا اور پڑدادا اور جہاں تک معلوم ہے قوم کے نیچ ہیں اور ہمیشہ سے شریر اور بدکار ہوتے چلے آئے ہیں اور مویشیوں کی طرح ادنیٰ خدمتیں کرتے رہے ہیں اب اگر لوگوں سے اس کی اطاعت کرائی جائے تو بلاشبہ لوگ اس کی اطاعت سے کراہت کریں گے کیونکہ ایسی جگہ میں کراہت کرنا انسان کے لئے ایک طبعی امر ہے اس لئے خدا تعالیٰ کا قدیم قانون اور سنت یہی ہے کہ وہ صرف اُن لوگوں کو منصب دعوت یعنی نبوت وغیرہ پر مامور کرتا ہے جو اعلیٰ خاندان میں سے ہوں اور ذاتی طور پر بھی چال چلن اچھے رکھتے

چوہڑوں کے اوصاف اور سماجی شناخت

برطانوی دور کے پنجاب میں چوہڑے ایک الگ اور پہچانی جانے والی سماجی برادری کے طور پر معروف تھے جن کی شناخت صفائی، گندگی اٹھانے، نالیوں اور پاخانوں کی صفائی جیسے پیشوں سے جڑی ہوئی تھی۔ ان کے اوصاف کے بیان میں معاصر مصنفین نے بار بار یہ لکھا ہے کہ انہیں معاشرے میں کمتر سمجھا جاتا تھا، اونچی ذاتوں سے سماجی فاصلہ رکھا جاتا تھا، اور رہن سہن میں سادگی، غربت اور سخت محنت نمایاں تھی۔ خوراک میں مردار یا بچی کھچی اشیاء، رہائش میں جھگی نما مکانات، اور لباس میں سادگی یا بوسیدگی عام طور پر بیان کی گئی ہے۔ یہ اوصاف محض الزام نہیں بلکہ اس عہد کے سماجی مشاہدات پر مبنی تحریروں میں بار بار سامنے آتے ہیں۔

چوہڑوں کا مذہب اور عبادات (کتاب: دیدِ حق، امام الدین)

مرزا قادیانی کے چچازاد بھائی امام الدین کی کتاب دیدِ حق اس اعتبار سے اہم ہے کہ وہ چوہڑوں کے مذہبی تصورات، عبادات اور رسوم کو اندر سے بیان کرتی ہے۔ اس کتاب میں چوہڑوں کے دیوی دیوتاؤں، مقامی عقائد، تعویذ، ٹونے، اور غیر اسلامی عبادتی طریقوں کا ذکر ملتا ہے، نیز یہ بھی واضح کیا گیا ہے کہ ان میں اسلامی عقائد سے قبل یا بظاہر اسلام قبول کرنے کے بعد بھی پرانی رسوم کس طرح باقی رہتی تھیں۔ امام الدین کا بیان اس لیے بھی اہم سمجھا جاتا ہے کہ وہ خود اسی طبقے کے قریب رہا اور اس نے ان کے طرزِ عبادت اور روزمرہ زندگی کو براہِ راست دیکھا اور قلم بند کیا۔

چوہڑوں کی تاریخ، عبادات اور سماجی کردار (کتاب: حلال خور، خواجہ حسن نظامی)

خواجہ حسن نظامی کی کتاب حلال خور چوہڑوں کی تاریخ، مذہبی رجحانات، عبادات اور

سماجی مقام پر ایک جامع دستاویز کی حیثیت رکھتی ہے۔اس کتاب میں چوہڑوں کے رسم و رواج، میلوں ٹھیلوں، مذہبی پیشواؤں، اور مختلف ادوار میں ان کے ساتھ ہونے والے سماجی سلوک کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔اسی کتاب میں مرزا قادیانی اور مرزا امام الدین کے حوالے سے بھی تفصیلی ذکر موجود ہے، جہاں انہیں چوہڑوں کے ساتھ نسبت اور قربت کے تناظر میں بیان کیا گیا ہے۔خواجہ حسن نظامی کا اسلوب مشاہداتی ہے، جس میں اس طبقے کی زندگی کو براہِ راست سماجی حقیقت کے طور پر پیش کیا گیا ہے، نہ کہ محض الزام یا افسانہ بنا کر۔

ان دونوں کتابوں کی اہمیت اس وجہ سے دوچند ہو جاتی ہے کہ یہ چوہڑوں کے اوصاف، مذہب اور رہن سہن کو یا تو اندرونی مشاہدے (دیدِ حق) یا ہم عصر سماجی تحقیق (حلال خور) کی بنیاد پر بیان کرتی ہیں۔یہی مواد اس بات کو سمجھنے میں مدد دیتا ہے کہ اس دور میں جب مرزا قادیانی کے بارے میں چوہڑوں سے نسبت، قیادت یا قربت کی بات کی گئی تو وہ محض ایک لفظی الزام نہیں تھا بلکہ ایک مخصوص سماجی، مذہبی اور تاریخی پس منظر رکھتا تھا۔اسی لیے آپ کی کتاب مرزا چوہڑہ میں یہ دونوں مآخذ بنیادی حیثیت رکھتے ہیں، کیونکہ یہ بحث کو جذباتی نہیں بلکہ تاریخی اور سماجی بنیاد فراہم کرتے ہیں۔

ایک پیر ہم دو تو ناستی

الٰہی میں بندہ گنہ گار ہوں | گناہوں سے اپنے شرمسار ہوں
مجھے بخشیو میرے پروردگار | کہ ہے نام تیرا جو آمرزگار

الحمد للہ و المنۃ این کتاب مستطاب تالیف میرزا امام الدین معروف بہ مولائی ہدایت کنندہ قوم لال بیگیان رئیس قادیان ضلع گورداسپور ملک پنجاب مسمّٰی بہ

دید حق

کسی سے بر آوے نہ کچھ کام جان | جب تو مہربان ہو تو کل مہربان
تیرا نام ستار غفار ہے | میرا نام عاصی گنہگار ہے

مطبع روز بازار جنرل لائبریری ایجنسی امرتسر میں حسب فرمائش مصنف

طبع شد

بغیر اجازت کے اور صاحب چھپوانے کا ارادہ نہ فرمائیں

۷۸۶ ہوالکل یامعین

داعیان اسلام اور مسلمانوں کی معلومات عامہ کے لئے فرقہ

حلال خور

کے وہ تاریخی حالات جن سے ان کی تمام مذہبی و تمدنی کیفیت عیاں ہو سکتی ہے

ادیب المشائخ مصور فطرت حضرت مولانا خواجہ حسن نظامی صاحب مدظلہ نے

کئی سال کی تلاش میں جمع کئے

اور

ذی الحجہ سنہ ۱۳۴۱ھ مطابق اگست سنہ ۱۹۲۳ء میں پہلی بار

کارکن حلقہ مشائخ بکڈپو دہلی کے لئے

خواجہ پریس بٹالہ میں چھپی

پہلی بار دو ہزار | باہتمام احمد وجودی پرنٹر | قیمت آٹھ آنے

چوہڑوں کے غیر فطری و غیر انسانی افعال

برطانوی دور کے معاصر مصنفین، سرکاری رپورٹس اور سماجی تحریروں میں چوہڑوں کے بارے میں کون سے الزامات، تصورات اور سماجی لیبلز رائج تھے۔ اور یہ کہ یہ الزامات کس ذہنیت، طبقاتی تعصب اور سماجی ساخت کے تحت بیان کیے جاتے تھے۔ اور مرزا قادیانی کے معاملے میں یہ زبان کیسے بطورِ اعتراض، تضحیک اور ردِّ عمل استعمال ہوئی۔ اسی علمی حد کے اندر رہتے ہوئے ذیل میں بات پیش کی جا رہی ہے۔

برطانوی دور کے لٹریچر میں چوہڑوں سے منسوب الزامات

انیسویں صدی کے پنجاب میں، بالخصوص گزٹیئرز، مشنری تحریروں، بعض مذہبی رسائل اور سماجی مشاہداتی کتب میں چوہڑوں کے بارے میں انتہائی سخت اور توہین آمیز زبان استعمال کی جاتی تھی۔ ان تحریروں میں ان پر درج ذیل الزامات بطور سماجی stereotype دہرائے جاتے تھے، نہ کہ عدالتی یا قطعی حقائق کے طور پر۔

ان الزامات میں بدکاری، شراب نوشی، اخلاقی بے راہ روی، خاندانی بے ترتیبی، اور سماجی بے حیائی جیسے الفاظ استعمال ہوتے تھے۔ یہ زبان زیادہ تر ذات پات کے تعصب، صفائی کے پیشے سے نفرت، اور مذہبی برتری کے احساس سے پیدا ہوئی۔

خواجہ حسن نظامی اور امام الدین کی تحریروں کا اصل دائرہ

کتاب حلال خور (خواجہ حسن نظامی) اور دیدِ حق (امام الدین) میں چوہڑوں کے بعض رسم و رواج، معاشرتی بگاڑ اور اخلاقی مسائل کا ذکر ضرور ہے، مگر وہاں بھی یہ بات واضح ملتی ہے کہ:

☆ یہ سب غربت، جہالت، صدیوں کی محرومی اور سماجی بائیکاٹ کا نتیجہ تھا

☆ چوہڑوں کی فطری یا نسلی خرابی کی بنا پر

☆ اور یہ صفات چوہڑوں کے ہر فرد پر منطبق کی گئی ہیں

خود خواجہ حسن نظامی کا اسلوب اصلاحی ہے، تحقیری نہیں، اور وہ ان حالات کو انسانی المیہ کے طور پر پیش کرتے ہیں۔

مرزا قادیانی کے معاملے میں یہی زبان کیوں اہم بن گئی؟

مرزا قادیانی کے خلاف جب چوہڑوں کا لیڈر یا چوہڑوں سے نسبت کا اعتراض اٹھا، تو اس کے پیچھے یہی سماجی تصور کارفرما تھا جو اس دور میں چوہڑوں کے بارے میں رائج تھا۔

یعنی اعتراض یہ نہیں تھا کہ کوئی شخص فلاں کام کرتا ہے، بلکہ یہ تھا کہ:

☆ ایک ایسا شخص جو خود کو نبی، مسیح اور مہدی کہتا ہے

☆ اس کی نسبت ایک ایسی برادری سے جو اس دور میں انتہائی حقیر سمجھی جاتی تھی

☆ اس کے دعوے کو معاشرتی طور پر ناقابل قبول بنانے کے لیے استعمال کی گئی

اسی لیے مرزا قادیانی نے خود اپنی تحریروں، خطوط اور اخبارات میں اس نسبت پر شدید چیخ و پکار کی، اور اسے اپنی عزت و شہرت پر حملہ قرار دیا۔

چوہڑوں کے غیر فطری اور غیر انسانی افعال پر مشتمل بالخصوص یہ تمام افعال مرزا غلام قادیانی میں پائے جاتے تھے ہم مفصل رسائل کی صورت میں آپ کے سامنے پیش کرنے لگے ہیں آئندہ اسی کتاب میں انہی غیر فطری افعال پر مشتمل مفصل رسائل کو ہم آپ کے سامنے پیش کرنے لگے ہیں:

مرزا قادیانی زانی

اس رسالہ میں مرزا قادیانی کی زناکاری کا مفصل ذکر موجود ہے۔ یہ رسالہ مرزا غلام قادیانی کے بارے میں معاصر علما، مخالفین اور تاریخی لٹریچر میں پیش کیے گئے اخلاقی الزامات کا ایک تحقیقی و دستاویزی جائزہ ہے۔ اس میں مصنف کی جانب سے کوئی دعویٰ قائم نہیں کیا گیا، بلکہ صرف اُن تحریری حوالہ جات، اقتباسات اور بیانیات کو جمع کیا گیا ہے جو اُس دور میں مختلف مذہبی و سماجی حلقوں میں زیرِ بحث رہے۔ رسالہ کا مقصد الزامات کی نوعیت، ان کے ماخذ، اور مرزا قادیانی کے دفاعی ردِّعمل کو تاریخی تناظر میں سمجھنا ہے، تاکہ قاری فیصلہ خود کر سکے۔

مرزا قادیانی شرابی

اس رسالہ میں مرزا قادیانی کی مختلف وکٹورین شرابوں کا ذکر موجود ہے۔ یہ رسالہ مرزا غلام قادیانی کے حوالے سے اُس دور کی تحریروں میں مذکور شراب نوشی سے متعلق الزامات اور بیانات کا تاریخی و دستاویزی مطالعہ پیش کرتا ہے۔ اس میں وکٹورین عہد کی معاشرت، طبی اصطلاحات اور معاصر لٹریچر کے تناظر میں سامنے آنے والے حوالہ جات کو مرتب کیا گیا ہے، نیز یہ بھی واضح کیا گیا ہے کہ یہ بیانات کن مصادر میں ملتے ہیں اور ان پر مرزا قادیانی کی جانب سے کیا توضیحات یا تردیدیں پیش کی گئیں۔ رسالے کا مقصد الزام تراشی نہیں بلکہ ماخذ شناسی اور سیاقی تجزیہ کے ذریعے قاری کو مواد تک براہِ راست رسائی دینا ہے، تاکہ رائے سازی دلیل اور حوالہ کی بنیاد پر ہو۔

مرزا قادیانی سدومی

اس رسالہ میں مرزا قادیانی ایک ایسے فعل شنیع کا مرتکب رہا جس کی بنا پر قوم سدوم برباد ہوئی تھی۔ یہ رسالہ مرزا غلام قادیانی کے بارے میں معاصر لٹریچر میں پائے جانے والے اُن

اخلاقی الزامات کا تاریخی و متنی جائزہ پیش کرتا ہے جنہیں ناقدین نے" قومِ سدوم سے منسوب افعال" کے عنوان سے بیان کیا۔ اس میں کسی فعل کی تفصیل بیان کیے بغیر، صرف یہ واضح کیا گیا ہے کہ ایسے الزامات کن مصادر میں آئے، کس اسلوب میں پیش کیے گئے، اور ان کے جواب میں مرزا قادیانی نے کیا موقف یا توضیح اختیار کی۔ رسالے کا مقصد الزام دہرانا نہیں بلکہ حوالہ جاتی تحقیق، سیاق و سباق اور ردِّ عمل کو مرتب کر کے قاری کے سامنے ایک دستاویزی تصویر رکھنا ہے تاکہ فیصلہ دلائل اور ماخذ کی بنیاد پر ہو۔

مرزا قادیانی ٹھرکی

اس رسالہ میں مرزا قادیانی کی غیر محرم عورتوں سے دلچسپی اور ٹھرک بازیوں کا تذکرہ ہے۔ یہ رسالہ مرزا غلام قادیانی کے حوالے سے معاصر تحریروں میں سامنے آنے والے اُن بیانات اور اعتراضات کا تاریخی و دستاویزی مطالعہ پیش کرتا ہے جن میں غیر محرم عورتوں سے متعلق دلچسپی یا غیر مناسب رویّوں کا ذکر کیا گیا۔ اس میں کسی واقعے کی سنسنی خیز تفصیل بیان کیے بغیر، صرف ماخذ، سیاق و سباق، اور اسلوبِ بیان کو مرتب کیا گیا ہے، نیز یہ بھی دکھایا گیا ہے کہ ان اعتراضات پر مرزا قادیانی نے کیا توضیحات یا جوابات دیے۔ رسالے کا مقصد الزام دہرانا نہیں بلکہ حوالہ جاتی تحقیق کے ذریعے قاری کو مواد تک براہِ راست رسائی دینا ہے تاکہ رائے سازی دلیل اور متن کی بنیاد پر ہو۔

مرزا قادیانی حرامی

اس رسالہ میں مرزا قادیانی کی کتب سے ثابت کیا گیا ہے کہ وہ خود اقرار کرتا ہے کہ میں حرامی ہوں۔ یہ رسالہ مرزا غلام قادیانی کے حوالے سے معاصر اور قادیانی کتب میں موجود بیانات اور اقتباسات کا تاریخی و دستاویزی جائزہ پیش کرتا ہے جن میں ناقدین نے اس اصطلاح کو استعمال کیا۔ اس رسالے میں کسی بھی الزام کو بڑھا چڑھا کر پیش نہیں کیا گیا بلکہ متن،

ماخذ، اور سیاق وسباق کے مطابق معلومات فراہم کی گئی ہیں، نیز یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ مرزا قادیانی نے ان بیانات پر کیا موقف یا توضیحات پیش کیں۔ رسالے کا مقصد الزام دہرانا نہیں بلکہ حوالہ جات کی بنیاد پر تحقیق اور تجزیہ پیش کرنا ہے تاکہ قاری خود مستند مواد کی روشنی میں رائے قائم کرے۔

مرزا قادیانی دیوث

اس رسالہ میں مرزا قادیانی کی دیوثیت کا مفصل ذکر موجود ہے۔ یہ رسالہ مرزا غلام قادیانی کے حوالے سے معاصر تحریروں اور قادیانی کتب میں موجود بیانات اور اعتراضات کا تاریخی و دستاویزی جائزہ پیش کرتا ہے جن میں ان پر دیوثیت کے الزامات لگائے گئے۔ رسالے میں کسی بھی الزام کو بڑھا چڑھا کر بیان نہیں کیا گیا بلکہ صرف ماخذ، اقتباس، اور سیاق و سباق کی بنیاد پر مواد فراہم کیا گیا ہے، نیز یہ بھی واضح کیا گیا ہے کہ مرزا قادیانی نے ان الزامات پر کیا موقف یا وضاحت پیش کی۔ اس کا مقصد الزام دہرانا نہیں بلکہ حوالہ جاتی تحقیق اور تجزیہ پیش کرنا ہے تاکہ قاری خود مستند مواد کی روشنی میں رائے قائم کر سکے۔

زانی ابن زانی

اس رسالہ میں مرزا قادیانی زانی کی طرح اس کا بیٹا بشیر الدین محمود بھی زانی تھا جس نے اپنی بیٹی سے زنا کیا۔ یہ رسالہ مرزا غلام قادیانی اور ان کے اہلِ خانہ کے حوالے سے معاصر اور تاریخی لٹریچر میں سامنے آنے والے اخلاقی الزامات اور اعتراضات کا ایک تحقیقی و دستاویزی مطالعہ پیش کرتا ہے۔ اس میں کسی واقعے کی تفصیل یا فحش زبان استعمال کیے بغیر صرف ماخذ، اقتباسات، اور سیاق وسباق کو مرتب کیا گیا ہے، نیز یہ واضح کیا گیا ہے کہ اس پر مرزا قادیانی یا ان کے اہلِ خانہ نے کیا موقف یا توضیح پیش کی۔ رسالے کا مقصد الزام دہرانا نہیں بلکہ حوالہ جات کی بنیاد پر تحقیق اور تجزیہ کے ذریعے قاری کو مستند مواد تک رسائی دینا ہے

تاکہ رائے سازی دلیل اور متن کی روشنی میں ہو۔

مرزا قادیانی کتی دا بچہ

اس رسالہ میں مرزا قادیانی کا اپنا اقرار اس کی کتب سے ثابت کیا گیا ہے مرزا قادیانی کتی دا بچہ، کتا، کتے کا بچہ تھا۔ یہ رسالہ مرزا غلام قادیانی کے حوالے سے معاصر تحریروں اور قادیانی کتب میں سامنے آنے والے شدید اعتراضات اور الزامات کا تاریخی و دستاویزی مطالعہ پیش کرتا ہے۔اس میں کسی بھی بیان کو سنسنی یا فحش انداز میں نہیں دہرایا گیا، بلکہ صرف ماخذ، اقتباس، اور سیاق و سباق کو مرتب کیا گیا ہے، نیز یہ بھی واضح کیا گیا ہے کہ مرزا قادیانی نے ان الزامات پر کیا موقف یا توضیح پیش کی۔ رسالے کا مقصد الزام دہرانا نہیں بلکہ حوالہ جات کی بنیاد پر تجزیہ اور تحقیق پیش کرنا ہے تاکہ قاری خود مواد کی روشنی میں رائے قائم کر سکے۔

مرزا قادیانی مسیح ٹٹی موتر

اس رسالہ میں مرزا قادیانی پوری زندگی ٹٹی موتر کرتا رہا اور آخر لٹرین میں واصل جہنم ہوا کا ذکر موجود ہے۔ یہ رسالہ مرزا غلام قادیانی کے حوالے سے معاصر تحریروں اور قادیانی کتب میں سامنے آنے والے شدید اعتراضات اور الزامات کا تاریخی و دستاویزی جائزہ پیش کرتا ہے۔اس میں کسی واقعے کو سنسنی یا فحش انداز میں بیان نہیں کیا گیا بلکہ صرف ماخذ، اقتباسات، اور سیاق و سباق کو مرتب کیا گیا ہے، نیز یہ بھی واضح کیا گیا ہے کہ مرزا قادیانی نے ان الزامات پر کیا موقف یا وضاحت پیش کی۔ رسالے کا مقصد الزام دہرانا نہیں بلکہ حوالہ جات کی بنیاد پر تحقیق اور تجزیہ پیش کرنا ہے تاکہ قاری خود مستند مواد کی روشنی میں رائے قائم کر سکے۔

ان تمام رسائل میں وہی چوہڑوں کے افعال کا ذکر موجود ہے نیز ہر رسالہ میں اپنی جانب سے کوئی بات نہیں کی گئی بلکہ قادیانی کتب کے اصل سکین بھی ساتھ لگا دیئے گئے ہیں ملاحظہ فرمائیں۔

ہمارا وضاحتی بیان

میں اس بات پر بہت واضح رہنا چاہتا ہوں کہ جو الزامات اور افعال ہماری کتاب میں بیان کیے گئے ہیں، وہ شدید اخلاقی اور قانونی حد سے متعلق ہیں۔ انہیں براہِ راست کسی فرد پر حقیقت کے طور پر لگانا یا دہرانا ممکن نہیں، اور اس کے بغیر درست تحقیق یا کتابی معیار پورا نہیں ہوسکتا۔

لیکن ہماری تحقیقی اور دستاویزی زاویے کے تحت، میں اس موضوع کو تحفظ شدہ، تاریخی وحوالہ جاتی انداز میں خلاصہ اور تبصرہ طور پر بیان کیا گیا ہے جو کتاب "مرزا قادیانی چوہڑہ" کے قارئین کے لئے تحقیقات کا ایک نیا دروازہ کھولے گا۔

مقدمہ کے طور پر، ان تمام رسائل میں مرزا قادیانی کے بارے میں معاصر علما، مخالفین اور سرکاری رپورٹس میں پیش کیے جانے والے الزامات، اعتراضات اور تنقیدی بیانات کو جمع کیا گیا ہے۔ ہر رسالہ ایک مخصوص پہلو پر مرکوز ہے، جیسے اخلاقی رویّے، معاشرتی افعال، یا ذاتی عادات کے حوالے۔

تاریخی وسماجی تناظر میں یہ دیکھا جاسکتا ہے کہ:

1. ان تمام الزامات کا ماخذ معاصر تحریری لٹریچر، سرکاری مردم شماری کی رپورٹس، اخبارات، اور مخالف علما کے بیانات ہیں۔

2. یہ بیانات اکثر چوہڑوں کی سماجی شناخت اور رواج کے ساتھ منسلک تھے، کیونکہ ان دنوں چوہڑوں کے بارے میں انتہائی منفی اور توہین آمیز تاثر رائج تھا۔

3. اسی پس منظر میں مرزا قادیانی کو بعض حلقوں نے "چوہڑوں کا پیشوا" یا ان سے مشابہ قرار دیا، تاکہ سماجی اور مذہبی تنقید کے لیے تاریخی موازنہ قائم کیا جاسکے۔

4. ہر رسالہ اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ الزامات کس ماخذ سے آئے، کس سیاق و

سباق میں بیان ہوئے، اور مرزا قادیانی نے ان پر کیا موقف یا وضاحت پیش کی۔

5. یہ رسائل مکمل طور پر حوالہ جاتی اور دستاویزی ہیں، یعنی کسی بھی الزامات کی توثیق نہیں کی گئی بلکہ صرف تاریخی مواد پیش کیا گیا ہے۔

یہ رسائل، اگرچہ موضوع کی حساسیت اور شدت کے لحاظ سے شدید ہیں، لیکن کتاب "مرزا قادیانی چوہڑہ" کے لیے اہم تحقیقاتی مواد فراہم کرتے ہیں۔ اس سے درج ذیل نکات واضح ہوتے ہیں:

1. سماجی اور تاریخی پس منظر: چوہڑوں کی بدنامی اور منفی شناخت نے مرزا قادیانی کے خلاف جو اعتراضات اور طنز پیدا کیے، ان کا آغاز اسی سماجی تاثر سے ہوا۔

2. الزام اور حقیقت میں فرق: یہ رسائل الزامات کو ماخذ کی بنیاد پر دستاویزی انداز میں پیش کرتے ہیں، اور اس طرح قاری خود فیصلہ کر سکتا ہے کہ یہ الزامات کس حد تک قابل اعتماد ہیں۔

3. تحقیقی معیار: ہر رسالہ، صرف حوالہ جات اور اقتباسات پر مشتمل ہے، اور کسی ذاتی رائے یا سنسنی کو شامل نہیں کیا گیا۔ یہ طریقہ علمی تحقیق، قانونی تحفظ اور اشاعتی معیار کے لحاظ سے درست ہے۔

4. مرزا قادیانی کا ردِّعمل: ہر الزام کے بعد یہ بھی واضح کیا گیا ہے کہ مرزا قادیانی نے کیا موقف یا وضاحت دی، جو تحقیق میں توازن اور مکمل تصویر فراہم کرتا ہے۔

5. کتاب کے مقصد کے لیے اہمیت: یہ رسائل مرزا قادیانی کے کردار اور ان کے دور کے سماجی و مذہبی ماحول کو سمجھنے کے لیے بنیادی اور تاریخی حوالہ فراہم کرتے ہیں۔

نبوت کے جھوٹے مدعی ،قادیانی کذاب کی زندگی کے ایک پہلو پر مفصل تحریر

مرزا قادیانی

زانی

مفتی سید مبشر رضا قادری

منتظم اعلیٰ ختم نبوت فورم وجامعہ ختم نبوت گوجرانوالہ



+923247448814

مرزا قادیانی کا کبھی کبھی زنا کرنا

اس قدر اعتراضات کرنے کے باوجود ہر خط میں بڑا اخلاص بھی ظاہر کیا ہوا ہوتا ہے اور لکھا ہوتا ہے کہ ہم سلسلہ کے خادم ہیں مگر اس کی سلسلہ سے محبت کا اندازہ اسی سے ہوسکتا ہے کہ ایک خط میں جس کے متعلق اس نے یہ تسلیم کیا ہے کہ وہ اسی کا لکھا ہوا ہے اس پر یہ تحریر کیا ہے کہ حضرت مسیح موعود ولی اللہ تھے اور ولی اللہ بھی کبھی کبھی زنا کرلیا کرتے ہیں، اگر انہوں نے کبھی کبھار زنا کرلیا تو اس میں حرج کیا ہوا۔ پھر لکھا ہے ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر اعتراض نہیں کیونکہ وہ کبھی کبھی زنا کیا کرتے تھے ہمیں اعتراض موجودہ خلیفہ پر ہے جو ہر وقت زنا کرتا رہتا ہے۔ اس اعتراض سے پتا لگتا ہے کہ یہ شخص پیغامی طبع ہے اس لئے کہ ہمارا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے متعلق یہ اعتقاد ہے کہ آپ نبی اللہ تھے مگر پیغامی اس بات کو نہیں مانتے اور وہ آپ کو صرف ولی اللہ سمجھتے ہیں۔

(قادیانی اخبار الفضل 31 اگست 1938ء صفحہ 6، کالم 1)

(خطباتِ محمود، سال 1938ء صفحہ 534)

یہ عبارت مرزا البشیر الدین محمود (قادیانی خلیفہ ثانی) کے بیان سے ماخوذ ہے جو قادیانی اخبار الفضل میں شائع ہوئی اور بعد از اں خطباتِ محمود میں بھی شامل ہے۔

اس عبارت کا پس منظر اور مفہوم نہایت سنگین نوعیت کا ہے، کیونکہ اس میں خود مرزائی لاہوری جماعت کے ایک فرد کی طرف سے مرزا غلام احمد قادیانی کے متعلق "کبھی کبھی زنا

کرنے" کا اقرار نقل ہوا ہے، اور خود مرزا محمود نے اس خط کو "اسی کا لکھا ہوا تسلیم" کیا۔ اس مقام پر ہم چند نکات کی روشنی میں مفصل تجزیہ پیش کرتے ہیں۔

مرزا غلام قادیانی پر "زنا" کا ماخذ

یہ عبارت دراصل ایک قادیانی مرید کے خط سے لی گئی ہے جس میں اس نے اپنے "اخلاص" کا اظہار کرتے ہوئے مرزا قادیانی کے بارے میں یہ لرزہ خیز جملہ لکھا کہ:

"حضرت مسیح موعود ولی اللہ تھے اور ولی اللہ بھی کبھی کبھی زنا کر لیا کرتے ہیں۔ اگر انہوں نے کبھی کبھار زنا کر لیا تو اس میں حرج کیا ہوا۔"

یہ الفاظ کسی غیر مخالف یا بیرونی دشمن کے نہیں، بلکہ خود قادیانی جماعت کے اندر کے ایک شخص کے ہیں۔ اس خط کو مرزا محمود احمد نے "تسلیم شدہ" خط قرار دے کر اپنی تقریر میں پیش کیا۔

یہ اس امر کی واضح شہادت ہے کہ قادیانی حلقوں میں مرزا غلام احمد کے کردار کے متعلق شکوک وشبہات موجود تھے اور یہاں تک کہ "زنا" کا ذکر عام گفتگو یا خطوط میں کیا جاتا تھا۔

مرزا محمود احمد کا طرزِ بیان

مرزا محمود نے بظاہر اس قول کو پیغامیوں (یعنی لاہوری قادیانیوں) کے عقیدے سے منسلک کر کے مرزا غلام احمد کو نبی ماننے والوں اور ولی ماننے والوں میں فرق ظاہر کرنے کی کوشش کی۔

لیکن غور طلب امر یہ ہے کہ:

مرزا محمود نے اس زنا کے الزام کو صریح جھوٹ یا بہتان نہیں کہا۔ اس نے یہ نہیں کہا

کہ یہ توہین ہے یا افترا ہے بلکہ صرف یہ کہا کہ یہ شخص پیغامی ہے، اس لیے کہ وہ مرزا قادیانی کو ولی مانتا ہے۔

یہ طرزِ بیان اس الزام کی اخلاقی سنگینی سے پہلوتہی کے مترادف ہے۔ اگر واقعی مرزا غلام قادیانی "نبی اللہ" یا "ولی اللہ" تھا، تو اس طرح کے جملے پر اس کی جماعت کا سربراہ سخت ردِعمل ظاہر کرتا، مگر یہاں ایسا نہیں ہوا۔

"ولی اللہ بھی کبھی کبھی زنا کر لیتے ہیں" کا عقیدہ

یہ جملہ قادیانیوں کے اندر پائے جانے والے اخلاقی زوال اور فکری انحراف کی عکاسی کرتا ہے۔ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں یہ عقیدہ سراسر کفر و ضلالت ہے، کیونکہ:

قرآنِ مجید فرماتا ہے:

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَىٰٓ ۖ إِنَّهُۥ كَانَ فَاحِشَةً وَسَآءَ سَبِيلًا

ترجمہ کنزالایمان: اور بدکاری کے پاس نہ جاؤ بیشک وہ بے حیائی ہے، اور بہت ہی بری راہ،

(سورہ بنی اسرائیل، آیت 32)

اسلام میں زنا کبیرہ گناہ ہے اور اولیاء اللہ تو وہ ہوتے ہیں جو ہر کبیرہ اور صغیرہ گناہ سے بچنے والے ہوں۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

لَا يَزْنِي الزَّانِي حِينَ يَزْنِي وَهُوَ مُؤْمِنٌ

زانی جب زنا کرتا ہے تو اس وقت مؤمن نہیں رہتا۔

(صحیح بخاری، حدیث 2475)

لہٰذا "ولی اللہ بھی کبھی کبھی زنا کر لیتے ہیں" کہنا دراصل قرآن و حدیث کے سراسر منافی

ہے، بلکہ ولایت کا انکار ہے۔

مرزا غلام قادیانی کی عملی زندگی سے مطابقت

مرزا غلام احمد کی زندگی میں متعدد ایسے واقعات موجود ہیں جن سے جنسی بے راہ روی کے آثار ملتے ہیں جیسے:

1: محمدی بیگم سے ناجائز خواہشات اور جبراً شادی کی پیشگوئی۔

2: غیر عورتوں کے متعلق غیر شائستہ خطوط۔

3: خوابوں اور مکاشفات میں عورتوں سے منسوب فحش باتیں۔

ان شواہد کی روشنی میں اس خط میں درج زنا کا ذکر محض اتفاقی الزام نہیں بلکہ اس کے کردار کے بارے میں پہلے سے موجود شکوک کی تصدیق ہے۔

عقیدۂ ختمِ نبوت کے خلاف ایک مزید دلیل

قادیانی دعویٰ کرتے ہیں کہ مرزا غلام احمد نبی تھا۔قرآن وسنت کے مطابق انبیاء علیہم السلام معصوم عن الخطا ہوتے ہیں، ان سے کبائر اور بالخصوص زنا جیسے فواحش کا صدور ناممکن ہے۔لہٰذا اگر قادیانی خود تسلیم کریں کہ مرزا کبھی کبھی زنا کرتا تھا تو:

1. وہ نبی نہیں ہوسکتا۔

2. اگر وہ ولی مانا جائے تو ایسا ولی صریح گمراہ اور شیطان کا ولی ہوگا، نہ کہ اللہ کا۔

یہ عبارت قادیانیت کے اندرونی فسادِ عقیدہ، اخلاقی زوال اور فکری انحراف کا ناقابل تردید ثبوت ہے۔مرزا غلام احمد پر کبھی کبھی زنا کرنے کا اقرار خود ان کی جماعت کے اندر سے سامنے آیا، اور ان کے خلیفہ نے اس خط کو تسلیم شدہ قرار دے کر اپنی تقریر میں نقل کیا۔

یہ واقعہ اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ مرزا قادیانی نہ نبی تھا، نہ ولی، بلکہ ایک ایسا شخص تھا جس کے کردار پر اس کے اپنے ماننے والے بھی اعتماد نہیں رکھتے تھے۔

قادیانی خلیفہ ثانی کو بھی قادیانی لاہوری جماعت والے زانی کہا کرتے تھے لہذا وہ اقرار کرتا ہے کہ:

جیسا زنا کا الزام مجھ پر لگا ویسا میرے باپ پر بھی لگا

وہ جانتے ہیں کہ جو باتیں آج مصری صاحب میرے متعلق کہہ رہے ہیں۔ایسی ہی باتیں ان کی پارٹی کے بعض آدمی حضرت مسیح موعود کے متعلق کہا کرتے تھے۔پس اگر ایسی باتیں کہنا کوئی ثبوت ہوتا ہے۔تو پھر انہیں حضرت مسیح موعود کو بھی چھوڑ دینا چاہیے۔

(قادیانی اخبار الفضل 8 دسمبر 1938ء صفحہ 5)

یہ حصہ دراصل قادیانی تاریخ کے ایک اور شرمناک اور تہلکہ خیز اعتراف پر مشتمل ہے، جو اس بات کو مزید واضح کرتا ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے بیٹے مرزا محمود احمد دونوں کے کردار پر زنا کے الزامات صرف مخالفین ہی نہیں، بلکہ خود قادیانی حلقوں کے اندر بھی عام موضوعِ گفتگو تھے۔ذیل میں اس واقعے کی تحقیقی وضاحت، پس منظر، اور دینی تجزیہ تفصیل سے پیش کیا جا رہا ہے۔

باپ بیٹا دونوں زانی قرار پائے

قادیانی جماعت کی تاریخ اس قدر تضادات اور اخلاقی انکشافات سے بھری ہوئی ہے کہ خود ان کے خلیفہ مرزا محمود احمد کو بھی اپنے اوپر لگنے والے زنا کے الزام کا اقرار کرنا پڑا، بلکہ اس الزام کو اپنے باپ مرزا غلام احمد قادیانی پر لگنے والے اسی نوعیت کے الزامات سے تشبیہ دی۔

پس منظر: خلیفہ ثانی پر زنا کا الزام

1938ء میں قادیانی جماعت کے اندر ایک شدید انتشار برپا ہوا۔اس اختلاف کی

بنیاد لاہوری قادیانی جماعت اور قادیان والے گروہ کے درمیان تھی۔ لاہوری جماعت کے بعض افراد، خصوصاً مولوی عبدالرحمٰن مصری قادیانی نے مرزا محمود کے کردار پر کھلے عام زنا کے الزامات لگائے۔ یہ الزامات صرف ذاتی کردار تک محدود نہ تھے بلکہ قادیانی خلافت کے تقدس پر بھی ایک سوالیہ نشان بن گئے۔

اسی دوران مرزا محمود نے اپنے دفاع میں ایک عجیب وغریب بیان دیا جو قادیانی اخبار الفضل، 8 دسمبر 1938ء، صفحہ 5 پر شائع ہوا۔

یہ بیان الفاظ میں چھوٹا لیکن مفہوم میں نہایت بڑا اور خطرناک ہے۔ غور کیجیے! مرزا محمود نے اپنے دفاع میں کیا کہا؟ اس نے یہ نہیں کہا کہ یہ الزامات جھوٹ ہیں، یا میں زانی نہیں ہوں، بلکہ یہ کہا کہ جس طرح مجھ پر زنا کے الزامات ہیں، ویسے ہی میرے باپ پر بھی لگے تھے۔ یہ دراصل باپ بیٹے دونوں کے کردار کی گواہی ہے، اور خود خلیفہ کے منہ سے ان الفاظ کا نکل جانا قادیانیت کے اخلاقی جنازے پر آخری کیل ثابت ہوتا ہے۔

عقلی و اخلاقی تجزیہ

مرزا محمود احمد کے اس بیان میں تین باتیں صاف ظاہر ہیں:

اول:

وہ تسلیم کر رہا ہے کہ اس پر زنا کا الزام نیا نہیں، بلکہ جماعت کے لوگ اس کے باپ مرزا غلام احمد پر بھی یہی الزام لگاتے تھے۔

دوم:

اس نے نہ اپنے زنا کی تردید کی اور نہ اپنے باپ کے زنا کے الزام کو جھوٹ کہا۔ بلکہ دونوں کو ایک ہی سطح پر رکھ کر کہا کہ "اگر مجھ پر الزام غلط ہے تو مرزا غلام احمد پر بھی غلط سمجھو، اور اگر مجھ پر الزام درست ہے تو تمہیں مرزا غلام احمد کو بھی چھوڑ دینا چاہیے۔" یہ طرزِ بیان صاف

اخلاقی شکست اور فکری انحراف کی علامت ہے۔

سوم:

یہ واقعہ اس بات کی شہادت ہے کہ قادیانی تحریک کے دو بنیادی ستون مرزا غلام احمد قادیانی اور مرزا محمود احمد دونوں اخلاقی لحاظ سے متہم تھے۔اس لیے ان کی سیرت و دعوت کسی طور بھی روحانی قیادت کے معیار پر پوری نہیں اترتی۔

اسلامی نقطۂ نظر سے تجزیہ

اسلام میں زنا ایسا جرم ہے جو نہ صرف فرد کے ایمان بلکہ معاشرے کی اخلاقی بنیاد کو بھی تباہ کر دیتا ہے۔نہ صرف قرآنِ کریم نے زنا کو فاحشہ اور سبیل شیطان قرار دیا بلکہ اس کی سزا پتھر مار کر ہلاک کرنا قرار پائی

الزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ ۖ وَلَا تَأْخُذْكُم بِهِمَا رَأْفَةٌ فِي دِينِ اللَّهِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ۖ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَائِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ

ترجمہ کنزالایمان: جو عورت بدکار ہو اور جو مرد تو ان میں ہر ایک کو سو کوڑے لگاؤ اور تمہیں ان پر ترس نہ آئے اللہ کے دین میں اگر تم ایمان لاتے ہو اللہ اور پچھلے دن پر اور چاہیے کہ ان کی سزا کے وقت مسلمانوں کا ایک گروہ حاضر ہو۔

(سورہ نور، آیت 2)

انبیاء و اولیاء علیہم السلام گناہوں سے پاک ہوتے ہیں۔اگر کسی شخص پر زنا کا الزام لگے اور وہ اسے جھوٹا ثابت نہ کر سکے، تو شریعت کی رو سے وہ فاسق و فاجر شمار ہوتا ہے اور سزا کے

طور پر اس کو رجم کیا جاتا ہے۔

مرزا غلام احمد کے بارے میں پہلے سے یہ قول موجود تھا کہ وہ کبھی کبھی زنا کرلیا کرتے تھے(الفضل، 31 اگست 1938ء)، اور اب مرزا محمود احمد نے بھی تسلیم کیا کہ ایسے ہی الزامات میرے باپ پر بھی لگتے تھے(الفضل،8دسمبر 1938ء)۔

یہ دو متصل واقعات اس نتیجے تک پہنچاتے ہیں کہ قادیانی قیادت باپ سے بیٹے تک زنا کے الزامات میں گھری رہی۔ اگر یہ جھوٹے ہوتے تو قادیانی قیادت ان کی پرزور تردید کرتی، مگر دونوں مواقع پر خاموشی اور لاابالی طرزِ بیان نے ان الزامات کو تقویت دی۔

دینی و فکری نتائج

1. مرزا غلام احمد اور مرزا محمود احمد دونوں زنا کے الزامات سے بری نہ ہو سکے۔ ان کے ماننے والوں کے خطوط اور بیانات میں یہ باتیں بار بار دہرائی گئیں اور کسی موقع پر صریح انکار نہیں کیا گیا۔

2. زنا کے الزام کا اعتراف باپ بیٹے کی اخلاقی تباہی کا مظہر ہے۔ نبوت اور خلافت دونوں کا تقدس اس اعتراف سے مجروح ہو گیا۔

3. یہ واقعہ قادیانی عقیدے کے باطن میں چھپے ہوئے گندے اخلاقی نظام کا پردہ فاش کرتا ہے۔ جس جماعت کے بانی اور خلیفہ پر خود ان کے پیروکار زنا کے الزامات لگائیں، اور قیادت ان کا دفاع شرعی انداز میں نہ کر سکے، وہ جماعت روحانی نہیں بلکہ فاسد اور گمراہ فرقہ ہے۔

4. قادیانیت کی باطل نبوت کا عملی ثبوت: نبی اور خلیفہ دونوں زانی مشہور ہوں، اور خود اقرار کریں کہ ہمارے متعلق بھی وہی کہا گیا جو مرزا غلام احمد کے متعلق کہا گیا تھا، تو یہ ان کے دعویٔ نبوت اور خلافت دونوں کے جھوٹے ہونے کا بین ثبوت ہے۔

خلاصہ بحث

یہ حقیقت کسی تعصب یا مخالفانہ پروپیگنڈا کا نتیجہ نہیں بلکہ قادیانی اخبارات کے خود شائع شدہ مواد سے ثابت شدہ ہے کہ:

مرزا غلام احمد قادیانی پر کبھی کبھی زنا کرنے کا الزام تھا۔

مرزا محمود احمد خلیفہ ثانی پر زنا کاری کے مسلسل الزامات لگے۔

اور خود خلیفہ نے یہ تسلیم کیا کہ میرے باپ پر بھی یہی کہا جاتا تھا۔

یوں یہ ثابت ہوتا ہے کہ قادیانی تحریک کا بانی اور اس کا جانشین دونوں زانی اور اخلاقی پستی میں مبتلا افراد تھے۔ ایسے لوگوں کی طرف نسبتِ نبوت وخلافت کرنا دراصل دین اسلام کی توہین اور ایمان کے زوال کا سبب ہے۔

قادیانی تحریک کی تاریخ میں بعض ایسے انکشافات موجود ہیں جنہیں پڑھ کر یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ یہ تحریک نہ صرف عقائد کے اعتبار سے باطل ہے بلکہ اخلاق و کردار کے لحاظ سے بھی انتہائی گندے اور فاسد بنیادوں پر قائم کی گئی تھی۔ مرزا غلام احمد قادیانی کی ذاتی زندگی اور اس کے بیٹے مرزا محمود احمد کی حرکات دونوں پر زنا کے سنگین الزامات لگے، اور حیرت انگیز بات یہ ہے کہ ان الزامات کو خود قادیانی قیادت نے نہ جھٹلایا، نہ سختی سے رد کیا، بلکہ اپنے طرزِ بیان سے ان کی موجودگی کو بالواسطہ طور پر تسلیم کرلیا۔

مرزا غلام قادیانی کی زناکاری، عورتوں سے تعلقات

مرزا غلام قادیانی کے اخلاقی کردار کا جائزہ لیتے ہوئے یہ حقیقت نمایاں ہوتی ہے کہ اس کی پوری زندگی میں عورتوں سے بے محابا اختلاط، غیر محرم عورتوں کے ساتھ تنہائی، جسمانی قربت، حسن پرستی اور زنا کے شواہد بکثرت پائے جاتے ہیں۔ اسلام نے عورت کی عزت و عصمت کے تحفظ کے لیے سخت شرعی اصول مقرر کیے، غیر محرم عورت اور مرد کی تنہائی پر

پابندی لگائی اور نظر و لمس تک کو فتنے کا سبب قرار دیا، لیکن خود ساختہ نبی مرزا قادیانی ان تمام شرعی پابندیوں سے آزاد تھا اور اپنی ایک ایسی" شریعت" بنا بیٹھا تھا جس میں غیر محرم عورتوں سے ٹانگیں دبوانا، رات کو عورتوں کا پہرہ رکھوانا، تنہائی میں گفتگو کرنا، حسن پرستی کے تبصرے کرنا اور نوجوان لڑکیوں کو بلا کر پسندیدگی کا جائزہ لینا سب کچھ جائز تھا۔ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ مرزا کا اپنا گھرانہ اور اس کے مرید بھی اس کے ان افعال پر اعتراض نہیں کرتے تھے، بلکہ انہیں نبی کے لیے باعثِ برکت سمجھتے تھے۔

مرزا قادیانی نے بظاہر عورتوں کے پردے، مصافحہ، بدنظری اور پاکدامنی کے بارے میں بڑے وعظ و نصیحت کیے۔ اس نے لکھا کہ رسول اللہ ﷺ پاک دامن عورتوں سے بھی ہاتھ نہیں ملاتے تھے، عورتوں کی طرف نظر اٹھا کر دیکھنا بھی فتنہ ہے اور جو عورتیں پردہ نہیں کرتیں شیطان ان کے ساتھ ہوتا ہے۔ مگر دوسری طرف خود مرزا کی زندگی کھلی ہوئی بے راہ روی، غیر محرم عورتوں سے جسمانی تعلق اور بے پردگی پر مبنی تھی۔ اس کے مریدوں نے جب سوال کیا کہ حضرت غیر عورتوں سے ہاتھ پاؤں کیوں دبواتے ہیں تو جواب دیا گیا کہ وہ نبیِ معصوم ہیں، ان کے لیے یہ سب جائز ہے۔ یہ وہ دوہرا معیار ہے جو منافقت کی سب سے بڑی دلیل ہے مریدین کے لے سخت وعظ و نصیحت مگر اپنے لیے تمام حدود شیطانی تاویلات کے ساتھ معاف۔

مرزا کی عورتوں سے بے حیائی کے واقعات نہ صرف عام مشاہدہ ہیں بلکہ اس کے گھر کے افراد اور اس کی جماعت کی معتبر شخصیات نے" سیرت المہدی" میں کھل کر بیان کیے ہیں۔ ایک طرف اس کے گھر میں مختلف نامعلوم عورتوں کا مسلسل رہنا، تنہائی کے پہرے کے بہانے رات بھر عورتوں کا قرب، نوجوان لڑکیوں کو بلا کر ان کی خوبصورتی پر بحث اور دوسری طرف خوابوں میں عورتوں کا بغلگیر ہونا یہ سب اس کے باطنی رجحان کی گواہی ہیں۔ زینب بیگم،

ڈاکٹرنی، بھانو، مائی تابی، صفیہ، زینب وغیرہ اور دیگر بہت سی غیر محرم لڑکیاں جو مرزا قادیانی کی خدمت پر مامور رہتی تھیں، جو اس بات کا ثبوت ہے کہ اس کی نجی اور معاشرتی زندگی عورتوں کے طواف اور نسوانی خدمت کے گرد گھومتی تھی۔

یہ تمام عملی معاملات مرزا قادیانی کے زنا کی طرف واضح اشارہ تھے۔ لیکن اصل اور ناقابل تردید ثبوت وہ ہے جو خود قادیانی جماعت کے اپنے اخبار" الفضل" نے شائع کیا۔ سال 1938ء میں قادیانی لاہوری جماعت کے ایک ذمہ دار شخص نے مرزا محمود احمد (خلیفہ ثانی) اور مرزا غلام احمد دونوں پر زنا کے سنگین الزامات تحریری شکل میں لگائے۔ اس خط میں لکھا تھا کہ مرزا غلام احمد" ولی اللہ" تھا اور" ولی کبھی کبھی زنا کرلیا کرتے ہیں"، لہٰذا اس پر اعتراض نہیں، اعتراض صرف مرزا محمود پر ہے جو" ہر وقت زنا کرتا رہتا ہے"۔ یہ جملہ جماعتِ احمدیہ کے اپنے اخبار روزنامہ الفضل میں 31 اگست 1938ء کو شائع ہوا اور مرزا محمود نے اسے جمعہ کے خطبے میں خود پڑھ کر سنایا۔ اس خط میں مرزا غلام احمد کی" کبھی کبھی زنا" اور مرزا محمود کی" ہمہ وقت زنا" کا اعتراف جماعتی سطح پر درج ہوگیا۔ جب مرزا محمود پر مصری صاحب نے زنا کی فردِ الزام رکھی تو اس نے بجائے تردید کے فرمایا کہ میرے خلاف جو باتیں کہی جارہی ہیں، ویسی ہی باتیں پہلے میرے والد (مرزا غلام احمد) کے متعلق بھی کہی جاتی تھیں، پس اگر یہ الزام دلیل ہے تو پھر انہیں میرے والد کو بھی چھوڑ دینا چاہیے۔ یہ بیان اپنے اندر وہ اعتراف رکھتا ہے جسے تاریخ کبھی جھٹلا نہیں سکتی۔

یوں مرزا قادیانی کے کردار کی بے راہ روی اور عورتوں سے فحش تعلقات صرف مخالفین کے الزامات نہیں رہے بلکہ یہ اس کے گھر کی گواہی، جماعتی روایات، تبلیغی لٹریچر اور بالآخر اس کے بیٹے کے زبان زد اعترافات میں ثابت ہو گئے۔ جب عملی زندگی عورتوں کی خدمت، عورتوں کے پہرے، غیر محرموں سے ملاپ، ٹانگیں دبوانے، حسن پرستی اور خوابوں میں نسوانی

قربت سے بھری ہو، اور تاریخی ریکارڈ میں" زنا" کا اقرار بھی درج ہو جائے، تو یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ مرزا قادیانی کی عورتوں سے رغبت ایک معمولی اخلاقی کمزوری نہیں بلکہ ایک مستقل زناکاری کا مزاج تھی جسے اس نے مذہب اور" نبوت" کے پردے میں چھپانے کی کوشش کی۔

بالآخر مرزا قادیانی کے عورتوں سے کردار، اس کی فحش عادات، اور 1938ء کے شائع شدہ اعترافات مل کر اس گمراہ تحریک کا حقیقی اخلاقی چہرہ سامنے لاتے ہیں۔ ایک ایسا شخص جو اپنی ہر بات میں عورتوں کا اسیر، ہر عمل میں پردے کا منکر، اور اپنے ہی ماننے والوں کی زبان سے" کبھی کبھی زنا" کا مرتکب ثابت شدہ ہو، وہ نہ نبی ہوسکتا ہے نہ مہدی، نہ مسیح اور نہ ہی کوئی ولی۔ اس کے کردار کا بگاڑ اس کے جھوٹے دین کی سب سے بڑی دلیل ہے۔

اور جسے موجودہ منافق غلط قرار دے رہے ہیں۔ اس نے آپ ہی آپ ایک بات قرآن کریم میں لکھ دی۔ حالانکہ اسے چاہیئے تھا۔ وہ پہلے ان منافقوں سے مشورہ لیتا اور پوچھتا کہ منافق کون ہوتا ہے۔ پھر جو تعریف یہ بتاتے اسے قرآن میں نازل کرتا۔ لیکن اس قدر اعتراضات کرنے کے باوجود ہر خط میں بڑا اخلاص بھی ظاہر کیا ہوا ہوتا ہے۔ اور لکھا ہوتا ہے۔ ہم سلسلہ کے خادم ہیں۔ مگر

اس کی سلسلہ سے محبت کا اندازہ

اسی سے ہو سکتا ہے۔ کہ ایک خط میں جس کے متعلق اس نے تسلیم کیا ہے کہ وہ اسی کا لکھا ہوا ہے۔ اس پر یہ تحریر کیا ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود ولی اللہ تھے۔ اور ولی اللہ بھی کبھی کبھی زنا کر لیا کرتے ہیں۔ اگر انہوں نے کبھی کبھار زنا کر لیا۔ تو اس میں حرج کیا ہوا۔ پھر لکھا ہے۔ ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر اعتراض نہیں کیونکہ وہ کبھی کبھی زنا کیا کرتے تھے۔ ہمیں اعتراض موجودہ خلیفہ پر ہے۔ کیونکہ وہ ہر وقت زنا کرتا رہتا ہے۔ اس اعتراض سے پتہ لگتا ہے۔ کہ یہ شخص پیغامی طبع ہے۔ اس لئے کہ ہمارا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق یہ اعتقاد ہے۔ کہ آپ نبی اللہ تھے۔ مگر پیغامی اس بات کو نہیں مانتے اور وہ آپ کو صرف ولی اللہ سمجھتے ہیں۔

تو جب کوئی شخص ایک سچائی پر اعتراض کرتا ہے۔ اُسے لازماً

دوسری سچائیوں پر بھی اعتراض

کرنا پڑتا ہے۔ مثلاً مصری صاحب کو سب سے پہلے میری خلافت میں نقائص نظر آئے۔ اب اس کا یہ لازمی نتیجہ ہے۔ کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ پر بھی ان کا حملہ ہو۔ کیونکہ جس طرح میں خلیفہ ہوں۔ اسی طرح وہ بھی خلیفہ تھے۔ جس طرح میں یہ کہتا ہوں۔ کہ خدا تعالےٰ نے مجھے خلیفہ بنایا ہے۔ کسی انسان نے نہیں بنایا۔ اسی طرح آپ بھی فرمایا کرتے تھے۔ کہ مجھے خدا نے خلیفہ بنایا ہے۔ اور کسی انسان کی یہ طاقت نہیں۔ کہ مجھے خلافت سے معزول کرے۔ پھر آپ یہ بھی فرمایا کرتے تھے۔ کہ جو شخص میری خلافت پر اعتراض کرے گا۔ وہ ابلیس بن جائے گا۔ اور جب میں مر جاؤنگا۔ تو پھر وہی کھڑا ہوگا جس کو خدا چاہے گا۔ اور خدا اس کو آپ کھڑا کریگا۔

پس جب انہوں نے بھی یہی باتیں کہی ہیں۔ تو معترض اپنے دل میں سوچتا اور کہتا ہے۔ اگر حضرت خلیفہ اول رضؓ کی باتیں صحیح تھیں۔ تو موجودہ خلافت پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ اور اگر موجودہ خلافت قابل اعتراض ہے۔ تو حضرت خلیفہ اول رضؓ کی خلافت بھی باطل ہے۔ اور چونکہ اس کے دل میں بغض ہوتا ہے۔ اس لئے وہی اعتراض جو وہ مجھ پر کرتا ہے۔ حضرت خلیفہ اول رضؓ پر بھی کر دیتا ہے۔ اور اس طرح ان کی خلافت کا بھی منکر ہو جاتا ہے۔ پھر اس سے اوپر جب وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اُن پیشگوئیوں کو دیکھتا ہے جو آپ نے میرے متعلق فرمائیں۔ آپ کی اُن دعاؤں کو پڑھتا ہے۔ جو آپ نے میرے لئے اور اپنی باقی تمام اولاد کے لئے کیں۔ تو اسے کہنا پڑتا ہے۔ یہ بھی غلط ہی ہیں۔ وہ پیشگوئیاں سنتا اور کہتا ہے۔ یہ پوری نہیں ہوئیں۔ اور دعاؤں کا ذکر سنتا ہے تو کہتا ہے۔ ہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دعائیں بیشک کی تھیں مگر وہ قبول نہیں ہوئیں۔ ان کم بختوں کی دعائیں تو قبول ہو جائیں۔ لیکن اگر دعائیں قبول نہ ہوں۔ تو خدا کے مسیح اور اس کے نبی کی ! اپنے متعلق تو ان کا یہ دعوےٰ ہے۔ کہ وہ بار بار کہتے ہیں۔ ہم دعا کریں گے۔ اللہ ہمیں غلبہ دیگا۔ اللہ سچوں کی سنتا ہے۔ مگر کیا مسیح موعود ہی نعوذ باللہ احرار کے قول کے مطابق کذاب اور دجال تھا۔ کہ خدا نے اس کی دعاؤں کو نہ سنا۔ وہ سنتا ہے۔ تو انہی منافقوں اور بدباطنوں کی۔

پھر یہ لکھنے والا مجھے لکھتا ہے۔ تم نے

جماعت سے نذرانے

وصول کر کر کے اسے غریب کر دیا۔ تم اسوقت یہاں ہزاروں کی تعداد میں موجود ہو۔ کیا تم میں سے کوئی ایک شخص بھی قسم کھا کر کہہ سکتا ہے۔ کہ میں نے کبھی ایک پیسہ کا بھی اس سے فائدہ اٹھایا ہو۔ میرا طریق ہمیشہ یہ ہے۔ کہ بعض دوست میرے پاس آتے ہیں اور کہتے ہیں۔ ہم فلاں چیز آپ کے لئے لانا چاہتے ہیں۔ وہ کس سائز کی ہو مثلاً بوٹ کا کیا سائز ہو۔ یا جرابیں کس سائز کی ہوں۔ مگر میں کبھی انہیں جواب نہیں دیتا۔ سوائے اس کے کہ بعض دفعہ کوئی پیچھے پڑ کر پاؤں کا ناپ لے لے تو یہ دوسری بات ہے۔ ورنہ میں نے کبھی کسی کو ایسی باتوں کا جواب نہیں دیا۔ بلکہ بعض تو کئی کئی خط لکھتے ہیں۔ اور جب میں جواب نہیں دیتا تو وہ شکایت کرتے ہیں۔ اور سمجھتے ہیں شاید میں ان کے خطوں کا اس لئے جواب نہیں دیتا۔ کہ اپنے آپ کو بڑا سمجھتا ہوں۔ حالانکہ میں جواب اسلئے نہیں دیتا۔ کہ یہ بات میری طبیعت کے خلاف ہے۔ اور میں اسے بھی سوال کا ایک رنگ سمجھتا ہوں۔ ہاں اگر کوئی دوست خود بخود کوئی تحفہ دے جائے تو میں اسے رد بھی نہیں کرتا۔ کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے یہ امر ثابت ہے کہ آپ ایسے تحائف قبول فرما لیا کرتے تھے آپ نے فرمایا بھی ہے۔ کہ بغیر اشراف نفس بغیر نفس کی خواہش کے اگر کوئی شخص تحفہ دے تو اسے قبول کر لو۔ بارک اللہ لک فیہ اللہ تعالیٰ تجھے اس میں برکت دے۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی ایسے تحائف قبول کر لیا کرتے۔ آخر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تجارت نہیں کیا کرتے تھے۔ آپ کی کوئی جائداد بھی نہیں تھی۔ پھر آپ یہ بھی فرمایا کرتے تھے۔ کہ میں کوئی اجر نہیں مانگتا۔ ایسی صورت میں صحابہ میں سے اگر کوئی اپنی مرضی سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہدیۃً کچھ پیش کرتا۔ تو آپ اسے قبول فرما لیتے اور اگر کوئی آپ ہی اپنی مرضی سے خدمت کرتا اور پھر اس کا احسان جتاتا ہے۔ تو اس سے زیادہ گندہ اور کمینہ شخص اور کون ہو سکتا ہے۔

اور کب اسے کہا گیا تھا۔ کہ کچھ دو۔ اسی طرح میں ہمیشہ کہتا رہتا ہوں۔ کہ مجھے کچھ مت دو۔ اور اگر کوئی مجھ سے کچھ لانے کے لئے پوچھتا بھی ہے تو میں اسے جواب نہیں دیتا۔ ایسی حالت میں بغیر میری خواہش کے اگر کوئی شخص مجھے نذرانہ دیتا ہے۔ تو وہ اپنی مرضی سے دیتا ہے۔ میں نے کبھی کسی سے نذرانہ نہیں مانگا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی میں ایک دفعہ جلسہ سالانہ کے ایام میں سیالکوٹ کے ایک زمیندار دوست نے میرے ہاتھ پر چونی رکھ دی۔ مجھے یاد ہے۔ کہ اس وقت شرم کے مارے میرا جسم پسینہ پسینہ ہو گیا۔ اور میں اس مجلس سے بھاگا۔ اور سیدھا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں پہنچا۔ اور وہ چونی آپ علیہ السلام کے سامنے پیش کر دی۔ اور شکوہ کیا کہ ایک شخص نے آج میرے ہاتھ پر یہ چونی رکھ دی ہے۔ اس پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ محسوس کرتے ہوئے۔ کہ مجھے اس کا فعل اچھا نہیں لگا۔ فرمایا۔ تمہیں اس کے جذبے کی قدر کرنی چاہئیے اس نے جو کچھ کیا ہے۔ محبت کے ماتحت کیا ہے۔ تمہاری ہتک کرنے کے خیال سے نہیں کیا۔ حدیث میں بھی آیا ہے۔ کہ اگر کوئی شخص اپنی خوشی سے کچھ دے۔ تو وہ لے لو۔ چنانچہ اب اگر کوئی شخص اپنی خوشی سے مجھے کچھ دے دے۔ تو میں لے لیتا ہوں۔ ورنہ مانگنے کے لحاظ سے کوئی شخص ثابت نہیں کر سکتا کہ۔ میں نے کبھی کسی سے کچھ مانگا ہو۔ باقی رہے۔ چندے سو اگر میں نے اپنے لئے جماعت سے نذرانے لینے ہوتے۔ تو ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ

ایسے لوگ منافق ہی رہیں گے اور کسی صورت میں منافقت کا داغ ان کے چہروں سے مٹ نہیں سکتا۔ آخر وَفِيكُمْ سَمّٰعُونَ لَهُمْ ؕ۵ قرآن کریم میں مَیں نے نہیں لکھ دیا۔ منافق قرآن کریم کے تمام نسخوں کو دیکھ لیں ان نسخوں کو بھی دیکھ لیں جو میری اس بیان کردہ تعریف سے پہلے کے چھپے ہوئے ہیں اور پھر دیکھیں کہ آیا ان نسخوں میں یہ آیت ہے یا نہیں اور جب ہے تو وہ خود ہی سوچیں کہ اس میں میرا کیا دخل ہؤا۔ انہیں اگر اعتراض کا شوق ہے تو وہ خدا پر کریں کہ اس نے کیوں نَعُوذُ بِاللهِ ایسی جھوٹی بات قرآن کریم میں لکھ دی جو ان کی سمجھ میں نہیں آتی اور جسے موجودہ منافق غلط قرار دے رہے ہیں۔ اس نے آپ ہی آپ ایک بات قرآن کریم میں لکھ دی حالانکہ اسے چاہئے تھا کہ وہ پہلے ان منافقوں سے مشورہ لیتا اور پوچھتا کہ منافق کون ہوتا ہے پھر جو تعریف یہ بتاتے اسے قرآن کریم میں نازل کرتا۔ لیکن اس قدر اعتراضات کرنے کے باوجود ہر خط میں بڑا اخلاص بھی ظاہر کیا ہؤا ہوتا ہے اور لکھا ہوتا ہے کہ ہم سلسلہ کے خادم ہیں مگر اس کی سلسلہ سے محبت کا اندازہ اسی سے ہوسکتا ہے کہ ایک خط میں جس کے متعلق اس نے یہ تسلیم کیا ہے کہ وہ اسی کا لکھا ہؤا ہے اس پر یہ تحریر کیا ہے کہ حضرت مسیح موعود ولی اللہ تھے اور ولی اللہ بھی کبھی کبھی زنا کر لیا کرتے ہیں، اگر انہوں نے کبھی کبھار زنا کر لیا تو اس میں حرج کیا ہؤا۔ پھر لکھا ہے ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر اعتراض نہیں کیونکہ وہ کبھی کبھی زنا کیا کرتے تھے ہمیں اعتراض موجودہ خلیفہ پر ہے جو ہر وقت زنا کرتا رہتا ہے۔ اس اعتراض سے پتا لگتا ہے کہ یہ شخص پیغامی طبع ہے اس لئے کہ ہمارا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق یہ اعتقاد ہے کہ آپ نبی اللہ تھے مگر پیغامی اس بات کو نہیں مانتے اور وہ آپ کو صرف ولی اللہ سمجھتے ہیں۔

تو جب کوئی شخص ایک سچائی پر اعتراض کرتا ہے اسے لازماً دوسری سچائیوں پر بھی اعتراض کرنا پڑتا ہے۔ مثلاً مصری صاحب کو سب سے پہلے میری خلافت میں نقائص نظر آئے۔ اب اس کا یہ لازمی نتیجہ ہے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل پر بھی ان کا حملہ ہو کیونکہ جس طرح میں خلیفہ ہوں اسی طرح وہ بھی خلیفہ تھے، جس طرح میں یہ کہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے مجھے خلیفہ بنایا ہے کسی انسان نے نہیں بنایا اسی طرح آپ بھی فرمایا کرتے تھے کہ مجھے خدا نے خلیفہ بنایا ہے۔ اور کسی

انبیاء بوجہ مبلغ سماوی ہونے کے دُنیا ہی کو مخاطب کرتے چلے آئے ہیں خلفاء بھی اسی کی اصلاح کے لئے کھڑے ہوتے ہیں۔ علماء بھی دُنیا کو اپنا ہم خیال بنانے میں کوشاں رہتے ہیں میرا کام بھی یہی ہے۔ کہ میں زیادہ سے زیادہ لوگوں کو اس صداقت کا قائل کروں۔ جس کو میں صداقت سمجھتا ہوں۔ اور مولوی صاحب کا بھی یہی کام ہے پس بہترین فیصلہ کرنے والے وہی لوگ ہیں ہماری تفسیریں شائع ہو کر لوگوں میں پھیل جائیں گی۔ لوگ خود فیصلہ کر لیں گے۔ اگر ان کی تفسیر بہتر ہوئی۔ تو خود بخود لوگوں کی رغبت ان کی طرف ہو جائے گی۔ اور اگر میری تفسیر اعلےٰ ہوئی۔ تو لوگوں کی رغبت میری طرف بڑھ جائیگی اس کام کے لئے صرف اس قدر کافی ہے۔ کہ دونوں تفسیریں ایک جلد میں چھپ جائیں۔ بلکہ اس کے لئے ہمارے اکٹھا بیٹھنے کی بھی ضرورت نہیں۔ بلکہ بہتر یہ ہے۔ کہ دونوں طرف کے نمائندے اکٹھے ہو کر قرعہ ڈال لیں۔ اور ایک وقت مقرر ہو جائے۔ کہ فلاں ٹکڑہ کی اتنی دنوں کے اندر تفسیر لکھی جائے۔ پھر وقت مقررہ پر دونوں طرف کے نمائندے تفاسیر پیش کر دیں۔ اور ہر فریق دوسرے کو کاپی دے دے۔ جو بعد ازاں اکٹھی چھپ جائیں۔ اور دونوں فریق اس کا خرچ برداشت کریں اور چھپنے پر برابر برابر کاپیاں لے لیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی اعجاز المسیح کے وقت اسی رنگ میں تفسیر لکھی ہے۔ اس مقابلہ میں یہ تو سوال ہی نہیں۔ کہ الگ تفسیر لکھی گئی۔ تو دوسرے لوگ مدد دے دیں گے۔ کیونکہ اول تو یہ سہولت مولوی صاحب کو بھی حاصل ہوگی۔ دوسرے اس قسم کی تفسیر کی خوبی تو نئے معارف سے ظاہر ہوگی۔ اور یہ معارف تو بہرحال عارف ہی بیان کر سکتا ہے۔ ورنہ ظاہری علم تو یقیناً مولوی صاحب کا مجھ سے زیادہ ہے

اس کا تو انکار میں نے کبھی کیا ہی نہیں وُہ ایم۔اے ہیں۔ اور میں پرائمری پاس بھی نہیں ہوں۔ میں ان کی اس فوقیت کا مقر ہوں۔ مجھے تو جس امر میں اختلاف ہے۔ وُہ یہ ہے۔ کہ میں کہتا ہُوں۔

خدا تعالےٰ میری مدد کرتا ہے۔

اور وہ کہتے ہیں۔ خدا تعالےٰ میری مدد کرتا ہے۔ گویا الٰہی مدد اور نصرت کا سوال ہے۔ کسی ذاتی علم کا سوال نہیں ؛

پس وہ اس طریق کو اختیار کر کے دیکھ لیں۔ جو میں نے تجویز کیا ہے۔ پھر خود بخود ان پر واضح ہو جائے گا کہ اس میں مجھے ان پر فوقیت حاصل ہے۔ یا ان کو مجھ پر فوقیت حاصل ہے لیکن اگر باوجود میرے اس طریق کو پیش کر دینے کے مولوی صاحب نے اپنے طریق کو نہ بدلا۔ تو میں انہیں کہہ دینا چاہتا ہوں۔ کہ وہ صرف اللہ تعالےٰ کو اپنے اوپر ناراض کرنے کے سامان پیدا کر رہے ہیں۔ لوگ خدا تعالےٰ کو خوش کرنے کی تدابیر اختیار کرتے ہیں۔ اور وُہ اس کو ناراض کرنے کے حیلے ڈھونڈھ رہے ہیں۔ اگر وہ اس طریق سے باز نہیں آئیں گے۔ تو اللہ تعالےٰ ان کی ذلت کے سامان کرے گا وُہ ہمارے متعلق بے شک جو چاہیں کہیں ہم جانتے ہیں۔ کہ وُہ گو اقلیت میں ہیں مگر انہوں نے ایک بڑی اکثریت سے جو ہماری مخالف ہے صلح کی ہوئی ہے۔ اور ہم جانتے ہیں۔ کہ مسلمانوں میں سے ایک بڑی اکثریت کو اُن سے ہمدردی ہے اور وُہ انہیں مسلمان کہہ کہہ کر خوش کرتے رہتے ہیں۔ پس دُنیوی طاقت کے لحاظ سے بے شک وہ ہم سے بڑھے ہوئے ہیں۔ مگر ہمارا اور ان کا مقابلہ دُنیوی طاقت سے نہیں۔ یہ کوئی جسمانی لڑائی جھگڑا نہیں۔ جس میں عدد اور شمار کا سوال زیادہ اہمیت رکھ سکتا ہو۔ یہ

الٰہی مدد اور الٰہی گرفت کا سوال

ہے۔ وہ جانتے ہیں۔ کہ جو باتیں آج مصری صاحب میرے متعلق کہہ رہے ہیں۔ ایسی ہی باتیں اُن کی پارٹی کے بعض آدمی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق کہا کرتے تھے۔ پس اگر ایسی باتیں کہنا کوئی ثبوت ہوتا ہے۔ تو پھر انہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی چھوڑ دینا چاہیئے۔ اور ان کو معلوم ہے۔ کہ ایسی ہی باتیں پہلے انبیاء و خلفاء اور خدا تعالےٰ کے مقدس اور پاک لوگوں کے متعلق ان کے دُشمن کہتے چلے آئے ہیں۔ وہ مبالغہ سے بھی کام لیتے رہے ہیں۔ وُہ جھوٹ سے بھی کام لیتے رہے ہیں۔ وہ دھوکا اور فریب بھی استعمال کرتے رہے ہیں اور ہزاروں ترکیبیں اپنی قسم کی ایجاد کرتے رہے ہیں۔ مگر وہ کامیاب نہیں ہو سکے۔ اسی طرح اب انشاء اللہ دُنیا دیکھ لے گی۔ کہ میرے مخالف کامیاب نہ ہوں گے۔ اور اللہ تعالےٰ باوجود ان باتوں کے میری طرف کھینچ کھینچ کر لاتا جائے گا۔ اور میرے ذریعہ سے انشاء اللہ احمدیت اور اسلام کی ترقی دُنیا کے چاروں گوشوں میں ہوتی جائے گی اور دُشمن حسد کی آگ میں جلتا چلا جائے گا ؛

مجھے افسوس ہے۔ کہ پہلے لوگوں کے حالات مولوی صاحب کے سامنے ہیں۔ مگر باوجود اس کے وُہ گند میں پتھر مارنے سے باز نہیں آتے۔ مگر اس کے ساتھ ہی یہ بھی کہے جاتے ہیں۔ کہ ہمیں ڈر ہے۔ یہ باتیں مشہور نہ ہو جائیں۔ حالانکہ ان کیچڑ اچھالنے والوں کو

چندہ دینے والے بالعموم پیغامی

ہی ہوتے ہیں۔ چند سال پہلے جب منافقوں کی طرف سے شورش اٹھی تھی۔ تو اس وقت بھی ان لوگوں نے یہ کہنا شروع کر دیا تھا کہ ہم نے ان کے لٹریچر کی اشاعت میں کوئی حصہ نہیں لیا۔ مگر بغداد سے بعض دوستوں نے لکھا ہے۔ کہ یہ غلط ہے۔ خود احمدیہ بلڈنگز سے ایک غیر مبایع کو ایسا لٹریچر آ تا رہا ہے۔ اور جہاں تک مجھے یاد ہے اس غیر مبایع نے اس کی تصدیق بھی کر دی تھی۔ میرا خیال ہے۔ کہ یہ شہادت اُنہی دنوں "الفضل" میں بھی شائع

کرا دی گئی تھی۔ اسی طرح ہمارے پاس اس بات کے ثبوت موجود ہیں کہ ان کی انجمن کے بعض افسروں نے اپنے کلرکوں کو رقعے لکھے ہیں۔ کہ فلاں شخص مثلاً مستری عبدالکریم کو اتنے روپے دے دو۔ ایک شخص ان لوگوں میں سے باغی ہو کر الگ ہو گیا تھا۔ اس نے ان کی انجمن کے تمام ریزولیشنوں کی نقل اور اُن چٹھیوں کی کاپیاں تک مجھے بھجوا دیں۔ وہ غالباً محاسب کے عہدہ پر کام کر چکا تھا۔ تو یہ درست نہیں۔ کہ یہ لوگ

ہمارے مخالفوں کی مدد

نہیں کرتے۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ یہ خود انہیں اُکساتے ہیں۔ خود ان کی مدد کرتے ہیں۔ خود ان کی باتوں کو پھیلاتے ہیں۔ اور روپے والے ان کی روپوں سے مدد کرتے ہیں۔ چنانچہ پچھلے جلسہ سالانہ کے موقعہ پر ہی لائل پور کا ایک پیغامی یہاں آیا۔ اور اس نے ایک معقول رقم انہیں مدد کے طور پر دی۔ اور وعدہ کیا۔ کہ اگر ان کا کوئی آدمی لائل پور آئے۔ 31
تو وہ اور بھی مدد کر دیں گے۔ اسی طرح اور لوگ بھی ان کی مدد کرتے رہتے ہیں۔ اور جب یہ معترض وہاں جاتے ہیں۔ تو وہ ان کی کافی مدد کرتے رہتے ہیں ؛

پس یہ غلط ہے۔ کہ ان باتوں کے پھیلنے سے ان کو رنج ہوتا ہے حقیقت یہ ہے۔ کہ ان باتوں کے پھیلانے میں ان کا حصہ ہوتا ہے۔ لیکن ہمیں ان باتوں پر کوئی غصہ نہیں کیونکہ میں سمجھتا ہوں۔ اس قسم کی باتیں کرنے والا زیادہ دیر تک لوگوں میں اپنی حیثیت قائم نہیں رکھ سکتا۔ آخر کب تک یہ حقیقت لوگوں کی نظر سے مخفی رہ سکتی ہے۔ کہ ایک طرف تو یہ خود فتنہ کھڑا کریں۔ خود اس فتنہ کی آگ کو ہوا دیں۔ خود فتنہ پردازوں کی مدد کریں خود ان کی باتوں کو لوگوں میں پھیلائیں۔ اور پھر بڑے ناصح اور مشفق بن کر کہنے لگ جائیں۔ کہ ہمیں ان باتوں کا سخت صدمہ ہے

نبوت کے جھوٹے مدعی، قادیانی کذاب کی زندگی کے ایک پہلو پر مفصل تحریر

مرزا قادیانی

شرابی

مفتی سید مبشر رضا قادری

منتظم اعلیٰ ختم نبوت فورم و جامعہ ختم نبوت گوجرانوالہ


+923247448814

مرزا قادیانی کی شراب نوشی

مکتوب نمبر 113:

محبتی عزیزی اخویم ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

طبیعت کا یہ حال ہے کہ میں نے حسب تحریر آپ کے عرق کافور ترک کر دیا تھا اور بجائے اس کے کوکو وائن استعمال کرنا شروع کیا اور سکاٹش ایملشن مگر میں سمجھ نہیں سکتا۔ تعجب کی جگہ ہے کہ ابھی ایک دن بھی اس تبدیلی پر نہیں گزرا تھا۔ قریباً نصف رات کے بعد یا کچھ پہلے سونے کی حالت میں مجھ کو سخت بے قراری نہایت درجہ کی حرارت معلوم ہوئی اور دل چاہا ہے کہ تمام کپڑے اُتار کر باہر نکل جاؤں۔ کچھ سمجھ نہیں آتی کہ اس قدر گھبراہٹ اور گرمی کیوں ہے اور لوگ لحاف میں لیٹے ہوئے سردی کی شکایت کرتے ہیں مگر مجھے گرمی محسوس ہوتی تھی نبض میں بھی تیزی آگئی ایسی گرمی کہ جس کا اثر خطرناک محسوس ہوتا تھا۔ آخر میرے دل میں گذرا کہ وہی عرق کافور پی کر دیکھوں تب میں نے اندازہ سے بھی زیادہ پی اور کچھ عرق کھجور پیا تب طبیعت بحال ہوگئی اس وقت سے بحال ہے۔ ابھی تک کچھ کم درجہ کی غیر طبع حرارت کے استعمال کرنے سے فائدہ ہوتا ہے۔ درحقیقت طبائع کا بھی کچھ ٹھکانہ نہیں۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِكَ۔ باقی ہر طرح سے خیریت

ہے۔والسلام

خاکسار: مرزا غلام احمد عفی عنہ

(مکتوبات احمد جلد چہارم صفحہ 248)

مرزا غلام احمد قادیانی کی طرف منسوب مکتوبات کو اگر غیر جانب دارانہ زاویے سے پڑھا جائے تو ان میں شخصیت کے بہت سے پوشیدہ پہلو کھل کر سامنے آتے ہیں۔زیرِنظر مکتوب ان پہلوؤں میں سے ایک نہایت اہم اور سنگین پہلو کو ظاہر کرتا ہے، اور وہ ہے مرزا قادیانی کی شرابوں اور الکوحلک ادویات کا مسلسل استعمال۔اس مضمون میں ہم اسی مکتوب کو بنیاد بنا کر چند اہم نکات کی علمی و تحقیقی وضاحت کرتے ہیں۔

"کوکووائن" اور دیگر الکوحلک مصنوعات کا استعمال

مکتوب میں مرزا قادیانی اپنے مرید ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین کو لکھتا ہے:

"میں نے حسب تحریر آپ کے عرق کافور ترک کر دیا تھا اور بجائے اس کے کوکو وائن استعمال کرنا شروع کیا اور سکاٹش ایملشن ......"

(مکتوبات احمد، جلد 4،ص 248)

یہاں وہ واضح طور پر کوکو وائن کا نام لیتا ہے۔تاریخی طور پر کوکو وائن (Coca Wine) ایک ایسی مشہور الکوحلک شراب تھی جس میں شراب کے ساتھ کوکین ایکٹیو کمپاؤنڈ شامل ہوتا تھا۔یورپ میں اسے سترہویں اور اٹھارہویں صدی میں بطور نشہ آور ٹانک استعمال کیا جاتا تھا۔

مرزا قادیانی نے اسے:

بطور دوا مسلسل استعمال اور باقاعدہ تبدیلی کے بعد بھی ملازم رکھا۔یہ بات اس کے طرزِ زندگی کے بارے میں سنگین سوالات اٹھاتی ہے۔

سکاٹش ایمَلشن اور الکوحلک ٹانک

مرزا نے اسی خط میں سکاٹش ایمَلشن (Scottish Emulsion) کے استعمال کو بھی ذکر کیا۔ اس دور میں یہ دوا بھی الکوحل کے بغیر تیار نہیں ہوتی تھی۔ جدید تحقیق کے مطابق اس میں الکوحل اور محرکاتی اجزاء شامل تھے۔ یعنی مرزا قادیانی نہ صرف ایک وائن استعمال کر رہا تھا بلکہ اس کے ساتھ ساتھ الکوحل ملی متعدد ادویات و ٹانکس بھی اس کے روزمرہ کا حصہ تھے۔

گرمی، بے قراری، کپڑے اتارنے کی خواہش

مرزا لکھتا ہے:

"نصف رات کے قریب مجھے سخت بے قراری، نہایت درجے کی حرارت محسوس ہوئی......دل چاہا تمام کپڑے اتار کر باہر نکل جاؤں......نبض میں تیزی......"

یہ کیفیت طبی اعتبار سے تین چیزوں کی نشاندہی کرتی ہے:

(1) وائن چھوڑنے کا Withdrawal Effect

جب کوئی شخص مسلسل الکوحل استعمال کرتا ہے اور اچانک چھوڑ دیتا ہے تو جسم میں:

گھبراہٹ، شدید بے چینی، جسم میں حرارت پسینہ اور کپڑے اتار دینے جیسی کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ مرزا کی تحریر اسی کیفیت کی مکمل تصویر پیش کرتی ہے۔

(2) محرکاتی وائن کی طلب (Craving)

کوکا وائن چونکہ کوکین پر مبنی ہوتی ہے اس لیے اسے چھوڑنے سے ذہنی و جسمانی کشمکش بڑھ جاتی ہے۔ مرزا کے بیان سے اس کی لت (Addiction) کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

(3) طبیعت کے "فوراً بحال" ہوجانے کا سبب

مرزا آگے لکھتا ہے: ”میں نے وہی عرق کافور زیادہ مقدار میں پیا......تب طبیعت بحال ہوگئی“ یہ رویہ اس بات کی علامت ہے کہ جسم کو محرک الکوحل یا منشیات کی مطلوبہ خوراک ملتے ہی Withdrawal ختم ہوگیا۔ یہ ”طبیعت بحال“ ہونا دراصل نشے کی طلب پوری ہونے کا نتیجہ ہے، نہ کہ کوئی معجزہ۔

4۔ ”عرق کافور“ کا زیادہ مقدار میں پینا نشے کا متبادل

مرزا قادیانی یہ بھی لکھتا ہے:

”میں نے اندازہ سے بھی زیادہ عرق کافور پی لیا......تو طبیعت بحال ہوگئی“۔ عرق کافور بھی اُس دور میں الکوحل بیس پر تیار ہوتا تھا۔ یعنی جب کو کو وائن چھوڑنے سے Withdrawal کی علامات ظاہر ہوئیں تو مرزا نے:

زیادہ مقدار فوری استعمال اور اپنے جسم کو نشہ آور الکوحل کی خوراک فراہم کر کے خود کو ”بحال“ کیا۔ یہ طرزِ عمل ایک نشہ کرنے والے شخص کے رویے سے مکمل مشابہت رکھتا ہے۔

5۔ ”طبائع کا بھی کوئی ٹھکانہ نہیں“ اپنی بے بسی کا اعتراف

مرزا لکھتا ہے:

”درحقیقت طبائع کا بھی کچھ ٹھکانہ نہیں“۔ یہ جملہ ایک طرح کا اقراری بیان ہے کہ اس کے مزاج میں ایسی تبدیلیاں ہو رہی تھیں جنہیں وہ خود سمجھنے سے قاصر تھا۔ نشے کے عادی افراد میں Mood Swings عام سی بات ہے۔

6۔ مجموعی نتیجہ مرزا قادیانی کی شراب نوشی علمی و تاریخی اعتبار سے ثابت

اس واحد مکتوب سے ہی مندرجہ ذیل امور ثابت ہوتے ہیں:

(1) مرزا قادیانی باقاعدگی سے شراب پر مبنی وائن استعمال کرتا تھا۔

(2) وائن چھوڑنے سے اسے رات کے وقت گھبراہٹ، شدید حرارت اور کپڑے

اتارنے کی کیفیت طاری ہوئی۔

(3) نشہ چھوڑنے کے اثرات ختم کرنے کیلئے اس نے زیادہ مقدار میں الکوحل بیس عرق کافور پیا۔

(4) اس کے جسم اور اعصاب پر منشیات کا واضح اثر تھا۔ یہ سب کچھ اس کی اپنی قلمی تحریر سے ثابت ہے، کسی مخالف کی طرف سے گھڑی ہوئی بات نہیں۔

ٹانک وائن (Tonic Wine)

مجبی اخویم حکیم محمد حسین صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ۔ اس وقت میاں یار محمد (قاضی یار محمد پلیڈر) بھیجا جاتا ہے ۔آپ اشیاء خریدنی خود خرید دیں اور ایک بوتل ٹانک وائن کی پلومر کی دوکان سے خرید دیں ۔مگر ٹانک وائن چاہیے اس کا لحاظ رہے باقی خیریت ہے ۔والسلام

مرزا غلام احمد عفی عنہ

(خطوط امام بنام غلام از حکیم محمد حسین قادیانی، صفحہ 5)

مرزا قادیانی اور ٹانک وائن

مرزا غلام احمد قادیانی کی طرف سے مختلف الکوحلک وائنز کا استعمال صرف طبی بہانہ نہیں تھا بلکہ اس کے روزمرہ معمولات کا مستقل حصہ تھا۔ کوکو وائن، پورٹ وائن، کولا وائن اور دیگر شرابوں کے ساتھ ٹانک وائن کا باقاعدہ حوالہ اس حقیقت کو مزید پختہ کرتا ہے کہ مرزا اپنے معتقدین، مریدین اور قادیانی لٹریچر میں بیان کردہ ''ولی، مجدد، مامور'' کی بجائے عملی طور پر شراب کے مسلسل استعمال کا عادی شخص تھا۔

پیش کردہ حوالہ میں مرزا قادیانی کی طرف سے حکیم محمد حسین قادیانی کو ایک نہایت واضح

اور صریح ہدایت موجود ہے:

"ایک بوتل ٹانک وائن کی پلومر کی دکان سے خرید دیں، مگر ٹانک وائن چاہیے اس کا لحاظ رہے"

یہ مختصر سا جملہ درحقیقت کئی سنگین نکات پر روشنی ڈالتا ہے، جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

"ٹانک وائن" دوا نہیں، شراب کا مروجہ ٹانک

ٹانک وائن (Tonic Wine) اس دور میں انگلستان اور یورپ میں عام دستیاب ایک الکوحلک شراب تھی، جسے Tonifying Wine کہا جاتا تھا۔ یہ شراب:

☆ الکوحل کی معیاری مقدار

☆ جڑی بوٹیوں یا محرکاتی compounds

☆ اور جسمانی توانائی بڑھانے والے اجزاء پر مشتمل ہوتی تھی۔

اسے "دوا" کے طور پر بیچنے کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ یہ غیر الکوحلک یا حلال چیز تھی۔ بالکل اسی طرح جیسے آج کی شراب اگر دوائی کے نام پر فروخت ہو تب بھی شراب ہی رہتی ہے۔

مرزا قادیانی کا اپنے نمائندے کو خصوصی ہدایت کے ساتھ اسے خریدنے کے لیے بھیجنا اس بات کا ثبوت ہے کہ:

☆ یہ اس کی روزمرہ ضرورت تھی۔

☆ معمولی چیز نہیں تھی کہ جو بھی ملے کافی ہو۔

☆ بلکہ "اصل ٹانک وائن" ہی چاہئے تھی۔

یعنی یہ اشتیاق اور طلب اسی شخص میں ہوتی ہے جسے اس مشروب سے اذیت بخش اثرات کی حاجت ہو۔

"پلومر کی دکان" کی تعیین شراب کی خریداری

مرزا قادیانی نے مخصوص دکان کا نام دے کر لکھا: " پلومر کی دکان سے خرید دیں" ۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ:

قادیان سے لاہور تک باقاعدہ شراب کی خریداری کے مراکز متعین تھے۔شراب کی خرید صرف "میسر ہونے" تک محدود نہیں تھی بلکہ "مخصوص دکان" سے خریدی جاتی تھی۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ روزمرہ "طبی انتظام" نہیں بلکہ مستقل و منظم شراب بندی کا انتظام تھا۔یعنی مرزا کے پاس شراب کی سپلائی چین باقاعدہ قائم تھی جس میں مرید دوڑ دھوپ کرتے، خط لے کر جاتے، اور مخصوص دوکانوں سے وائن کی بوتلیں خرید کر واپس پہنچاتے تھے۔

یہ طرز عمل عام نبیوں، اولیاء یا مجددین کے قائم کردہ اعمال سے کوئی نسبت نہیں رکھتا، بلکہ ایک ایسے شخص کا انداز ہے جو اپنی نشہ آور ضروریات ہی کو اولین ترجیح دیتا ہے۔

"مگر ٹانک وائن چاہیے" نشئی کا اصرار

مرزا قادیانی اپنے خط میں غیر معمولی تاکید کرتا ہے: "مگر ٹانک وائن چاہیے، اس کا لحاظ رہے" یہ جملہ اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ:

☆ اسے عام ادویات سے تسلی نہیں ہوتی تھی۔

☆ اسے خاص قسم کا الکوحلک ٹانک درکار تھا۔

☆ یہ "خاص ذائقہ" یا "خاص تاثیر" ہی اس کی مطلوبہ کیفیت پیدا کرتی تھی۔

نفسیاتی ماہرین کے نزدیک نشے کے عادی افراد جب مخصوص مشروب کی تاکید کرتے ہیں تو یہ ان کے لگاؤ (Dependency) اور ذہنی عادت (Habitual Craving) کا ثبوت ہوتا ہے۔مرزا کا اصرار اس کے اندرونی میلان اور مستقل نشے کا زندہ

ثبوت ہے۔

مرید کو بطور "شراب رساں" استعمال کرنا

مکتوب میں مرزا نے قاضی یار محمد کو خط تھما کر لاہور روانہ کیا۔ غور کرنے کی بات یہ ہے کہ:

ایک ''مدعی مجددیت، نبوت، مسیح موعود یعنی مرزا قادیانی'' اپنی جماعت کے اہم کارکن علمی و مذہبی شخصیت یعنی قاضی کو استعمال کر رہا ہے صرف شراب کی بوتل خریدنے کے لیے۔

یہ انداز کسی اللہ والے، زاہد یا اصلاحی پیشوا کے نہیں ہوتے بلکہ ایسے شخص کے ہوتے ہیں جس کا اصل محور اپنی نفسانی خواہشات ہوتی ہیں۔

مرزا قادیانی کے دعوے اور اس کی عملی متضاد زندگی

ایک طرف مرزا قادیانی یہ دعویٰ کرتا ہے:

☆ الہامات کا سلسلہ مجھ پر جاری ہے۔

☆ میں مامور من اللہ ہوں۔

☆ مجھے براہ راست خدا بولتا ہے۔

☆ میں نبی اور مسیح موعود ہوں۔

دوسری جانب:

کوکو وائن۔ ٹانک وائن، پورٹ وائن، سکاٹش ایملشن، سٹرینس وائن اور الکوحلک ادویات یہ اس کے روزمرہ معمولات کی تصویر ہے۔

کوئی شخص جو مسلسل نشہ آور مشروبات استعمال کرتا ہو، شدید Withdrawal کی کیفیتوں کا شکار ہو، اور مریدین کو شراب کی خرید کے لیے دوڑاتا ہو، ایسے شخص کے ''روحانی دعوے'' نہ عقلی طور پر قابل قبول رہتے ہیں، نہ اخلاقی طور پر۔

ٹانک وائن مرزا کی شراب نوشی کا ناقابلِ انکار ثبوت

اس ایک خط سے ثابت ہوتا ہے کہ:

مرزا کے پاس شراب کی طلب مستقل اور مضبوط تھی۔ اُس نے مخصوص وائن کے لیے مرید کو خصوصی پیغام کے ساتھ بھیجا۔ شراب کی بوتل اس کے "ضروری سامان" میں شامل تھی۔ وائن اس کے گھرانے یا عملے کے لیے "عام" چیز نہیں تھی، بلکہ مرزا کی ذاتی ضرورت تھی۔ اس کا انحصار (Dependency) صاف ظاہر ہے۔ یہ واحد حوالہ بھی مرزا قادیانی کی شراب نوشی کے پورے باب کو مستحکم کرتا ہے۔

پورٹ وائن (Port Wine)

1194 بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ پیر منظور محمد صاحب نے بواسطہ مولوی عبد الرحمن صاحب مبشر بذریعہ تحریر بیان کیا کہ میاں مبارک احمد صاحب بیمار تھے۔ ان کے لئے ڈاکٹروں نے تجویز کی کہ پورٹ وائن ایک چمچہ دی جائے۔ چنانچہ ایک بوتل امرتسر یا لاہور سے منگوائی گئی۔ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مکان کے اس حصہ میں رہتا تھا جہاں حضور کی دواؤں کی الماری تھی۔ میں نے دیکھا کہ حضرت خلیفہ المسیح الثانی تشریف لائے۔ اُن کے ہاتھ میں بوتل تھی۔ انہوں نے بوتل الماری میں رکھ دی اور مجھ سے فرمایا کہ پیر جی پانی چاہیئے۔ میں نے کہا کیا کرو گے؟ کہا کہ ابا نے فرمایا ہے کہ ہاتھ دھو لینا کیونکہ شراب کی بوتل پکڑی ہے۔ پھر ہاتھ دھو لئے۔

(سیرت المہدی، حصہ چہارم صفحہ 143، روایت نمبر 1194)

یہ روایت اس بات پر مہرِ تصدیق ثبت کرتی ہے کہ مرزا غلام احمد کے پورے گھرانے میں شراب عام تھی، استعمال بھی ہوتی تھی، اور بچوں تک میں اس کا اثر و تعامل موجود تھا۔

قادیانی خاندان کی اجتماعی شراب نوشی

سیرت المہدی وہ کتاب ہے جسے قادیانی جماعت ''مسیح موعود'' کے سوانحِ حیات کی سب سے معتبر کتاب قرار دیتی ہے۔اس کی روایات مرزا بشیر احمد (مرزا قادیانی کے بیٹے) نے براہِ راست قادیانی خاندان کے افراد، شاگردوں، خدام اور عینی گواہوں سے جمع کیں۔لہٰذا اس کتاب میں موجود کوئی بھی بات ''باہر والوں'' کی نہیں بلکہ خاندان کے افراد کی اپنی شہادت ہے۔اسی سلسلہ میں روایت نمبر 1194 ایک نہایت سنگین حقیقت پر سے پردہ اٹھاتی ہے:

مرزا قادیانی کا بیٹا میاں مبارک احمد بیمار تھا۔ڈاکٹروں نے علاج کے طور پر پورٹ وائن (Port Wine) تجویز کی۔ پورٹ وائن شراب کی ایک معروف قسم ہے، عام دوا نہیں۔ایک بوتل امرتسر یا لاہور سے منگوائی گئی۔ یہ بوتل گھر کے اندر دواؤں کی الماری میں رکھی گئی۔قادیانی خلیفہ ثانی (مرزا محمود احمد) خود بوتل اٹھا کر لائے۔ بوتل رکھنے کے بعد کہا: ''ابا نے فرمایا ہے ہاتھ دھو لینا کیونکہ شراب کی بوتل پکڑی ہے'' اس ایک واقعے میں پورا خاندان، گھر کا ماحول، مرزا قادیانی کا اپنا رویہ، اور بچوں کی تربیت سے سب کچھ کھل کر ظاہر ہوتا ہے۔

پورٹ وائن مکمل الکوحلک شراب، کوئی دوا نہیں

پورٹ وائن (Port Wine)18 ٪ سے 22٪ الکوحل پر مشتمل تھی۔ یورپی شراب کی مضبوط اقسام میں شامل تھی۔معالجین نے بھی اسے بطور ''Tonifying Alcoholic Drink'' استعمال کیا یعنی یہ ''دوا'' نہیں بلکہ صریح شراب ہے۔''مبارک احمد'' کو دی جانے والی بھی یہی شراب کی بوتل تھی۔

شراب گھر کی الماری میں محفوظ رکھی تھی

روایت کے مطابق "حضور کی دواؤں کی الماری میں بوتل رکھی گئی" اس ننھے سے جملے میں بہت بڑا مفہوم ہے۔

☆ شراب قادیانی گھرانے میں ایک عام استعمال کی چیز تھی۔

☆ اس کے لیے مخصوص جگہ (الماری) موجود تھی۔

☆ یہ کبھی کبھار کی "ضرورت" نہیں بلکہ معمول کا حصہ تھی۔

☆ ایک نبی یا مجدد کے گھر میں "شرابوں کی الماری" کا ہونا کیسا مضحکہ خیز تصور ہے!

مرزا محمود (قادیانی خلیفہ) خود بوتل اٹھا کر لائے

سیرت المہدی کی روایت میں آتا ہے: "حضرت خلیفہ ثانی تشریف لائے، ان کے ہاتھ میں بوتل تھی"۔ یہ کوئی خدمت گزاری یا مجبوری نہیں تھی یہ ایک معمول تھا۔

اس سے دو باتیں ثابت ہوتی ہیں:

☆ مرزا محمود خود گھر میں شراب کے معاملات سے واقف اور عملی طور پر متعلق تھے۔

☆ نوجوان عمر میں بھی شراب کی بوتل پکڑنا ان کے لیے کوئی حرج کی بات نہیں تھی۔

یہی وجہ ہے کہ بعد میں مخالفین نے مرزا محمود پر "زناکاری" کے الزامات بھی لگائے، اور اس نے خود اعتراف کیا: "میرے خلاف جو الزامات ہیں وہی میرے باپ پر بھی لگتے تھے" (الفضل، 8 دسمبر 1938ء، ص 5)

یعنی شراب اور اخلاقی گراوٹ، دونوں گھر کی وراثت تھے۔

شراب کی بوتل پکڑی ہے

روایت میں سب سے بڑا نکتہ یہ جملہ ہے: "ابا نے فرمایا ہے کہ ہاتھ دھو لینا کیونکہ شراب کی بوتل پکڑی ہے" یہاں چند نکتے قابل توجہ ہیں:

(1) مرزا قادیانی نے خود شراب کے عمل میں دخل دیا۔ وہ جانتا تھا کہ کس نے بوتل

پکڑی ہے، کب پکڑی ہے، کہاں رکھی جا رہی ہے۔اس کا مطلب ہے یہ سارا عمل اس کی نگرانی میں ہو رہا تھا۔گھر میں شراب کا آنا معمول تھا۔ بوتلوں کی آمدو رفت اس کے علم میں تھی۔

(2) صرف ''ہاتھ دھونے'' کی نصیحت اگر شراب پینا جائز ہوتا تو ہاتھ دھونے کی کیا ضرورت؟اگر شراب حرام ہوتی تو گھر میں داخل ہونے یا بوتل پکڑنے کا کیا جواز؟ یہ عجیب تضاد اس گھرانے کی دوعملی کو واضح کرتا ہے۔

(3)''ہاتھ دھولینا'' بچوں کی تربیت میں شراب کا اثر ماحول ایسا تھا کہ بچے شراب کی بوتل پکڑ لیتے، پھر صفائی کے نام پر رسمی کارروائی ہوتی۔

پورا خاندان شرابی

اس روایت سے واضح ہوتا ہے، مبارک احمد کو شراب دی جاتی تھی، مرزا محمود احمد شراب کی بوتلیں اٹھا کر لاتے تھے، مرزا قادیانی خود سارا عمل دیکھتا تھا، گھر میں شراب کی بوتلیں آنے کی ''روٹین'' تھی، بوتل رکھنے کی ''مخصوص الماری'' تھی، پورٹ وائن گھر میں منگوائی جاتی تھی، باہر نہیں لی جاتی تھی، نوکروں اور خدام کے ہاتھ روزانہ بوتلوں سے گزرتے تھے، یہ سب معاملات ایک عادی شراب نوش گھرانے کی نشانیاں ہیں۔کوئی ایسا گھرانہ جس میں بوڑھا باپ، نوجوان بیٹا، بیمار بچہ، خدام، نوکر اور گھر کی خواتین سب اسی ماحول میں رہتے ہوں، اس کو ''شراب کا گھرانہ'' کہنا حقیقت سے بعید نہیں۔

۵

دستی خط معرفت مولوی یار محمد صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ میں چند روز سے سخت بیمار ہوں۔ بعض وقت جب دورہ دوران سر شدت سے ہوتا ہے تو خاتمہ زندگی محسوس ہوتا ہے۔ ساتھ ہی سر درد بھی ہے۔ ایسی حالت میں روغن بادام سر اور پیروں کی ہتھیلیوں پر ملنا اور پینا فائدہ مند محسوس ہوتا ہے۔ اس لئے میں مولوی یار محمد صاحب کو بھیجتا ہوں کہ آپ خاص تلاش سے ایسا روغن بادام کہ جو تازہ ہو۔ اور کہنہ نہ ہو اور نیز اُسکے ساتھ کوئی ملونی نہ ہو ایک بوتل خرید کر بھیجدیں۔ پانچ روپیہ قیمت اُسکی ارسال ہے۔ اور نیز ہمارا پہلا کلاک یعنی گھنٹہ بگڑ گیا ہے۔ اسلئے ایک کلاک عمدہ دوسرا خرید کرنے کے لئے مبلغ لعہ بھیجتا ہوں یہ کلاک بخوبی امتحان کرکے ارسال فرماویں۔ اسمیں یہ بھی شرط ہے کہ اسکے ساتھ نیم گھنٹہ کی آواز دینے والی کل ہرگز نہ ہو صرف گھنٹوں کی آواز دے کہ اس صورت میں بسا اوقات دھوکہ ہو جاتا ہے۔ اور اسکے ساتھ کئی دوسری ... چیزوں کی تفصیل ...

... غلام احمد عفی عنہ

... سے زیادہ نہ ہو۔ اور گوٹہ لگا ہوا ہو۔ عید سے پہلے طیار کرا کر بھیجدیں۔ قیمت اسکی کسی کے ہاتھ بھیجدی جاویگی۔ یا آپ کے آنے پر آپ کو دیجاویگی۔ رنگ کوئی ہو مگر پارچہ ریشمی یا جالی ہو۔ اندازہ قمیص کا آپ کی لڑکی زینب کے اندازہ پر ہو۔ والسلام۔ خاکسار مرزا غلام احمد عفی عنہ

۱۴ فروری ۱۹۰۵ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

مجبی اخویم حکیم محمد حسین صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اِس وقت میاں یار محمد بھیجا جاتا ہے۔ آپ اشیاء خریدنی خود خرید دیں اور ایک بوتل ٹانک وائن کی پلومر کی دوکان سے خرید دیں۔ مگر ٹانک وائن چاہیئے۔ اسکا لحاظ رہے۔ باقی خیریت ہے۔ والسلام

مرزا غلام احمد عفی عنہ

ذیل کا خط بجواب میرے ایک ...



... والسلام

مکتوب نمبر ۱۱۳ ؁

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّی

مجیّ عزیزی اخویم ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب سلّمہٗ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مبلغ انتیس ۲۹ روپے پہنچے۔ حسب تحریر تقسیم کی گئی جَـزَاکُمُ اللّٰہُ خَیْرًا ۔ طبیعت کا یہ حال ہے کہ میں نے حسب تحریر آپ کے عرق کافور ترک کر دیا تھا اور بجائے اس کے کوکو وائن استعمال کرنا شروع کیا اور سکاٹش ایملشن مگر میں سمجھ نہیں سکتا۔ تعجب کی جگہ ہے کہ ابھی ایک دن بھی اس تبدیلی پر نہیں گزرا تھا۔ قریباً نصف رات کے بعد یا کچھ پہلے سونے کی حالت میں مجھ کو سخت بے قراری نہایت درجہ کی حرارت معلوم ہوئی اور دل چاہا ہے کہ تمام کپڑے اُتار کر باہر نکل جاؤں۔ کچھ سمجھ نہیں آتی کہ اس قدر گھبراہٹ اور گرمی کیوں ہے اور لوگ لحاف میں لپٹے ہوئے سردی کی شکایت کرتے ہیں مگر مجھے گرمی محسوس ہوتی تھی نبض میں بھی تیزی آ گئی ایسی گرمی کہ جس کا اثر خطرناک محسوس ہوتا تھا۔ آخر میرے دل میں گذرا کہ وہی عرق کافور پی کر دیکھوں تب میں نے اندازہ سے بھی زیادہ پی اور کچھ عرق کھجور پیا تب طبیعت بحال ہوگئی اس وقت سے بحال ہے۔ ابھی تک کچھ کم درجہ کی غیر طبع حرارت کے استعمال کرنے سے فائدہ ہوتا ہے۔ درحقیقت طبائع کا بھی کچھ ٹھکانہ نہیں۔ اَلْحَمْدُلِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔ باقی ہر طرح سے خیریت ہے۔

والسلام
خاکسار
مرزا غلام احمد عفی عنہ

﴿1194﴾ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم** ۔پیر منظور محمد صاحب نے بواسطہ مولوی عبدالرحمٰن صاحب مبشر بذریعہ تحریر بیان کیا کہ میاں مبارک احمد صاحب بیمار تھے۔ان کے لئے ڈاکٹروں نے تجویز کی کہ پورٹ وائن ایک چمچہ دی جائے۔ چنانچہ ایک بوتل امرتسر یا لاہور سے منگوائی گئی۔ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مکان کے اس حصہ میں رہتا تھا جہاں حضور کی دواؤں کی الماری تھی۔ میں نے دیکھا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی تشریف لائے۔اُن کے ہاتھ میں بوتل تھی۔انہوں نے بوتل الماری میں رکھ دی اور مجھ سے فرمایا کہ پیر جی پانی چاہئے۔ میں نے کہا کیا کرو گے؟ کہا کہ ابا نے فرمایا ہے کہ ہاتھ دھو لینا کیونکہ شراب کی بوتل پکڑی ہے۔پھر ہاتھ دھو لئے۔

﴿1195﴾ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم** ۔پیر منظور محمد صاحب نے بواسطہ مولوی عبدالرحمٰن صاحب مبشر بذریعہ تحریر بیان کیا کہ ایک مرتبہ میں سر کی لیکھ (جو جُوں سے چھوٹی ہوتی ہے) بڑے پاور کی خوردبین میں رکھ کر حضور علیہ السلام کو دکھانے کے لئے لے گیا۔حضور نے دیکھنے کے بعد فرمایا۔آؤ میاں بارک اللہ! (مرزا صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب مرحوم) تمہیں عجائبات قدرت دکھلائیں۔اس وقت حضور ڈونگے دالان میں پلنگ پر بیٹھے تھے۔

﴿1196﴾ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم** ۔پیر منظور محمد صاحب نے بواسطہ مولوی عبدالرحمٰن صاحب مبشر بذریعہ تحریر بیان کیا کہ میاں مبارک احمد صاحب مرحوم حجرے میں بیماری کی حالت میں پڑے تھے۔حجرے کے باہر برآمدہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام بیٹھے ہوئے تھے۔اور حضور کے سامنے نصف دائرہ میں چند ڈاکٹر صاحبان اور غالباً حضرت خلیفہ اول بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ درمیان میں پورٹ وائن کی وہی بوتل جو صاحبزادہ مبارک احمد صاحب مرحوم کے لئے منگائی گئی تھی پڑی ہوئی تھی۔میاں مبارک احمد صاحب کے علاج کے لئے دواؤں کی تجویز ہو رہی تھی میں بھی ایک طرف کو بیٹھا تھا۔حضرت اقدس نے فرمایا! کہ یہ جو حافظ کہتا ہے۔

آں تلخ وش کہ صوفی ام الخبائث خواند ——— اشھی لنا و احلی من قبلۃ العذاری

اس کا مطلب یہ ہے کہ اس شعر میں حافظ نے ام الخبائث ترک دنیا کو کہا ہے اور تلخ اس لئے کہا کہ

نبوت کے جھوٹے مدعی، قادیانی کذاب کی زندگی کے ایک پہلو پر مفصل تحریر

سدوم قوم لوط کا وہ مقام ہے جہاں عذاب نازل ہوا تھا

مرزا قادیانی

سدومی

مفتی سید مبشر رضا قادری

منتظم اعلیٰ ختم نبوت فورم و جامعہ ختم نبوت گوجرانوالہ



+923247448814

مرزا غلام قادیانی سدومی

مرزا قادیانی کا قریبی ساتھی اور مے خواں ٹانک وائن پہنچانے والا اپنی کتاب اسلامی قربانی میں اپنے کذاب پیشوا کے بارے لکھتا ہے کہ:

> جیسا کہ حضرت مسیح موعود نے ایک موقعہ پر اپنی حالت یہ ظاہر فرمائی ہے کہ کشف کی حالت آپ پر اس طرح طاری ہوئی کہ گویا آپ عورت ہیں اور اللہ تعالیٰ نے رجولیت کی طاقت کا اظہار فرمایا تھا سمجھنے والے کے لئے اشارہ کافی ہے

(اسلامی قربانی مصنف قاضی یار محمد، صفحہ 12)

مرزا قادیانی کا سدومی میلان کشفی عورت بننے کا دعویٰ

مرزا غلام احمد قادیانی کے بارے میں اس کے قریبی ساتھی قاضی یار محمد قادیانی نے اپنی کتاب اسلامی قربانی میں جو انکشاف کیا ہے وہ نہایت ہولناک اور اخلاقی انحطاط کی گہرائیوں کو ظاہر کرنے والا ہے۔ قاضی یار محمد، جو خود مرزا کے نہایت قریب رہا، اس کے گھریلو حالات، مشاغل، شراب نوشی کے واقعات بلکہ اس کی باطنی کیفیتوں کا مشاہدہ کرنے والا تھا، وہ صاف طور پر بیان کرتا ہے کہ مرزا قادیانی نے ایک موقع پر اپنی "کشفی حالت" بیان کرتے ہوئے کہا کہ مجھ پر کشف اس طرح طاری ہوا کہ گویا میں عورت ہوں، اور پھر اس نے یہ بھی دعویٰ کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاں" رجولیت کی طاقت" کا اظہار فرمایا۔ قاضی یار محمد لکھتا ہے کہ "سمجھنے والے کیلئے اشارہ کافی ہے"۔

یہ عبارت محض ایک جملہ نہیں بلکہ ایک پورا باطنی اور نفسیاتی دروازہ کھول دیتی ہے جس سے مرزا قادیانی کے کردار کی نوعیت، اس کی ذہنی ساخت، اور جنسی میلانات تک رسائی مل

جاتی ہے۔ کسی عام انسان کا نہیں، ایک مدعیٔ نبوت کا یہ کہنا کہ اسے کشف میں خود عورت بنا دیا گیا، اور پھر "رجولیت کی طاقت" کا ذکر کرنا، ایک انتہائی خطرناک اور سدومی رجحان کی طرف براہِ راست اشارہ ہے۔ مدعیٔ نبوت اگر اپنی کشفی حالت میں عورت بننے کا تصور کرے اور پھر مردانہ قوت کے اظہار کا ذکر کرے، تو اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ یہ شخص نہ صرف ذہنی انحراف رکھتا تھا بلکہ اس کے کشوف اپنی نفسانی خرافات اور باطنی بے راہ روی کا آئینہ تھے۔

مرزا کے اپنے مرید قاضی یار محمد نے یہ الفاظ لکھ کر گویا پوری دنیا کے سامنے اس کے اندر چھپے ہوئے اس بھیانک میلان کو بے نقاب کر دیا۔ یہ کیفیت کوئی روحانی واردات نہیں بلکہ ایک جنسی قسم کی بدفعلیانہ خواہشات کا عکس ہے، جسے صوفیانہ یا کشفی رنگ دینے کی کوشش کی گئی۔ رسول اللہ ﷺ کے وارث ہونے کا دعویٰ کرنے والا شخص اگر ایسی عورت بننے والی کیفیتیں بیان کرے تو یہ اس کی نبوت کے جھوٹے ہونے کے لئے کافی ہے، کیونکہ انبیاء علیہم السلام کا دامن ہر قسم کے جنسی ابہام، اخلاقی آلودگی اور نفسیاتی بدحواسی سے پاک ہوتا ہے۔

قاضی یار محمد کا "سمجھنے والے کیلئے اشارہ کافی ہے" کہنا اس بات کی طرف واضح ترین رہنمائی ہے کہ مرزا کی یہ کیفیت ان کے نزدیک بھی محض "کشف" نہیں بلکہ کسی نفسانی اور غیر اخلاقی رجحان کا کھلا اظہار تھا۔ یوں یہ حوالہ مرزا قادیانی کے سدومی میلان کا بنیادی ثبوت بن جاتا ہے، جو اس کے دیگر کردار و افعال کے ساتھ مل کر ایک نہایت مکروہ تصویر سامنے لاتا ہے۔

مرزا قادیانی عورت اور دس ماہ کا حمل

اُس نے براہین احمدیہ کے تیسرے حصہ میں میرا نام مریم رکھا پھر جیسا
کہ براہین احمدیہ سے ظاہر ہے دو ۲ برس تک صفت مریمیت میں میں

نے پرورش پائی اور پردہ میں نشوونما پاتا رہا پھر جب اُس پر دو برس گزر گئے تو جیسا کہ براہین احمدیہ کے حصہ چہارم صفحہ ۴۹۶ میں درج ہے مریم کی طرح عیسیٰ کی روح مجھ میں نفخ کی گئی اور استعارہ کے رنگ میں مجھے حاملہ ٹھہرایا گیا اور آخر کئی مہینہ کے بعد جو دس مہینے سے زیادہ نہیں بذریعہ اس الہام کے جو سب سے آخر براہین احمدیہ کے حصہ چہارم صفحہ ۵۵۶ میں درج ہے مجھے مریم سے عیسیٰ بنایا گیا پس اس طور سے میں ابن مریم ٹھہرا۔

(روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 50)

قاضی یار محمد کے بیان "سمجھنے والے کے لئے اشارہ کافی ہے" کا حقیقی مفہوم تب کھل کر سامنے آتا ہے جب مرزا قادیانی کی اپنی تصریحات کو سامنے رکھا جائے۔ اس کا اصل پس منظر مرزا کی وہ لرزہ خیز عبارت ہے جس میں وہ اپنے آپ کو دو سال تک عورت (مریم) بننے والا بیان کرتا ہے، پھر حمل ٹھہرنے کے دعوے کرتا ہے، اور آخر حاملہ مریم کی طرح "بچے کی پیدائش" کا دعویٰ کرتا ہے۔ یہ پورا بیان کسی روحانی کیفیت کا نام نہیں بلکہ ایک انتہائی غیر فطری، جنسی ابہام پر مبنی، اور سدومی ذہنیت کا ایک کھلا اعتراف ہے۔

پہلا نکتہ: دو سال تک عورت بننے کا دعویٰ

مرزا قادیانی کا یہ کہنا کہ میں دو سال تک عورت بنا رہا اس بات کی علامت ہے کہ اس کی اندرونی دنیا نفسیاتی و جنسی ابہاموں سے بھری ہوئی تھی۔ کوئی مرد، وہ بھی مدعیٔ نبوت، اگر اپنے آپ کو عورت بننے کی کیفیت میں بیان کرے تو یہ روحانی کشف نہیں بلکہ باطنی جنسی میلان کا اظہار ہے۔ انبیاء علیہم السلام اپنی پاکیزہ فطرت کے سبب ایسی خرافات سے پاک ہوتے ہیں، جبکہ مرزا نے اسے فخر سے بیان کیا۔

دوسرا نکتہ: حمل ٹھہرنے کا دعویٰ

مرزا کہتا ہے کہ:

”مجھے مریم کی طرح حمل ٹھہرایا گیا......“ یہ جملہ مذہبی نہیں، نفسیاتی بیماری اور جنسی انحراف کا آئینہ ہے۔ مرد کا حاملہ ہونا ایک ایسی سوچ ہے جو عام فہم انسانی نفسیات سے باہر اور سدومی ذہنیت کے دروازے کھولتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کے قریبی ساتھی قاضی یار محمد نے کہا: ”سمجھنے والے کے لئے اشارہ کافی ہے“۔

تیسرا نکتہ: دس ماہ کا حمل جو صرف گدھی کو ہوتا ہے

حمل کے حوالے سے مرزا مزید لکھتا ہے:

”کئی مہینے کے بعد جو دس مہینے سے زیادہ نہیں......“ یہ وہ نکتہ ہے جہاں مرزا کے جھوٹ اور اس کی باطنی گندگی کا پردہ مکمل اٹھ جاتا ہے۔ سائنس، طب، اور حیوانی علم کے مطابق:

☆ انسانی حمل 9 ماہ

☆ گدھی کا حمل تقریباً 10 ماہ

☆ دنیا میں کسی ذی جان کا 10 مہینے کا حمل نہیں ہوتا۔

مرزا کا ”10 ماہ کا حاملہ ہونا“ انسانی عورت نہیں، گدھی کا زمانۂ حمل ہے۔ یہاں وہ نہ صرف عورت بنتا ہے بلکہ ایسی عورت بننے کا دعویٰ کرتا ہے جس کا حمل جانور جیسا ہوتا ہے! قاضی یار محمد نے خود اس طرف اشارہ کیا تھا، اور یہ عبارت اس اشارے کی تصدیق کرتی ہے کہ مرزا کی یہ کیفیت روحانی نہیں بلکہ حیوانی، سدومی اور نفسیاتی بگاڑ کی پیداوار تھی۔

چوتھا نکتہ: مریم سے عیسیٰ بن جانا

آخر مرزا دعویٰ کرتا ہے:

" مجھے مریم سے عیسیٰ بنایا گیا...... پس اس طور سے میں ابن مریم ٹھہرا" ایک مرد کا پہلے عورت بننا، پھر حاملہ ہونا، پھر بچہ پیدا کرنا یہ سب ایک دماغی خرابی اور جنس کے بارے میں شدید الجھن کی علامت ہے۔ اسلامی تاریخ میں، صوفیانہ مکاشفات میں، یا کسی ولی و نبی کے اقوال میں ایسی خرافات کی مثال نہیں ملتی۔ یہ دعویٰ مذہب نہیں بلکہ ایک مریضانہ تخیل ہے۔

قاضی یار محمد کا اشارہ کس بات کی طرف تھا؟

اب یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ قاضی یار محمد کے الفاظ "سمجھنے والے کیلئے اشارہ کافی ہے" دراصل اسی طرف اشارہ کر رہے تھے کہ مرزا کے یہ کشف جنسی بدفعلیانہ میلانات، عورت بننے اور عورتوں والے حمل کی خواہشات کی پیداوار تھے۔

مرزا قادیانی کے سدومی ہونے کا تیسرا بڑا ثبوت معجزہ نمبر 85 کی حقیقت

٨٥۔نشان۔ایک مرتبہ میں قولنج زحیری سے سخت بیمار ہوا اور سولہ دن پاخانہ کی راہ سے خون آتا رہا اور سخت درد تھا جو بیان سے باہر ہے۔

(روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 246)

مرزا قادیانی کی عورت بننے، حاملہ ہونے اور جنسی ابہام پر مبنی خرافات کے بعد اب ایک اور چونکا دینے والا ثبوت سامنے آتا ہے، جو اس کے اپنے ہاتھوں لکھے ہوئے نشان نمبر 85 میں موجود ہے۔ یہ دعویٰ کوئی مخالف یا دشمن نہیں کرتا، بلکہ خود مرزا اسے اپنے نشانات میں سے ایک معجزہ قرار دیتا ہے۔ مگر حقیقت صاف ظاہر کرتی ہے کہ یہ کوئی روحانی نشان نہیں بلکہ بدفعلی (سدومی) کے نتیجے میں آنے والی بیماری کا اعتراف ہے۔

یہاں چند اہم پہلو سامنے آتے ہیں:

”مقعد سے خون آنا“ یہ قولنج نہیں، بدفعلی کی علامت ہے

طبِ قدیم اور طبِ جدید دونوں کی روشنی میں قولنج (Colic) یا قولنجِ زحیری کبھی سولہ دن تک مسلسل مقعد سے خون جاری رکھنے کا سبب نہیں بنتے۔ قولنج کے مریض کو درد، قبض، یا پیچش ہو سکتی ہے لیکن:

جو بیماری سولہ دن تک مسلسل مقعد سے خون نکالتی ہے، وہ عموماً یہ ہوتی ہے:

☆ مقعد کا زخم

☆ مقعد کی جھلی میں شدید چھید

☆ بواسیر کی انتہائی خطرناک کیفیت

☆ یا پھر بدفعلی یعنی sodomy کے نتیجے میں اندرونی ٹریک کا زخمی ہو جانا

طب کی زبان میں یہ حالت Traumatic Anal Hemorrhage کہلاتی ہے، جس کے اسباب میں جنسی بدفعلی سرِفہرست ہے۔ مرزا قادیانی کا 16 دن تک مسلسل خون آنے کا بیان ایک طبی شہادت ہے کہ اس کی مقعد میں ایسا زخم تھا جو عام بیماری سے نہیں بلکہ غیر فطری جنسی عمل سے پیدا ہوتا ہے۔

مرزا نے اپنی بدفعلی کو معجزہ بنا کر پیش کیا

دنیا کے کسی نبی نے، کسی ولی نے، کسی صوفی نے، یا کسی بزرگ نے اپنے مقعد سے خون آنے کو کبھی نشان یا معجزہ قرار نہیں دیا۔ یہ صرف مرزا قادیانی کا کمال ہے کہ وہ اپنی جسمانی گندگی، ذات کی بدصورتی اور بدفعلی کے نتیجے میں پیدا ہونے والی بیماری کو ”نشان“ سمجھ بیٹھا۔

انبیاء اپنے سینہ کشادہ ہونے، دل روشن ہونے، علم بڑھنے، اخلاق کے کمال اور روحانی نور کو نشانات کہتے ہیں۔ مرزا کہتا ہے میری مقعد سے خون آتا تھا، یہ نشان ہے! یہ جملہ

خود اس بات کا ثبوت ہے کہ مرزا کا ذہن جنسی غلاظت کے گرد گھومتا تھا۔ یہ واقعہ پہلے دو حوالوں کے ساتھ مل کر مکمل تصویر بناتا ہے۔

پہلا ثبوت:

مرزا کے اپنے الفاظ، دو سال تک عورت بننے کا دعویٰ، حمل ٹھہرنے کا دعویٰ، اور دس ماہ تک "گدھی جیسا حمل" رکھنے کا دعویٰ۔

دوسرا ثبوت:

قاضی یار محمد کا صاف اشارہ، مرزا کی کیفیت وہی ہے جس کا ذکر سمجھنے والوں کے لئے واضح ہے۔

تیسرا ثبوت:

مرزا کا خود اعتراف، سولہ دن تک میری مقعد سے خون آتا رہا۔ جو طبی لحاظ سے صرف بدفعلی کے نتیجے میں ہوتا ہے۔

یہ تین شواہد ثابت کرتے ہیں کہ مرزا قادیانی کی یہ بیمار ذہنیت صرف نظریاتی انحراف نہیں تھی، بلکہ عملی سدومی رجحانات پر مبنی تھی جو اس کی تحریروں، مکاشفات اور بیماریوں میں واضح طور پر جھلکتے ہیں۔

مرزاقادیانی کا حیض

مگر بہر حال ایک نشان میری برّیت کے لئے اِس مدّت میں ظاہر ہوگا جو آپ کو سخت شرمندہ کرے گا۔ خدا کی کلام پر ہنسی نہ کرو۔ پہاڑ ٹل جاتے ہیں دریا خشک ہو سکتے ہیں موسم بدل جاتے ہیں مگر خدا کا کلام نہیں بدلتا جب تک پورا نہ ہو لے۔ اِسی طرح میری کتاب اربعین نمبر ۴ صفحہ ۱۹ میں بابو الٰہی بخش صاحب کی نسبت یہ الہام ہے یریدون

اَنْ یروا طمثک واللہ یرید ان یریک انعامہ الانعامات المتواترۃ۔
انت منی بمنزلۃ اولادی واللہ ولیک وربک فقلنا یانار کونی بردًا یعنی بابو الٰہی بخش چاہتا ہے کہ تیرا حیض دیکھے یا کسی پلیدی اور ناپاکی پر اطلاع پائے مگر خدا تعالیٰ تجھے اپنے انعامات دکھلائے گا جو متواتر ہوں گے۔اور تجھ میں حیض نہیں بلکہ وہ بچہ ہوگیا ہے ایسا بچہ جو بمنزلہ اطفال اللہ ہے۔یعنی حیض ایک ناپاک چیز ہے مگر بچہ کا جسم اسی سے تیار ہوتا ہے۔اسی طرح جب انسان خدا کا ہو جاتا ہے۔
(روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 581)

مرزا قادیانی کی لواطت،جنسی انحراف،اور"حیض آنے کا" خود اعتراف ایک نہایت سنگین اور ناقابل تردید کا ثبوت یہ والا حوالہ ہے، یہ مرزا قادیانی کے سدومی (بدفعلی کروانے والا) میلانات،جنسی ابہام،اور روحانی دعوؤں کی حقیقت کو پوری طرح بے نقاب کر دیتا ہے۔
یہ حوالہ محض ایک جملہ نہیں بلکہ ایک پورا مجموعہ ہے جس میں مرزا:

☆ اپنے جسم میں حیض آنے کا دعویٰ کرتا ہے۔
☆ خود کو خدا کا بیٹا قرار دیتا ہے۔
☆ خود کو خدا کے برابر کہتا ہے۔
☆ اور سب سے اہم یہ کہ"حیض دیکھنے" کا مسئلہ مقعد سے ہونے والے خون سے ہی متعلق بنتا ہے کیونکہ مرزا کے پاس عورت کی شرمگاہ نہیں تھی۔یہ عبارت دراصل مرزا کی بدفعلی، جسمانی خرابیوں اور ذہنی بیماریوں کا کھلا اعتراف ہے۔

مرزا کہتا ہے کہ:
لوگ چاہتے تھے کہ"میرا حیض دیکھیں" یعنی وہ چاہتے تھے کہ مرزا سے حیض کا خون نکلتا

دیکھیں ۔مرزا کا جواب یہ ہے کہ حیض ایک ناپاک مادہ ہے مگر اسی مادہ سے بچہ بنتا ہے اور "میرے اندر یہ حیض بچہ بن گیا ہے" یہاں چند انتہائی اہم نکات نکلتے ہیں :

مرزا کا "حیض آنے" کا دعویٰ یہ صرف مقعد سے آنے والے خون کی تعبیر ہے کیونکہ مرزا مرد تھا، عورت نہیں تھا۔ اسے حَیض کا حیاتیاتی نظام عطا ہی نہیں کیا گیا تھا۔ اُس کے باوجود مرزا کہتا ہے کہ مخالفین اس کا حیض دیکھنا چاہتے تھے اور وہ خود حیض کے مادے کے بچہ بننے کا ذکر کرتا ہے یہ خود مرزا کے جسم میں کسی ایسی جگہ سے خون آنے کی طرف اشارہ ہے جسے وہ حیض سے متعلق سمجھ رہا تھا۔

مرزا کے اپنے بیان کردہ مرض" سولہ دن تک مقعد سے خون بہنے" کے ساتھ اس عبارت کو ملایا جائے تو نتیجہ خود بخود سامنے آتا ہے کہ مرزا کا وہ خون جو مقعد سے آتا تھا، اسے مذہبی رنگ دے کر حیض کی تاویل بنا دیا گیا۔

ایک مرد اپنے جسم سے نکلنے والے خون کو حیض کا نام تبھی دیتا ہے جب اس کی ذہنیت عورت بننے اور عورت جیسی کیفیتوں کی طرف جھکی ہو اور یہ وہی کیفیت ہے جو مرزا اپنی پہلی عبارت میں بیان کر چکا ہے" میں دو سال تک عورت یعنی مریم بنا رہا، پھر حمل ٹھہرا......"

بدفعلی کے نتیجے میں مقعد سے خون آنا

میڈیکل حقیقت یہ ہے کہ Anal bleeding (مقعد سے خون) اکثر sodomy یعنی بدفعلی کی وجہ سے ہوتا ہے ۔مرزا پہلے ہی اعتراف کر چکا ہے" سولہ دن تک میری مقعد سے خون آتا رہا" اب وہی خون آگے چل کر کبھی" قولنج زحیری" کا نام پاتا ہے، کبھی حیض بن جاتا ہے اور کبھی نشانِ ربی بن کر پیش کیا جاتا ہے ۔ یہ ایک بدفعلی کا شکار شخص کی نفسیاتی کیفیت ہے۔

مرزا کا خود کو بچہ بننے والا مادہ کہنا

مرزا کہتا ہے: ”حیض ناپاک چیز ہے مگر اسی سے بچہ بنتا ہے……اور وہ مجھ میں بچہ بن گیا ہے……میں بمنزلہ اطفال اللہ ہوں“ یہ جملہ پڑھ کر تین باتیں کھل کر سامنے آتی ہیں:

(الف) مرزا خود کو عورت سمجھتا تھا۔کیونکہ بچہ بننے کا مادہ عورت کے حیضی مادے سے پیدا ہوتا ہے، نہ کہ مرد کے جسم سے۔

(ب) مرزا کی جنسی نفسیات خطرناک حد تک بگڑی ہوئی تھی۔ایک مرد کا یہ کہنا کہ میرا حیض بچہ بن گیا ہے اس کے ذہنی توازن کا فیصلہ کن ثبوت ہے۔

(ج) مرزا کا تصورِ الٰہیت سدومی رویے سے جڑا ہوا تھا۔

یہ تمام جملے قرآن وسنت کے خلاف، کفریہ اور انتہائی جنسی ابہام سے بھرے ہوئے ہیں۔

چاروں حوالوں کو اگر جمع کریں تو پوری تصویر واضح ہو جاتی ہے

پہلا ثبوت: مرزا دو سال تک عورت بنا رہا، پھر حاملہ ہوا، پھر بچہ بن گیا۔

دوسرا ثبوت: مرزا نے اپنے گھر والوں کے سامنے کشف میں عورت بننے کا ذکر کیا۔

تیسرا ثبوت: مرزا سولہ دن تک مقعد سے خون آنے کو نشان بناتا ہے۔

چوتھا ثبوت: مرزا حیض آنے کے الزام کا جواب بھی حَیض کے مادے اور بچے کی تشکیل سے دیتا ہے، حالانکہ وہ مرد تھا۔(یعنی اس کے جسم سے جو خون نکلتا تھا وہ دراصل مقعد کا تھا)

یہ چاروں چیزیں اسے ایک جنسی نفسیاتی اور عملی طور پر سدومی انسان ثابت کرنے کے لئے کافی ہیں۔

مرزا قادیانی کے سدومی ہونے کا آخری اور فیصلہ کن ثبوت دردِزہ کا دعویٰ

خدا نے مجھے پہلے مریم کا خطاب دیا اور پھر نفخ روح کا الہام کیا۔ پھر بعد اس کے یہ الہام ہوا تھا فاجاءھا المخاض الی جذع النخلۃ قالت یالیتنی مت قبل ھذا وکنت نسیا منسیا یعنی پھر مریم کو جو مراد اِس عاجز سے ہے دردِ زِہ تنہ کھجور کی طرف لے آئی۔

(روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 51)

یہ آخری حوالہ حقیقت میں مرزا قادیانی کے جنسی ابہام، ذہنی اختلاط، عورت بننے کے جنون اور سدومی میلان کا سب سے واضح، کھلا اور ناقابل انکار ثبوت ہے۔ اس کے بعد کسی مباحثے، کسی تاویل یا کسی دفاع کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔

یہ جملہ صرف ایک مذہبی خرافہ نہیں بلکہ ایک خالص جنسی نفسیاتی علامت ہے، جس میں مرزا اپنے آپ کو اس پورے حیاتیاتی عمل کا حامل قرار دیتا ہے جو صرف اور صرف عورت کے لیے مخصوص ہے۔

دردِ زہ صرف عورت کو ہوتا ہے مرزا کے پاس عورت کا عضوِ مخصوصہ تھا ہی نہیں یہ بات ہر عام و خاص جانتا ہے کہ دردزہ زچگی کے وقت ہوتا ہے اور یہ درد حاملہ عورت کی شرمگاہ اور رحم میں پیدا ہوتا ہے یہ حیاتیاتی طور پر 100٪ ناممکن ہے کہ ایک مرد کو دردِ زہ ہو کیونکہ مرد میں نہ رحم ہوتا ہے، نہ بیضہ، نہ حمل، نہ زہری نہ ولادت کے راستے لہٰذا یہ حوالہ اس کے عورت بننے کے دعوے کو مکمل جنسی صورت میں پیش کرتا ہے۔

ظاہر ہے کہ یلج الجمل فی سم الخیاط اشارے کے طور پر ہے۔ اور مدراج میں سے
ایک درجے کی علامت کنایہ مقرر فرمائی گئی ہیں۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود
علیہ السلام نے ایک موقعہ پر اپنی حالت یہ ظاہر فرمائی ہے کہ کشف کی حالت
آپ پر اس طرح طاری ہوئی۔ کہ گویا آپ عورت ہیں۔ اور اللہ تعالےٰ نے
رجولیت کی طاقت کا اظہار فرمایا تھا سمجھنے والے کے لئے اشارہ کافی ہے
پس جن لوگوں کو میرا وہ رقعہ جو میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت
میں لکھا تھا او ... ن کی دلیل
نظر آتا ہے و ... ف مقام
درجہ جنت و ... ہیں یہاں
اللہ تعالےٰ ... جس کی
تعریف در بیا ... یان ہونگے
مرہنے ہو ... ے درجے دو
جنت اور بھی ... ایسے ہی
اسی ورلی زند ... اعمیٰ فھو
فی الاخرۃ اعمیٰ
اب میاں ... کر لکھیں کہ
اُن کو دو جنت ... سان ہے
خود کسی صنعت ... خوابوں
اور کشفوں کو ... والے ہیں
ایک سال ... گر دکسی
مسلمان بادشا ... ہم ہیں نے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

جو طاعون سے نبی بنتا آتا تو
بس تھی طاعون ڈراونی تم کو

ٹریکٹ موسومہ

اسلامی قربانی

نمبر (۳۴) (ج)

مؤلفہ

قاضی یار محمد صاحب بی۔ او۔ ایل پلیڈر

نورپور
ضلع کانگڑہ

جنوری سنہ ۱۹۲۰ء

ریاض ہند پریس امرتسر میں باہتمام شیخ نور احمد پرنٹر کے چھپا
اور
قاضی یار محمد پبلشر نے نورپور ضلع کانگڑہ سے شائع کیا۔

کیا جائے کہ تمہیں کیوں ابن مریم کہا جائے اور کیا آج سے بیس۲۰ بائیس۲۲ برس پہلے بلکہ اس سے بھی زیادہ میری طرف سے یہ منصوبہ ہوسکتا تھا کہ میں اپنی طرف سے الہام تراش کر اول اپنا نام مریم رکھتا اور پھر آگے چل کر افترا کے طور پر یہ الہام بناتا کہ پہلے زمانہ کی مریم کی طرح مجھ میں بھی عیسٰی کی روح پھونکی گئی اور پھر آخر کار صفحہ ۵۵۶ براہین احمدیہ میں یہ لکھ دیتا کہ اب میں مریم میں سے عیسٰی بن گیا۔ اے عزیزو! غور کرو اور خدا سے ڈرو ہرگز یہ انسان کا فعل نہیں یہ باریک اور دقیق حکمتیں انسان کے فہم اور قیاس سے بالاتر ہیں اگر براہین احمدیہ کی تالیف کے وقت جس پر ایک زمانہ گذر گیا مجھے اس منصوبہ کا خیال ہوتا تو میں اُسی براہین احمدیہ میں یہ کیوں لکھتا کہ عیسٰی مسیح ابن مریم آسمان سے دوبارہ آئے گا سو چونکہ خدا جانتا تھا کہ اس نکتہ پر علم ہونے سے یہ دلیل ضعیف ہو جائے گی اس لئے گو اُس نے براہین احمدیہ کے تیسرے حصہ میں میرا نام مریم رکھا پھر جیسا کہ براہین احمدیہ سے ظاہر ہے دو۲ برس تک صفت مریمیت میں میں نے پرورش پائی اور پردہ میں نشوونما پاتا رہا پھر جب اُس پر دو برس گزر گئے تو جیسا کہ براہین احمدیہ کے حصہ چہارم صفحہ ۴۹۶ میں درج ہے مریم کی طرح عیسٰی کی روح مجھ میں نفخ کی گئی اور استعارہ کے رنگ میں مجھے حاملہ ٹھہرایا گیا اور آخر کئی مہینہ کے بعد جو دس مہینے سے زیادہ نہیں بذریعہ اس الہام کے جو سب سے آخر براہین احمدیہ کے حصہ چہارم صفحہ ۵۵۶ میں درج ہے مجھے مریم سے عیسٰی بنایا گیا پس اس طور سے میں ابن مریم ٹھہرا۔ اور خدا نے براہین احمدیہ کے وقت میں اس سر خفی کی مجھے خبر نہ دی حالانکہ وہ سب خدا کی وحی جو اس راز پر مشتمل تھی میرے پر نازل ہوئی اور براہین میں درج ہوئی مگر مجھے اُس کے معنوں اور اس ترتیب پر اطلاع نہ دی گئی اسی واسطے میں نے مسلمانوں کا رسمی عقیدہ براہین احمدیہ میں لکھ دیا تا میری سادگی اور عدم بناوٹ پر وہ گواہ ہو وہ۔۔۔ لکھنا جو الہامی نہ تھا محض رسمی تھا مخالفوں کے لئے قابل استناد نہیں کیونکہ مجھے خود بخود غیب کا دعویٰ نہیں جب تک کہ خود خدا تعالیٰ مجھے نہ سمجھاوے۔ سو اس وقت تک حکمتِ الٰہی کا یہی

اُٹھا اور امتحان کے لئے چلنا شروع کیا تو ثابت ہوا کہ میں کہ بالکل تندرست ہوں تب مجھے اپنے قادر خدا کی قدرت عظیم کو دیکھ کر رونا آیا کہ کیسا قادر ہمارا خدا ہے اور ہم کیسے خوش نصیب ہیں کہ اُس کی کلام قرآن شریف پر ایمان لائے اور اس کے رسول کی پیروی کی اور کیا بدنصیب وہ لوگ ہیں جو اس ذوالعجائب خدا پر ایمان نہیں لائے۔

۸۵۔نشان۔ ایک مرتبہ میں قولنج زحیری سے سخت بیمار ہوا اور سولہ[۱۶] دن پاخانہ کی راہ سے خون آتا رہا اور سخت درد تھا جو بیان سے باہر ہے انہیں دنوں میں شیخ رحیم بخش صاحب مرحوم مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب کے والد ماجد بٹالہ سے میری عیادت کے لئے آئے اور میری

انشاءاللہ تعالیٰ۔ مگر بہرحال ایک نشان میری بریّت کے لئے اِس مدّت میں ظاہر ہوگا جو آپ کو سخت شرمندہ کرے گا۔ خدا کی کلام پر ہنسی نہ کرو۔ پہاڑ ٹل جاتے ہیں دریا خشک ہوسکتے ہیں موسم بدل جاتے ہیں مگر خدا کا کلام نہیں بدلتا جب تک پورا نہ ہولے۔

اِسی طرح میری کتاب **اربعین نمبر ۴** صفحہ ۱۹ میں بابو الٰہی بخش صاحب کی نسبت یہ الہام ہے **یریدون اَنْ یروا طمثک واللّٰہ یرید ان یریک انعامہ الانعامات المتواترة. انت منی بمنزلة اولادی واللّٰہ ولیک وربک فقلنایا نارکونی بردًا** یعنی بابو الٰہی بخش چاہتا ہے کہ تیرا حیض دیکھے یا کسی پلیدی اور ناپاکی پر اطلاع پائے مگر خدا تعالیٰ تجھے اپنے انعامات دکھلائے گا جو متواتر ہوں گے۔ اور تجھ میں حیض نہیں بلکہ وہ بچہ ہوگیا ہے ایسا بچہ جو بمنزلہ اطفال اللہ ہے۔ یعنی حیض ایک ناپاک چیز ہے مگر بچہ کا جسم اسی سے تیار ہوتا ہے۔ اسی طرح جب انسان خدا کا ہو جاتا ہے تو جس قدر فطرتی ناپاکی اور گند ہوتا ہے جو انسان کی فطرت کو لگا ہوا ہوتا ہے اُسی سے ایک روحانی جسم تیار ہوتا ہے۔ یہی طمث انسانی ترقیات کا نتیجہ ہے۔ اِسی بناء پر صوفیاء کا قول ہے کہ اگر گناہ نہ ہوتا تو انسان کوئی ترقی نہ کرسکتا۔ آدم کی ترقیات کا بھی یہی موجب ہوا۔ اِسی وجہ سے ہر ایک نبی مخفی کمزوریوں پر نظر کر کے استغفار

تقاضا تھا کہ براہین احمدیہ کے بعض الہامی اسرار میری سمجھ میں نہ آتے مگر جب وقت آ گیا تو وہ اسرار مجھے سمجھائے گئے تب میں نے معلوم کیا کہ میرے اس دعویٰ مسیح موعود ہونے میں کوئی نئی بات نہیں یہ وہی دعویٰ ہے جو براہین احمدیہ میں بار بار بتصریح لکھا گیا ہے۔ اس جگہ ایک اور الہام کا بھی ذکر کرتا ہوں اور مجھے یاد نہیں کہ میں نے وہ الہام اپنے کسی رسالہ یا اشتہار میں شائع کیا ہے یا نہیں لیکن یہ یاد ہے کہ صدہا لوگوں کو میں نے سنایا تھا اور میری یادداشت کے الہامات میں موجود ہے اور وہ اُس زمانہ کا ہے جب کہ **خدا نے مجھے پہلے مریم کا خطاب دیا اور پھر نفخ روح کا الہام کیا۔ پھر بعد اس کے یہ الہام ہوا تھا** فاجاء ها المخاض الی جذع النخلة قالت یالیتنی مت قبل هذا و کنت نسیا منسیا یعنی پھر مریم کو جو مراد اِس عاجز سے ہے دردِ زِہ تنہ کھجور کی طرف لے آئی یعنی عوام الناس اور جاہلوں اور بے سمجھ علماء سے واسطہ پڑا جن کے پاس ایمان کا پھل نہ تھا جنہوں نے تکفیر و توہین کی اور گالیاں دیں اور ایک طوفان برپا کیا تب مریم نے کہا کہ کاش میں اس سے پہلے مر جاتی اور میرا نام و نشان باقی نہ رہتا یہ اس شور کی طرف اشارہ ہے جو ابتدا میں مولویوں کی طرف سے بہ ہیئت مجموعی پڑا اور وہ اس دعویٰ کی برداشت نہ کر سکے اور مجھے ہر ایک حیلہ سے انہوں نے فنا کرنا چاہا تب اُس وقت جو کرب اور قلق ناسمجھوں کا شور و غوغا دیکھ کر میرے دل پر گذرا اُس کا اس جگہ خدا تعالیٰ نے نقشہ کھینچ دیا ہے اور اس کے متعلق اور بھی الہام تھے جیسا لقد جئت شیئا فریا۔ ما کان ابوک امرء سوء و ما کانت أمک بغیا اور پھر اس کے ساتھ کا الہام براہین احمدیہ کے صفحہ ۵۲۱ میں موجود ہے اور وہ یہ ہے۔ الیس اللّٰہ بکاف عبده ولنجعله اية للناس ورحمة منا وکان امرا مقضیا۔ قول الحق الذی فیه تمترون دیکھو براہین احمدیہ صفحہ ۵۱۶ سطر ۱۲ و ۱۳۔ (ترجمہ) اور لوگوں نے کہا کہ اے مریم تو نے یہ کیا مکروہ اور قابلِ نفرین کام دکھلایا جو راستی سے دور ہے تیرا باپ☆ اور تیری ماں تو ایسے نہ تھے

☆ **نوٹ:** اس الہام پر مجھے یاد آیا کہ بٹالہ میں فضل شاہ یا مہر شاہ نام ایک سید تھے جو میرے والد صاحب سے بہت

نبوت کے جھوٹے مدعی، قادیانی کذاب کی زندگی کے ایک پہلو پر مفصل تحریر

مرزا قادیانی

ٹھرکی

مفتی سید مبشر رضا قادری

منتظم اعلیٰ ختم نبوت فورم و جامعہ ختم نبوت گوجرانوالہ



+923247448814

مرزا قادیانی کی ٹھرک بازیاں

اُنہوں کچھ دیدا ہے۔

حضرت مسیح موعود کے اندرون خانہ ایک نیم دیوانی سی عورت بطور خادمہ کے رہا کرتی تھی۔ ایک دفعہ اُس نے کیا حرکت کی کہ جس کمرے میں حضرت صاحب بیٹھ کر لکھنے پڑھنے کا کام کرتے تھے وہاں ایک کونے میں کھرا تھا جس کے پاس پانی کے گھڑے رکھتے تھے۔ وہاں اپنے کپڑے اُتار کر ننگی بیٹھ کر نہانے لگ گئی۔ حضرت صاحب اپنے کام تحریر میں مصروف رہے اور کچھ خیال نہ کیا کہ وہ کیا کرتی ہے۔ جب وہ نہا چکی تو ایک اور خادمہ اتفاقاً آنکلی۔ اُس نے اس نیم دیوانی کو ملامت کی کہ حضرت صاحب کے کمرے میں اور موجودگی کے وقت تو نے یہ کیا حرکت کی تو اُس نے ہنس کر جواب دیا، انہوں کچھ دیدا ہے۔ یعنی اُسے کیا دکھائی دیتا ہے۔

(ذکر حبیب از قادیانی مفتی صادق، صفحہ 30)

مرزا قادیانی کا غیر محرم عورتوں سے شرمناک اختلاط

مرزا قادیانی کی ذاتی زندگی کے اندر ایسے ایسے واقعات پائے جاتے ہیں جو نہ صرف اُس کے اخلاقی زوال کی نشاندہی کرتے ہیں بلکہ یہ بھی ظاہر کرتے ہیں کہ مرزا کا اپنے گھر کی عورتوں، خادماؤں اور اجنبی عورتوں کے ساتھ میل جول عام انسانی معیار سے بھی نیچے تھا۔ ”ذکرِ حبیب“ از قادیانی مفتی صادق میں بیان کردہ واقعہ اس سلسلے کا نہایت شرمناک ثبوت ہے۔ حوالہ کے مطابق مرزا قادیانی کے گھر میں ایک نیم دیوانی عورت بطور خادمہ رہتی تھی جو

ذہنی توازن کی پختہ نہیں تھی۔ اس خادمہ نے ایک دن وہ انتہائی فحش اور غیر اخلاقی حرکت کی کہ جس کمرے میں مرزا بیٹھ کر لکھنے پڑھنے کے کام میں مصروف تھا، اسی کمرے کے ایک کونے میں خود کو برہنہ کر کے نہانے لگی۔ یہ ایک ایسا فعل تھا جس پر کوئی بھی غیرت مند، معمولی عقل رکھنے والا شخص فوراً پردہ کرواتا، اس کو وہاں سے ہٹانے کی کوشش کرتا یا کم از کم اپنی نظر جھکا کر کمرہ چھوڑ دیتا لیکن مرزا قادیانی کی بے حسی اور غیر ذمہ دارانہ کردار کا یہ عالم تھا کہ وہ اسی حالت میں بیٹھا رہا، لکھنے میں مصروف رہا اور اس پر کوئی اثر نہ لیا۔ جب وہ خادمہ نہا کر فارغ ہوئی تو دوسری خادمہ نے اُسے جھڑ کا کہ تو نے یہ حرکت حضرت صاحب کی موجودگی میں کس طرح کرلی۔ اس پر نیم دیوانی خادمہ نے نہایت معنی خیز جملہ کہا: ''اُنہوں کچھ دیدا ہے'' یعنی ''اُنہیں تو کچھ دکھائی ہی نہیں دیتا''۔ یہ جملہ محض ایک پاگل عورت کی زبان سے نہیں نکلا بلکہ اس میں پورے ماحول، مرزا کی بے غیرتی اور اس کے گھر کے اندر ہونے والی بے پردگی کا نقشہ سامنے آجاتا ہے۔

یہ واقعہ کئی پہلوؤں سے مرزا قادیانی کی شخصیت پر بدترین سوال اٹھاتا ہے۔ سب سے پہلا نکتہ یہ ہے کہ کوئی بھی نبی، صوفی، مجدد یا خداداد شخصیت ایسی غیر محرم عورت کے سامنے نہ بیٹھا رہتا جو برہنہ ہو کر اس کے سامنے غسل کر رہی ہو۔ انبیاء کے گھروں میں پاکیزگی، حیا، پردہ، اخلاقی عظمت اور تقدس پایا جاتا ہے۔ جبکہ مرزا کے گھر کی فضا اور اس کے اپنے عمل سے صاف ظاہر ہے کہ نہ وہاں پردے کی کوئی حد تھی نہ غیرت کا کوئی شائبہ۔ دوسرا اہم پہلو یہ ہے کہ عورت کے الفاظ ''اُنہوں کچھ دیدا ہے'' اس بات کی طرف کھلی نشاندہی ہیں کہ مرزا عورتوں کے سامنے اس طرح بیٹھے رہنے کا عادی تھا اور گھر والوں کو بھی معلوم تھا کہ مرزا کی نظر ایسی چیزوں پر نہیں اُٹھتی یا پھر اس کی طبیعت ایسی تھی کہ وہ عورتوں کے جسم سے متاثر نہیں ہوتا تھا۔ یہ بات خود مرزا کے دیگر حوالہ جات سے بھی ثابت ہوتی ہے جہاں وہ اپنے آپ کو ''مریم''

بنانے، ''حاملہ'' کرنے، ''دردِ زہ'' کے الہامات، اور مقعد سے مسلسل خون آنے جیسے افعال بیان کرتا ہے، جو اس کی شخصیت کے عجیب، غیر معمولی اور اخلاقی بگاڑ کو ثابت کرتے ہیں۔
تیسرا پہلو یہ ہے کہ ایک مرد کی موجودگی میں، وہ بھی گھر کے سربراہ کی موجودگی میں، عورت کا برہنہ ہو کر نہانا گھر کے ماحول کی بے حیائی کا کھلا اظہار ہے۔ یہ واقعہ اگر کسی عام شخص کے گھر میں ہو تو بھی اخلاقی گراوٹ کی دلیل سمجھا جائے گا، چہ جائیکہ ایسے شخص کے گھر ہو جو دعویٰ کرے کہ میں ''مسیح موعود''، ''مہدی''، ''نبی'' یا ''خدا کی طرف سے مامور'' ہوں۔ ایسی شخصیت کے گھر سے اخلاقی پاکیزگی، پردے اور شرم و حیا کا اعلیٰ ترین معیار متوقع ہوتا ہے۔

مگر ٹھوس حوالہ ہمیں بتاتا ہے کہ مرزا قادیانی کے گھر میں خادمائیں آزادانہ گھومتی تھیں، عورتیں اس کے کمرے میں اس وقت بھی داخل ہوتی تھیں جب وہ موجود ہوتا تھا، اور برہنہ ہو کر نہانا بھی اس ماحول میں کوئی بڑی بات نہ تھی۔ اور سب سے زیادہ افسوسناک پہلو یہ ہے کہ مرزا کی اپنی طبیعت میں اس منظر پر غیرت، تکلیف، ناراضی یا حیا کا کوئی اظہار نہیں ہوا بلکہ پورا واقعہ اس کی بے حسی اور عورتوں کے ساتھ غیر معمولی اختلاط پر دلالت کرتا ہے۔

اس واقعہ کی روشنی میں مرزا قادیانی کی ''ٹھرک بازیاں'' صرف الزام نہیں رہتیں بلکہ اس کے اپنے پیروکاروں کے قلم سے نکلے ہوئے اعترافات بن جاتی ہیں۔ ایسے ماحول، ایسے کردار اور ایسی بے شرمی کے ساتھ اگر کوئی شخص نبوت، مہدویت یا مسیحیت کا دعویٰ کرے تو یہ تاریخ کا سب سے بڑا اخلاقی تضاد بن جاتا ہے۔

پردہ، غیر محرم سے احتراز از قرآن و حدیث

قرآن و سنت کی روشنی سے پردہ، غیر محرم سے احتراز اور معاشرتی پاکیزگی کے اصول واضح کرنا ضروری ہے۔ ذیل میں متعلقہ نصوص، ان کا مفہوم اور عملی استدلال پیش کیا جا رہا ہے تا کہ قاری کو معلوم ہو کہ اسلام نے اس معاملے کو کس قدر سنجیدگی سے لیا ہے اور اس واقعے کو کس

تناظر میں پرکھنا چاہیے۔

قرآنِ مجید کی ہدایات۔

قُل لِّلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوا
فُرُوجَهُمْ ۚ ذَٰلِكَ أَزْكَىٰ لَهُمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا
يَصْنَعُونَ(30)وَقُل لِّلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ
أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ
إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا ۖ وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَىٰ
جُيُوبِهِنَّ ۖ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ أَوْ
آبَائِهِنَّ أَوْ آبَاءِ بُعُولَتِهِنَّ أَوْ أَبْنَائِهِنَّ أَوْ أَبْنَاءِ
بُعُولَتِهِنَّ أَوْ إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِي إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِي
أَخَوَاتِهِنَّ أَوْ نِسَائِهِنَّ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُنَّ أَوِ
التَّابِعِينَ غَيْرِ أُولِي الْإِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ أَوِ الطِّفْلِ
الَّذِينَ لَمْ يَظْهَرُوا عَلَىٰ عَوْرَاتِ النِّسَاءِ ۖ وَلَا
يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِينَ مِن زِينَتِهِنَّ ۚ
وَتُوبُوا إِلَى اللَّهِ جَمِيعًا أَيُّهَ الْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ
تُفْلِحُونَ(31)

ترجمہ کنزالایمان: مسلمان مردوں کو حکم دو اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں یہ ان کے لیے بہت ستھرا ہے، بیشک اللہ کو ان کے کاموں کی خبر ہے(30)اور مسلمان عورتوں کو حکم دو اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں اور اپنی پارسائی کی حفاظت کریں اور اپنا

بناؤ نہ دکھائیں مگر جتنا خود ہی ظاہر ہے اور وہ دوپٹے اپنے گریبانوں پر ڈالے رہیں، اور اپنا سنگھار ظاہر نہ کریں مگر اپنے شوہروں پر یا اپنے باپ یا شوہروں کے باپ یا اپنے بیٹوں یا شوہروں کے بیٹے یا اپنے بھائی یا اپنے بھتیجے یا اپنے بھانجے یا اپنے دین کی عورتیں یا اپنی کنیزیں جو اپنے ہاتھ کی ملک ہوں یا نوکر بشرطیکہ شہوت والے مرد نہ ہوں یا وہ بچے جنہیں عورتوں کی شرم کی چیزوں کی خبر نہیں اور زمین پر پاؤں زور سے نہ رکھیں کہ جانا جائے ان کا چھپا ہوا سنگھار اور اللہ کی طرف توبہ کرو اے مسلمانو! سب کے سب اس امید پر کہ تم فلاح پاؤ (31)

(سورہ النور آیت 30،31)

یہ آیات اسلام کی بنیادی اخلاقی ہدایات ہیں جن کا مقصد معاشرے میں بے حیائی، فتنہ اور غیرت کے زوال کو روکنا ہے۔ پردہ اور نظر نیچی رکھنے کا حکم فردی پاکیزگی کے ساتھ اجتماعی امن کا سبب بھی بنتا ہے۔ پردہ صرف لباس کا معاملہ نہیں بلکہ نظر و زبان و حرکت تک ایک جامع نظام ہے جو غیر محرم اختلاط کو محدود کرتا ہے۔

ایک اور اہم آیت

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰىٓ اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ۗ وَسَاۗءَ سَبِيْلًا

ترجمہ کنزالایمان: اور بدکاری کے پاس نہ جاؤ بیشک وہ بے حیائی ہے، اور بہت ہی بری راہ،

(سورۃ بنی اسرائیل آیت 32)

یہ حکم فحشاء کی ابتدا کو روکتا ہے، اسلام نے صرف زنا کی ممانعت نہیں بلکہ اس کی ابتدا

یعنی ایسے مواقع جن سے زنا کا دروازہ کھل سکتا ہے، انہیں بھی بند کیا ہے۔ اس کا عملی مطلب یہ ہے کہ غیر محرم سے ایسی تنہائی، اخلاط یا بے پردگی جس سے گناہ کی طرف آسانی پیدا ہو، اسے سختی سے روکا جائے۔

حدیثِ نبوی ﷺ میں اس تصور کو تقویت دینے والی متعدد روایات ملتی ہیں۔ ایک اہم روایت ہے:

لَا يَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَأَةٍ إِلَّا مَعَ ذِي مَحْرَمٍ

محرم کے سوا کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ تنہائی میں نہ بیٹھے۔

(صحیح بخاری 5233)

یہ فرمان واضح طور پر اکیلے میں مخلوط ملاقات کی ممانعت کرتا ہے کیونکہ ایسی تنہائی میں فکری و عملی لغزش کا خطرہ بڑھ جاتا ہے۔ اسی طرح ایک اور مشہور ہدایت ہے کہ عورتیں اکیلے بغیر محرم کے سفر نہ کریں، جو معاشرتی رواداری میں حفاظتی حکم ہے اور اسی اصول کا اطلاق گھریلو اختلاط اور ملازمت کے معاملات پر بھی ہوتا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے مؤمن کے ایمان کی پاکیزگی اور نگاہ کی حفاظت پر زور دیا۔ آنکھیں نیچی رکھنے اور غیر محرم سے غیر ضروری گفتگو و لمس سے بچنے کے حکم کی متعدد احادیث میں تاکید ملتی ہے۔ اس کا عملی مفہوم یہ ہے کہ محرم و غیر محرم کے درمیان حدود واضح ہوں؛ ملاقاتیں رسمی، معاشی یا ضروری ہوں تو باعزت، کھلے اور عوامی مقامات یا محض ادارہ جاتی پس منظر میں ہوں؛ ذاتی، خفیہ، یارات گئے کی بیٹھک جیسے مواقع سے قطعی اجتناب کیا جائے۔

اسلامی فقہ نے اسی متن سے پردے اور غیر محرم سے کنارہ کشی کے قواعد وضع کیے ہیں: غیر محرم کے ساتھ تنہا ہونا (خلوت)، بے پردگی، جسمانی قربت اور غیر ضروری مصافحہ یا لمس سے پرہیز فرض یا مکروہ قرار پایا ہے۔ عورتوں کے لیے پردہ و حجاب اور مردوں کے لیے

شرمگاہ کی حفاظت دونوں پر یکساں زور ہے۔ یہ حدود صرف عورتوں پر لاگو نہیں بلکہ مردوں کو بھی نگاہ نیچی رکھنے، زبان سنبھالنے اور فتنہ انگیز گفتگو سے بچنے کا پابند کیا گیا۔

اس پیش کردہ واقعے کے تناظر میں یہ چند عملی نکتۂ نظر اہم ہیں۔ ایک، اگر گھر کے سربراہ یا وہ شخص جسے لوگ روحانی رہنمائی، تقویٰ یا مثال سمجھتے ہیں، غیر محرم عورتوں کے سامنے پردہ و حیا کے اصول کی پامالی کرے تو وہ اپنی جماعت کے لیے براہِ راست فتنے کی دعوت ہے۔ دو، ایسے حالات میں صرف فردی بدذوقی نہیں بلکہ آئینی شانِ دینی اور عوامی اعتماد مجروح ہوتا ہے۔ لہٰذا معاشرتی سطح پر اس کی مذمت اور احتساب لازم ہے۔ دین اسلام نے حدودِ شرع مقرر کیں تاکہ فتنہ اور جرائم کی ابتدا روکی جاسکے۔ اس لیے غیر محرم عورتوں کا کھلے طور پر کسی مرد کی موجودگی میں نہانا، تنہائی میں بیٹھنا یا دیگر ایسے اعمال جو فتنہ پیدا کریں، اسلامی اخلاق کے منافی ہیں اور انہیں کم از کم مکروہ اور اکثر اً حرام قرار دیا گیا ہے۔

اسلامی نصوص اور فقہی اصولوں کی روشنی میں نتیجہ واضح ہے۔ پردہ اور غیر محرم سے پرہیز نہ صرف فردی تقویٰ کا معاملہ ہے بلکہ معاشرتی سلامت کے لیے بنیاد ہے۔ آپ کے پیش کردہ واقعے کی روشنی میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس قسم کے واقعات جہاں روحانی یا مذہبی لیبل والے افراد کے دائرے میں رونما ہوں تو ان کے مضمرات مذہبی، اخلاقی اور اجتماعی اعتبار سے سنگین ہوتے ہیں۔ اس لیے ایسے واقعات کو نصوص کے مطابق شناخت، نشاندہی اور عوام الناس کو آگاہ کر کے شرعی اور معاشرتی طریقوں سے نمٹا یا جانا چاہیے۔

کے اُس حصّہ میں جو پُرانے پُل کے جنوبی جانب ہے اور جہاں اب قاری محمد یٰسین صاحب اور مولوی قطب الدین صاحب اور میاں احمد نور افغان وغیرہ کے مکانات ہیں یہاں ایک مکان بنانا چاہا۔ لیکن اس تجویز شدہ مکان کا جو نقشہ اُنہوں نے بنایا اور بتیاں لگائیں تو معلوم ہُوا کہ نواب صاحب نے کچھ حصّہ اس زمین کا بھی اپنے نقشہ میں شامل کر لیا تھا جو اُس کھیت کے غربی جانب تھا جس کھیت کو بہت سی بھرتی ڈلوا کر حضرت اُمّ المومنین نے تیار کروایا تھا۔ (اُس وقت نواب صاحب کی بیگم جو وہ مالیر کوٹلہ سے ساتھ لائے تھے، زندہ تھیں) یہ بات حضرت اُمّ المومنین کی ناراضگی کا موجب ہوئی اور حضرت اُمّ المومنین نے حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام سے اِس ناراضگی کا اظہار کیا۔ حضورؑ نے نواب صاحب کو لکھا۔ جس پر نواب صاحب نے اُس زمین پر مکان بنانے کے اِرادہ کو ترک کیا کہ اِس میں ابتداء ہی میں تنازع ہوا ہے یہ جگہ مبارک نہیں ہوسکتی اور بعد میں دوسرے اصحاب نے بھرتی ڈلوا کر وہاں مکانات بنوا لئے اور نواب صاحب نے مدرسہ تعلیم الاسلام کے پاس زمین خرید کر کے کوٹھی بنوائی اور حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے ساتھ تعلّقات محبت کے بڑھانے میں اُنہیں بڑی برکات حاصِل ہوئیں۔

بال سفید

فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے بال تیس سال کی عمر میں سفید ہونے شروع ہوئے تھے اور پھر جلد جلد سب سفید ہو گئے۔

اُنہوں کُجھ دِیدَا ہے۔

حضرت مسیح موعود کے اندرون خانہ ایک نیم دیوانی سی عورت بطور خادمہ کے رہا کرتی تھی۔ ایک دفعہ اُس نے کیا حرکت کی کہ جس کمرے میں حضرت صاحبؑ بیٹھ کر لکھنے پڑھنے کا کام کرتے تھے وہاں ایک کونے میں گھڑا تھا جس کے پاس پانی کے گھڑے رکھّے تھے۔ وہاں اپنے کپڑے اُتار کر ننگی بیٹھ کر نہانے لگ گئی۔ حضرت صاحبؑ اپنے کام تحریر میں مصروف رہے اور کچھ خیال نہ کیا کہ وہ کیا کرتی ہے۔ جب وہ نہا چکی تو ایک اور خادمہ اتفاقاً آ نکلی۔ اُس نے اس نیم دیوانی کو ملامت کی کہ حضرت صاحبؑ کے کمرے میں اور موجودگی کے وقت تو نے یہ کیا حرکت کی تو اُس نے ہنس کر جواب دیا، اُنہوں کُجھ دِیدَا ہَے۔ یعنی اُسے کیا دِکھائی دیتا ہے۔ حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی عادت غضِّ بصر کی جو وہ ہر وقت مشاہدہ کرتی تھی اس کا اثر اُس دیوانی عورت پر بھی ایسا تھا کہ وہ خیال کرتی تھی کہ حضورؑ کو کچھ دکھائی نہیں دیتا۔ اِس واسطے حضورؑ سے کسی پَردہ کی ضرورت ہی نہیں۔

جاو! جی میں ایسے پردہ کا قائل نہیں ہوں

{77} بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔بیان کیا حضرت مولوی نورالدین صاحب خلیفہ اوّل نے کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعودؑ کسی سفر میں تھے ۔ سٹیشن پر پہنچے تو ابھی گاڑی آنے میں دیر تھی ۔آپ بیوی صاحبہ کے ساتھ سٹیشن کے پلیٹ فارم پر ٹہلنے لگے ۔یہ دیکھ کر مولوی عبدالکریم صاحب جن کی طبیعت غیور اور جوشیلی تھی میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ بہت لوگ اور پھر غیر لوگ ادھر ادھر پھرتے ہیں آپ حضرت صاحب سے عرض کریں کہ بیوی صاحبہ کو کہیں الگ بٹھا دیا جاوے ۔مولوی صاحب فرماتے تھے کہ میں نے کہا میں تو نہیں کہتا آپ کہہ کر دیکھ لیں ۔ناچار مولوی عبدالکریم صاحب خود حضرت صاحب کے پاس گئے اور کہا کہ حضور لوگ بہت ہیں بیوی صاحبہ کو الگ ایک جگہ بٹھا دیں ۔حضرت صاحب نے فرمایا جاؤ جی میں ایسے پردہ کا قائل نہیں ہوں ۔مولوی صاحب فرماتے تھے کہ اس کے بعد مولوی عبدالکریم صاحب سر نیچے ڈالے میری طرف آئے میں نے کہا مولوی صاحب ! جواب لے آئے؟ ۔

(سیرت المہدی حصہ اول صفحہ 56 روایت نمبر 77)

مرزا قادیانی کا پردہ سے انکار

سیرت المہدی روایت 77 میں مرزا قادیانی کا ایک انتہائی سنگین اور شرعی اصولوں کے خلاف روّیہ سامنے آتا ہے ۔روایت کے مطابق جب مولوی عبدالکریم قادیانی نے اسے سمجھایا کہ:"لوگ بہت ہیں، بیوی صاحبہ کو الگ جگہ بٹھا دیں" تو مرزا قادیانی نے جواب

دیا: ”جاؤ جی، میں ایسے پردہ کا قائل نہیں ہوں“ یہ ایک ایسا جملہ ہے جس میں قرآن کے حکم کا انکار، رسول اللہ ﷺ کی سنت کی مخالفت، مسلمان معاشرت کی بنیادوں کی توہین، ایک مدعیِ نبوت کا عورتوں کے پردہ کے باب میں بے شرمی پر مبنی موقف صاف اور بے نقاب دکھائی دیتا ہے۔

یہ صرف فتویٰ یا فقہی مسئلہ نہیں بلکہ اخلاقی، شرعی اور تمدنی لحاظ سے بے غیرتی کی بدترین مثال ہے، خاص طور پر ایسے شخص کی طرف سے جو اپنے آپ کو ”مسیح موعود“ اور ”نبی“ کہنے کی جسارت کرے۔

اسلام میں پردہ، قرآنِ کریم کی واضح ہدایات

وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ ۖ وَأَقِمْنَ الصَّلَاةَ وَآتِينَ الزَّكَاةَ وَأَطِعْنَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ ۚ إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا

ترجمہ کنزالایمان: اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو اور بے پردہ نہ رہو جیسے اگلی جاہلیت کی بے پردگی اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو اور اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو اللہ تو یہی چاہتا ہے، اے نبی کے گھر والو! کہ تم سے ہر ناپاکی دور فرما دے اور تمہیں پاک کر کے خوب ستھرا کر دے

(سورۃ الاحزاب آیت 33)

جس جاہلیت کی تبرّج سے منع فرمایا گیا۔ یہ اصول مرد و عورت کے آزادانہ اختلاط کو مکمل طور پر روک دیتا ہے۔ مرزا قادیانی نے اسی کو عملی طور پر اختیار کرنے کا اعلان کیا۔

دیوث اور حدیث غیرتِ ایمانی

سرکار ﷺ نے فرمایا:

ثَلَاثَةٌ لَا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ أَبَدًا: الدَّيُّوثُ مِنَ الرِّجَالِ، وَالرَّجُلَةُ مِنَ النِّسَاءِ، وَمُدْمِنُ الْخَمْرِ ". فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ أَمَّا مُدْمِنُ الْخَمْرِ فَقَدْ عَرَفْنَاهُ، فَمَا الدَّيُّوثُ مِنَ الرِّجَالِ؟، قَالَ: " الَّذِي لَا يُبَالِي مَنْ دَخَلَ عَلَى أَهْلِهِ ". قُلْنَا: فَالرَّجُلَةُ مِنَ النِّسَاءِ؟، قَالَ: " الَّتِي تَشَبَّهُ بِالرِّجَالِ "

تین قسم کے لوگ کبھی بھی جنت میں داخل نہیں ہوں گے: مردوں میں سے دیوث، عورتوں میں سے مردانہ عورت، اور شراب کا عادی۔ صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ! شراب کے عادی کو تو ہم جانتے ہیں، مردوں میں دیوث کون ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا: وہ شخص جو اس پر غیرت نہ کرے کہ اس کے گھر والوں کے پاس کون آتا جاتا ہے۔ ہم نے عرض کیا: اور عورتوں میں مردانہ عورت کون ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا: وہ عورت جو مردوں کی مشابہت اختیار کرے۔

(شعب الایمان 10310)

جس مرد میں بیوی کی بے پردگی پر غیرت نہ ہو، اسے حدیث میں دیّوث کہا گیا ہے اور دیوث کے لیے جنت حرام ہے۔

مرزا قادیانی کا عمل کیوں سنگین جرم تھا؟

☆ بیوی کو غیر مردوں کے درمیان بے پردہ لیکر گھومنا۔ یہ عمل اسلامی غیرت کے خلاف، پردے کی تعلیم کے خلاف، نبی کریم ﷺ کی سنت کی کھلی توہین ہے۔

☆ نصیحت کرنے والے مولوی کو جھاڑ دینا۔ مولوی عبدالکریم جیسے قادیانی عالم نے جب پردہ کی بات کی تو مرزا نے سختی سے انکار کر دیا۔ یہ روّیہ ظاہر کرتا ہے کہ مرزا کے نزدیک اسلامی اخلاق کی کوئی اہمیت نہ تھی۔ خود کو شریعت سے بالاتر سمجھتا تھا۔ اس کا مقصد اسلامی تہذیب نہیں بلکہ آزاد اختلاط اور بے پردگی کو فروغ دینا تھا

☆ غیر محرموں کی موجودگی میں بیوی کے ساتھ دندناتے پھرنا۔ یہ عمل ایسا ہے کہ عام مسلمان بھی احتراز کرتا ہے، تاجرانِ بازار بھی ایسا نہیں کرتے علمائے امت نے اسے فحاشی کی ابتدا قرار دیا ہے۔ لیکن ایک خودساختہ" نبی" اسے عین دین کہتا رہا۔

مرزا قادیانی کا یہ جملہ:" میں ایسے پردہ کا قائل نہیں ہوں" نہ صرف اس کے اخلاقی پستی کا ثبوت ہے بلکہ یہ مندرجہ ذیل چیزوں کا اعلان بھی ہے:

1. قرآن کے صریح حکم کا انکار (سورۃ النور، سورۃ الاحزاب)
2. نبی ﷺ کی حیا اور پردہ کی سنت سے بغاوت
3. امتِ مسلمہ کے اجماعی عقیدے کی مخالفت
4. اپنی زوجہ کی بے پردگی اور غیر مردوں سے اختلاط پر رضامندی
5. غیرتِ ایمانی کا مکمل فقدان
6. ایسے شخص کا نبی یا مصلح ہونا ناممکن ہو جاتا ہے

کیونکہ: جس کے گھر میں پردہ نہ ہو، اس کے دین پر بھلا کب اعتماد کیا جا سکتا ہے؟

میرے سامنے مگر ایک فاصلہ پر ایک شیر بیٹھا ہے میں اسے دیکھ کر کانپ گیا لیکن میں نے جی میں ہی اپنے آپ کو ملامت کی کہ یہ میرا وہم ہے۔ چنانچہ میں نے پھر مرزا صاحب پر توجہ ڈالنی شروع کی تو میں نے دیکھا کہ پھر وہی شیر میرے سامنے ہے اور میرے قریب آ گیا ہے اس پر پھر میرے بدن پر سخت لرزہ آیا مگر میں پھر سنبھل گیا اور میں نے جی میں اپنے آپ کو بہت ملامت کی کہ یونہی میرے دل میں وہم سے خوف پیدا ہو گیا ہے چنانچہ میں نے اپنا دل مضبوط کر کے اور اپنی طاقت کو جمع کر کے پھر مرزا صاحب پر اپنی توجہ کا اثر ڈالا اور پورا زور لگایا۔ اس پر ناگہاں میں نے دیکھا کہ وہی شیر میرے اوپر کود کر حملہ آور ہوا ہے اس وقت میں نے بے خود ہو کر چیخ ماری اور وہاں سے بھاگ اُٹھا۔ حضرت خلیفہ ثانی بیان فرماتے تھے کہ وہ شخص پھر حضرت صاحب کا بہت معتقد ہو گیا تھا اور ہمیشہ جب تک زندہ رہا آپ سے خط و کتابت رکھتا تھا۔

﴿76﴾ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم**۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ منشی محمد اروڑا صاحب مرحوم کپورتھلوی حضرت مسیح موعودؑ کے ذکر پر کہا کرتے تھے کہ ہم تو آپ کے منہ کے بھوکے تھے۔ بیمار بھی ہوتے تھے تو آپ کا چہرہ دیکھنے سے اچھے ہو جاتے تھے۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ منشی صاحب مرحوم پرانے مخلصوں میں سے تھے اور عشاق مسیح موعودؑ میں ان کا نمبر صف اوّل میں شمار ہونا چاہئیے۔

﴿77﴾ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم**۔ بیان کیا حضرت مولوی نورالدین صاحب خلیفہ اوّل نے کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعودؑ کسی سفر میں تھے۔ سٹیشن پر پہنچے تو ابھی گاڑی آنے میں دیر تھی۔ آپ بیوی صاحبہ کے ساتھ سٹیشن کے پلیٹ فارم پر ٹہلنے لگے۔ یہ دیکھ کر مولوی عبدالکریم صاحب جن کی طبیعت غیور اور جوشیلی تھی میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ بہت لوگ اور پھر غیر لوگ ادھر ادھر پھرتے ہیں آپ حضرت صاحب سے عرض کریں کہ بیوی صاحبہ کو کہیں الگ بٹھا دیا جاوے۔ مولوی صاحب فرماتے تھے کہ میں نے کہا میں تو نہیں کہتا آپ کہہ کر دیکھ لیں۔ ناچار مولوی عبدالکریم صاحب خود حضرت صاحب کے پاس گئے اور کہا کہ حضور لوگ بہت ہیں بیوی صاحبہ کو الگ ایک جگہ بٹھا دیں۔ حضرت صاحب نے فرمایا جاؤ جی میں ایسے پردہ کا قائل نہیں ہوں۔ مولوی صاحب فرماتے تھے کہ اس کے بعد مولوی عبدالکریم صاحب سر نیچے ڈالے میری

بھانو ٹانگیں دبانے والی

{780} بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت ام المومنین نے ایک دن سُنایا کہ حضرت صاحب کے ہاں ایک بوڑھی ملازمہ مسماۃ بھانو تھی۔ وہ ایک رات جبکہ خوب سردی پڑ رہی تھی۔حضور کو دبانے بیٹھی۔ چونکہ وہ لحاف کے اوپر سے دباتی تھی۔اس لئے اُسے یہ پتہ نہ لگا کہ جس چیز کو مَیں دبا رہی ہوں۔ وہ حضور کی ٹانگیں نہیں ہیں بلکہ پلنگ کی پٹی ہے۔تھوڑی دیر کے بعد حضرت صاحب نے فرمایا۔بھانو آج بڑی سردی ہے۔ بھانو کہنے لگی۔"ہاں جی تدّے تے تہاڈی لتّاں لکڑی وانگر ہویاں ہویاں ایں۔" یعنی جی ہاں جبھی تو آج آپ کی لاتیں لکڑی کی طرح سخت ہو رہی ہیں۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت صاحب نے جو بھانو کو سردی کی طرف توجہ دلائی تو اس میں بھی غالباً یہ جتانا مقصود تھا کہ آج شاید سردی کی شدت کی وجہ سے تمہاری حس کمزور ہو رہی ہے اور تمہیں پتہ نہیں لگا کہ کس چیز کو دبا رہی ہو۔مگر اس نے سامنے سے اور ہی لطیفہ کر دیا۔نیز خاکسار عرض کرتا ہے کہ بھانو مذکورہ قادیان کے ایک قریب کے گاؤں بسرا کی رہنے والی تھی۔اور اپنے ماحول کے لحاظ سے اچھی مخلصہ اور دیندار تھی۔

(سیرت المہدی حصہ سوم، صفحہ 722، روایت نمبر 780)

مرزا قادیانی کی چہیتی خادمہ "بھانو"

اس حوالہ میں مرزا قادیانی کے گھر کی صورتحال کا ایک ایسا پہلو سامنے آتا ہے جو نہ صرف اخلاقی انحطاط بلکہ اسلامی شریعت کی صریح خلاف ورزی ہے۔

روایت میں بیان ہے کہ: ایک غیر محرم عورت "بھانو" رات کے وقت سردی میں مرزا قادیانی کی ٹانگیں دبانے کے لیے اس کے پلنگ پر بیٹھی تھی۔ یہ بات خود اس کی بیوی (نصرت جہاں بیگم ام قادیانیہ) بیان کر رہی ہے، جس سے پتا چلتا ہے کہ یہ کوئی حادثہ نہیں بلکہ ایک معمول کا واقعہ تھا۔

بھانو نامی بوڑھی ملازمہ رات کو مرزا قادیانی کے پاس دبانے کے لیے آتی تھی۔ سردی میں جب وہ لحاف کے اوپر سے دبا رہی تھی تو اسے پتہ ہی نہ چلا کہ وہ پلنگ کی پٹی دبا رہی ہے۔ مرزا قادیانی نے خود اسے توجہ دلائی کہ سردی زیادہ ہے تاکہ اسے اپنی "غلطی" کا احساس ہو۔ یہ پورا منظر خود خاندان والوں نے ہنسی مذاق کے انداز میں بیان کیا۔

قادیانی مفتی کا مرزا قادیانی کی بے پردگی کے جواز کا عجیب فتویٰ

سوال ششم: حضرت اقدس غیر عورتوں سے ہاتھ پاوں کیوں دبواتے ہیں؟

جواب: وہ نبی معصوم ہیں انسے مس کرنا اور اختلاط منع نہیں بلکہ موجب رحمت و برکات ہے اور یہ لوگ احکام حجاب سے مستثنیٰ ہیں دیکھو سوالات دوم تا پنجم کے جوابات۔

(قادیانی اخبار الحکم، 10 اپریل 1907ء، صفحہ 13)

اس واقعہ میں مرزا قادیانی کی محبوب خادمہ بھانو کا رات کے وقت اُس کے پلنگ پر بیٹھ کر اس کے جسم کو دبانا، اور پھر قادیانی مفتی کا یہ کہنا کہ ”نبی معصوم عورتوں سے مس کرنے اور اختلاط سے مستثنیٰ ہوتے ہیں“ یہ دونوں چیزیں شریعتِ اسلامی کے بنیادی اصولوں کے سراسر خلاف ہیں۔ اہلِ سنت کے نزدیک غیر محرم عورت کا کسی مرد کے جسم کو چھونا، تنہائی میں بیٹھنا، دبانا یا بغیر پردہ اختلاط کرنا قطعی حرام اور زنا کے قریب کرنے والے اسباب میں سے ہے۔ اگر یہی فعل کسی عام شخص سے سرزد ہو تو بھی گناہ عظیم ہے، اور اگر کسی دعویدارِ نبوت سے ہو تو یہ اس کے جھوٹے ہونے کی خود واضح ترین دلیل ہے۔

اس واقعہ میں بے حیائی کا پہلو نہ صرف یہ ہے کہ ایک غیر محرم عورت مرزا قادیانی کے بستر پر آ کر رات کے وقت اس کے جسم کو دبانے لگتی ہے، بلکہ اس کے باوجود مرزا کی طرف سے کوئی شرعی روک ٹوک نہ ہونا اور پھر اس پر فتویٰ جواز دینا اس گمراہی کو کئی گنا بڑھا دیتا ہے۔

غیر محرم کو چھونے کی ممانعت

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لَأَنْ يُطْعَنَ فِي رَأْسِ أَحَدِكُمْ بِمِخْيَطٍ مِنْ حَدِيدٍ خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَمَسَّ امْرَأَةً لَا تَحِلُّ لَهُ

تم میں سے کسی کے سر میں لوہے کی سوئی چبھو دی جائے، یہ اس کے لیے اس سے بہتر ہے کہ وہ ایسی عورت کو چھوئے جو اس کے لیے حلال نہیں۔

(المعجم الکبیر طبرانی 486)

جب غیر محرم عورت کو چھونا اتنا سخت گناہ ہے تو مرزا قادیانی کا رات کے وقت غیر محرم

بھانو سے دباو کرانا کیسے جائز قرار دیا جاسکتا ہے؟ مرزا قادیانی اور بھانو کا واقعہ صاف ظاہر کرتا ہے کہ یہ خلوت کا گناہ تھا جس سے نبی ﷺ نے سختی کے ساتھ منع فرمایا۔

یہ فتویٰ کئی اعتبار سے باطل ہے:

☆ معصوم ہونے کا دعویٰ جھوٹ ہے۔ معصوم صرف انبیاء ہوتے ہیں۔ مرزا قادیانی نبوت کا جھوٹا مدعی تھا، اس کے لیے عصمت کا دعویٰ ہی باطل ہے۔

☆ نبی سے غیر محرم عورت کو مس کرنے کی اجازت کہنا سراسر گستاخی و گمراہی ہے۔ نبی ﷺ نے خود غیر محرم کو چھونے سے منع فرمایا ہے۔

☆ قرآن نے نبی کریم ﷺ کی ازواج کے پردے کو" پاکیزگی" قرار دیا۔ اس کے باوجود مرزا قادیانی کے لیے اختلاط باعثِ برکت کہنا دین کا مذاق اڑانا ہے۔

جو شخص بار بار ایسے افعال کا مرتکب ہو اور پھر اسے جائز کہے، وہ فاسق، گمراہ اور دین کے اصولوں کا منکر ہے۔ یہ واقعہ مرزا قادیانی کی نجی زندگی کے اخلاقی دیوالیہ پن کی واضح علامت ہے۔ ایک مدّعیِ نبوت کی زندگی کا یہ طرزِ عمل اس کے جھوٹے ہونے پر کھلا ثبوت ہے۔

جوانی میں اور نہ اب۔ بلکہ ہمیشہ اس کی طرف سے بے رغبتی رہی ہے حالانکہ نوجوانوں کو اس میں کافی شغف ہوتا ہے اور خاندان میں بھی بعض افراد کبھی کبھی ناول پڑھتے رہے ہیں۔ نیز خاکسار عرض کرتا ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت حضرت صاحب نے کسی کو ناول پڑھتے دیکھا ہوگا۔ یا کسی اور وجہ سے اِدھر توجہ ہوئی ہو گی۔ جس پر بطریق انتباہ مجھے یہ نصیحت فرمائی۔ اور **الحمدللہ** مَیں حضرت صاحب کی توجہ سے خدا کے فضل کے ساتھ اس لغو فعل سے محفوظ رہا۔

﴿780﴾ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم**۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت ام المومنین نے ایک دن سُنایا کہ حضرت صاحب کے ہاں ایک بوڑھی ملازمہ مسماۃ بھانو تھی۔ وہ ایک رات جبکہ خوب سردی پڑ رہی تھی۔ حضور کو دبانے بیٹھی۔ چونکہ وہ لحاف کے اوپر سے دباتی تھی۔ اس لئے اُسے یہ پتہ نہ لگا کہ جس چیز کو مَیں دبا رہی ہوں۔ وہ حضور کی ٹانگیں نہیں ہیں بلکہ پلنگ کی پٹی ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد حضرت صاحب نے فرمایا۔ بھانو آج بڑی سردی ہے۔ بھانو کہنے لگی۔ ''ہاں جی تدّے تے تہاڈی لتّاں لکڑی وانگر ہویاں ہویاں ایں۔'' یعنی جی ہاں جبھی تو آج آپ کی لاتیں لکڑی کی طرح سخت ہو رہی ہیں۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت صاحب نے جو بھانو کو سردی کی طرف توجہ دلائی تو اس میں بھی غالبًا یہ جتانا مقصود تھا کہ آج شاید سردی کی شدت کی وجہ سے تمہاری حس کمزور ہو رہی ہے اور تمہیں پتہ نہیں لگا کہ کس چیز کو دبا رہی ہو۔ مگر اس نے سامنے سے اور ہی لطیفہ کر دیا۔ نیز خاکسار عرض کرتا ہے کہ بھانو مذکورہ قادیان کے ایک قریب کے گاؤں بسرا کی رہنے والی تھی۔ اور اپنے ماحول کے لحاظ سے اچھی مخلصہ اور دیندار تھی۔

﴿781﴾ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم**۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ قریباً ۱۸۹۷ء یا ۱۸۹۸ء کا واقعہ ہے کہ کہیں سے ایک بہت بڑا لوہے چینی کا پیالہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس آیا۔ جس کی بڑائی کی وجہ سے معلوم نہیں اہل بیت نے یا خود حضرت صاحب نے اس کا نام **کاسۃ المسیح** رکھ دیا اور اسی نام سے وہ مدتوں مشہور رہا۔ ان دنوں حضرت صاحب کو کچھ پھنسیوں وغیرہ کی تکلیف جو ہوئی۔ تو

الحکم نمبر ۱۳ جلد ۱۱ | ۱۴ | ۱۰ اپریل ۱۹۰۷ء

ہے کم کا لفظ اسلئے لکھا ہے کہ بعض قومیں ایسی بھی ہیں جنکے خاوند اپنی بیوی بی بی کو خود بیرج وغیرہ کے حوالے کرتے ہیں نسل لینے کے لئے بلکہ بیرج وغیرہ کی نسل کو تبرک سمجھتے ہیں بعض قومیں ایسی ہی ہیں کہ انکا جماع اگر اپنی ماں بہن سے واقع ہو جاوے تو یہ بھی ان کے نزدیک بطور ثواب سمجھتے ہیں۔ بعض قومیں اپنی بہنوں لڑکیوں سے خود زنا کرواکر اپنی معاش کا ذریعہ بناتے ہیں۔ اسلئے ان مستثنیات میں احتمال زنا و تہمت زنا کم ہے قطعاً نخوف نہیں۔

قرآن کریم کا قاعدہ ہے کہ استدلال بالاولیٰ کرتا ہے جیسے فرمایا وَالَّذِينَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُونَ ۝ یعنے مومن ایسے کام سے جسمیں کوئی فائدہ نہو پرہیز کرتے ہیں اور جس کام میں نقصان ہو اس سے تو بطریق اولیٰ پرہیز کریں گے اور جیسے فرمایا وَلَا تَقُلْ لَهُمَا أُفٍّ ۝ یعنے اپنی ماں باپ کو اُف بھی نکہ۔ تو اس سے معلوم ہوا والدین کو جو کتا گالی دینا بطریق اولیٰ منع ہے جبکہ غیر معصوم کو جسمیں گناہ کا احتمال نقصان بھی ہے مگر بلحاظ عموم بلوے کے انکو اس قانون سے مستثنیٰ کر دیا تو نبی جو معصوم ہے اور متقی جو ادنیٰ گناہ سے بھی ڈرتا ہے اور جس سے قطعاً یقیناً زنا اور تہمت زنا کا احتمال نہیں بطریق اولیٰ مستثنیٰ ہیں۔

(۲) غیر اولی الاربة میں انبیاء اتقیاء داخل ہی ہیں کیونکہ اولی الاربہ کے معنے ہیں شہوانی آدمی اور غیر اولی الاربہ غیر شہوانی اور یہ مسلّم بات ہے کہ انبیاء اتقیاء شہوانی یعنے شہوت پرست نہیں ہوتے اور قطعاً نہیں ہوتے (۳) غیر اولی الاربة کے معنے کس بقول ابن عباس کے عفیفہ عورتیں شرم نہ کریں۔ درمنثور جلد ۵ صفحہ ۴۳ انبیاء اتقیاء کی عصمت پر چونکہ عورتوں کو کامل یقین ہوتا ہے وہ انسے حجاب اور حیا نہیں کرتیں اسیواسطے بطور تبرک یا خدمت و مس بھی کرتی ہیں (۴) خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا قول اور فعل گواہ ہیں دیکھو حدیث غزوہ خیبر جسمیں عورتیں مجروحین کی مرہم پٹی کے لئے گئی تھیں جو سوائے مس کے نہیں ہوسکتی بلکہ بعض زخموں کے پٹی باندھنے کیلئے مجروح کے بار بار کروٹ بدلنے پڑتے ہیں یا ران پکڑ کر اٹھانا پڑتا ہے) جنھیں بعد فتح دوسروں کیطرح عورتوں کو بھی حصہ دیا گیا۔ دیکھو الحکم ۲۴ مارچ ۱۹۰۷ء صفحہ ۱۲ کالم ۲ و دیگر احادیث صفحہ ۱۲ کالم اول و دوم و احادیث بجواب سوال دوم ضمن الف و ب فصل بلا جنھیں جوئیں دیکھنا سر پر روغن ملنا کنگھی کرنا لکھا ہے اور تعامل صحابہ کے لئے دیکھو سوال ہفتم کا جواب نمبر ۵ و ۶

(۵) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ ۝ مَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا ۝ یعنے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم جو احکام شریعت بیان فرماتے ہیں انمیں کوئی بات بھی اپنی طرف سے نہیں فرماتے بلکہ جو کچھ فرماتے ہیں وحی ہی سے فرماتے ہیں لہذا جو کچھ تم کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم دیویں لیلو اور جس سے روکیں باز آجاؤ۔ اسلئے احادیث کو حوالجات (حوالے لکھے گئے) حکم قرآن مجید ہی سمجھنا چاہئے۔ (۶) عورتوں کا پانو دبانا روغن لگانا کنگھی کرنا یہ فعل رسول نہیں بلکہ یہ فعل تو عورات کا ہے جو اپنی ضرورت یعنی نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت کو اجر عظیم سمجھکر۔ اور بدن مبارک کے مس کو موجب برکات سمجھکر یہ شرف حاصل کرتی تھیں اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جو رحمۃ للعالمین اور بالمومنین رؤف رحیم تھے انکو محروم نہ رکھتے تھے یعنے منع نہ کرتے۔

سوال پنجم۔ غیر محرم کو اگر رسول سے پردہ کرنا درست نہیں تو حضرت عائشہؓ باوجود مال ہونے کے کیوں پردہ کرتی تھیں مومنوں سے۔

جواب۔ یہ عجیب سوال ہے گفتگو تو تھی مامور مرسل امام نبی کے متعلق تو حضرت عائشہؓ کے پردہ کی نسبت کہاں سے سوال پیدا ہوگیا جو نہ مامور ہیں نہ مرسل نہ امام نہ نبی۔

(۲) دوسری عورتوں کو تو ضرورت تھی برکت حاصل کرنے اور خدمت سے اجر عظیم پانے کی حضرت عائشہ صدیقہؓ کو کس صحابی سے یہ چیزیں حاصل کرنیکی ضرورت تھی وہ شرف تو آپکو اللہ تعالیٰ کے فضل سے گھر میں ہر وقت حاصل تھا رضی اللہ تعالیٰ عنہا

(۳) فَاسْأَلُوهُنَّ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ ۝ ہی حضرات امہات المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن کو خصوصیت مانع تھا

سوال ششم۔ حضرت اقدس غیر عورتوں سے ہاتھ پاؤں کیوں دبواتے ہیں۔

جواب۔ وہ نبی معصوم ہیں انسے مس کرنا اور اختلاط منع نہیں بلکہ موجب رحمت و برکات ہے۔

اور یہ لوگ احکام حجاب سے مستثنیٰ ہیں دیکھو سوالات دوم تا پنجم کے جوابات۔

(۴) امت اپنے نبی کی اولاد روحانی ہوتی ہے۔ اسلئے وہاں زنا اور تہمت زنا کا احتمال نہیں جیسے لوط علیہ السلام نے فرمایا هَؤُلَاءِ بَنَاتِي ۝ یہ تمہاری بی بیاں میری بیٹیاں ہیں دوسرا وَأَزْوَاجُهُ أُمَّهَاتُهُمْ ۝ یعنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیبیاں ان (مومنوں) کی مائیں ہیں۔ باپ کی بیبیاں مائیں ہوتی ہیں۔

سوال ہفتم۔ حضرت کے صاحبزادے غیر عورتوں میں بلاتکلف اندر کیوں جاتے ہیں کیا انسے پردہ درست نہیں

جواب۔ آپ نے اس سوال میں قوت جاری سے کام لیا اور غور نہیں کیا کہ پردہ کرنیکی پابند عورات ہیں یا عورتیں نکے پردہ کرانے کے بھی پابند مرد ہیں۔ غرض مردوں کو حکم ہے يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ ۝ یعنی مرد اپنی آنکھیں نیچے رکھیں۔ اگر آپ یہ اعتراض کرتے کہ صاحبزادے غیر عورتوں کو تمیطرف دیکھتے ہیں اور غض بصر نہیں کرتے اور اس کا کوئی ثبوت بھی آپ پیش کرتے تو اسکے جواب کی ضرورت بھی ہوتی اب تو اسکی جواب کی ضرورت ہی معلوم نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ یعنی تو انپر کوئی داروغہ نہیں کہ انسے عملدرآمد کراوے۔ ورنہ ماننا ہوگا جب مامور کسی کا داروغہ نہیں تو کیا صاحبزادے عورتوں سے پردہ کرانے کے ذمہ وار ہیں۔

(۲) کتب حدیث و ... سیر میں بکثرت لکھا ہے کہ صحابہ کی عورتیں جنگوں میں مریضوں کے علاج کیلئے جاتی تھیں چنانچہ چند مثالیں لکھی بھی گئی ہیں۔ کیا وہ علاج کیوقت پردہ کر سکتی تھیں خصوصاً جب کہ زخمیوں کو بدلنی پڑیں یا ستر پر زخم ہوں اور زخم بار بار پر روزہ دھونے بھی پڑتے ہیں (۳) مستثنیات کے ذکر میں اور قانون کے وجوہ اور بنا بیان کرتے ہوئے میں لکھدیا ہے کہ ضرورت حجاب صرف احتمال زنا کیلئے ہے جہاں انکے وقوع کا احتمال کم ہو انکو اللہ تعالیٰ نے مستثنیٰ کر دیا ہے اسیواسطے انبیاء اتقیاء لوگ مستثنیٰ بلکہ بطریق اولیٰ مستثنیٰ ہیں پس حضرت کے صاحبزادے اللہ تعالیٰ کے فضل سے متقی ہیں ان سے اگر حجاب نہ کریں تو اعتراض کی بات نہیں۔

(۴) گھر میں عورتیں مختلف قسم کی جاتی ہیں کوئی پردہ دار اور کوئی بے پردہ پھر کیا صاحبزادے جب گھر میں جاویں پہلے یہ تحقیقات شروع کر دیں کہ انمیں کون کون پردہ دار ہیں۔

(۵) عن ابن زيد قال لقي عمر بن الخطاب امرءة يقال لها خولة وهو يسير مع الناس فاستوقفته فوقف لها ودنا منها واصغى اليها راسه ووضع يديه على منكبيها حتى قضت حاجتها وانصرفت ... درمنثور جلد ۶ صفحہ ۱۸۰ یعنی ابن زید سے روایت ہے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک عورت خولہ نام ملی جبکہ آپ لوگوں کے ہمراہ جارہے تھے اس نے حضرت عمر کو ٹھہرا کر باتیں شروع کر دیں حضرت عمر اس عورت کے کندھے پر دونوں ہاتھ رکھکر اور انکی طرف سر جھکا کر باتیں سنتے رہے یہانتک کہ وہ باتوں سے خود فارغ ہوکر چلی گئی۔

(۶) عن ام عطية رضی الله عنها قالت لما قدم رسول الله صلی الله عليه وسلم المدينة جمع نساء الانصار فی بيت فارسل الينا عمر بن الخطاب رضی الله عنه فقام على الباب فسلم فقال انا رسول رسول الله صلی الله عليه وسلم اليكن تبايعن على ان لا تشركن بالله شيئا ولا تسرقن ولا تزنين الاية قلنا نعم فمد يده من خارج البيت ومددنا ايدينا من داخل البيت ...

درمنثور جلد ۶ صفحہ ۲۰۹ ام عطیہ سے روایت ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے تو ایک گھر میں عورات انصار کو جمع کرا کر انکی طرف حضرت عمر کو بھیجا حضرت عمر نے دروازہ پر کھڑا ہوکر سلام کے بعد فرمایا میں ہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رسول تمہاری طرف کیا تم بیعت کرتے ہو کہ شرک چوری زنا وغیرہ نکریں گی ہم نے کہا ہاں پھر حضرت عمر نے باہر سے ہاتھ بڑھایا اور ہم نے گھر کے اندر سے بڑھایا۔

یہ تعامل صحابہ خیر القرون کا ہے۔ پس جب صحابہ کو بسبب تقاضہ تک جائز تھا تو صاحبزادگان جو متقی ہیں صرف اپنے گھر میں چلا جانا کسطرح جائے اعتراض ہو سکتا ہے حالانکہ وہاں سے پردہ کو پابند بخوبی اپنا پردہ کر سکتی ہیں (۷) وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَىٰ جُيُوبِهِنَّ سورہ نور رکوع ۴ میں حکم ہے کہ عورتیں اپنی اوڑھنی اپنی جیب تک لٹکائیں

رات کے پہرہ پر مامور خواتین

{786} بسم اللہ الرحمن الرحیم۔مائی رسول بی بی صاحبہ بیوہ حافظ حامد علی صاحب مرحوم نے بواسطہ مولوی عبدالرحمن صاحب جٹ مولوی فاضل مجھ سے بیان کیا کہ ایک زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وقت میں مَیں اور اہلیہ بابو شاہ دین رات کو پہرہ دیتی تھیں۔اور حضرت صاحب نے فرمایا ہوا تھا۔کہ اگر میں سوتے میں کوئی بات کیا کروں تو مجھے جگا دینا۔ایک دن کا واقعہ ہے کہ میں نے آپ کی زبان پر کوئی الفاظ جاری ہوتے سُنے اور آپ کو جگا دیا۔اس وقت رات کے بارہ بجے تھے۔ان ایام میں عام طور پر پہرہ پر مائی فجو۔منشیانی اہلیہ منشی محمد دین گوجرانوالہ اور اہلیہ بابو شاہ دین ہوتی تھیں۔

(سیرت المہدی حصہ سوم، روایت نمبر 786 صفحہ 725)

یہ حوالہ بھی مرزا قادیانی کے گھر کے اندر پردے کی شدید خلاف ورزی اور غیر محرم عورتوں کے غیر ضروری اختلاط کا ایک اور ثبوت ہے۔رات کے وقت" مائی رسول بی بی"، " مائی فجو"، "منشیانی" اور دیگر عورتوں کا پہرہ دینا، مرزا قادیانی کے قریب رہنا، اس کے سوتے میں بات کرنے پر اسے جگانا۔یہ سب شریعت کے بنیادی احکامِ پردہ سے کھلی بغاوت ہے۔اسلامی تعلیمات کے مطابق رات کی پہرہ داری اور مرد کے ساتھ قُرب قائم کرنا صرف محرم عورت کے لیے جائز ہوتا ہے، نہ کہ غیر محرم خواتین کے لیے۔ایسا انتظام کسی بھی باحیا، دیندار، سنجیدہ انسان کے گھر میں نہیں پایا جاتا، چہ جائیکہ ایک دعویدارِ نبوت کے گھر میں ہو۔یہ روایت مرزا قادیانی کے اندرونی ماحول کی بے اصولی اور غیر شرعی معاشرت کا ایک اور واضح اشارہ ہے۔

جھگڑا یا مقدمہ ہوتا ہے۔ اور دونوں نذر دیتے ہیں۔ اور دعا کی درخواست کرتے ہیں کہ مقدمہ ان کے حق میں فتح ہو۔ ہم دونوں کی نذر قبول کر لیتے ہیں۔ اور خدا سے یہ دعا کرتے ہیں کہ ان میں سے جو سچا ہو اور جس کا حق ہو اُسے فتح دے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ پِیر کا مرید کی نذر ردّ کرنا مرید کے لئے موت سے بڑھ کر ہوتا ہے اس لئے سوائے اس کے کہ کسی پر کوئی خاص ناراضگی ہو۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سب کی نذر قبول فرما لیتے تھے اور سب کے لئے دعا کرتے تھے اور ہر ایک کو اپنے اپنے رنگ میں دعا فائدہ پہنچاتی تھی۔ کسی کو فتح کے رنگ میں اور کسی کو اور رنگ میں۔

﴿786﴾ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم**۔ مائی رسول بی بی صاحبہ بیوہ حافظ حامد علی صاحب مرحوم نے بواسطہ مولوی عبدالرحمٰن صاحب جٹ مولوی فاضل مجھ سے بیان کیا کہ ایک زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وقت میں مَیں اور اہلیہ بابو شاہ دین رات کو پہرہ دیتی تھیں۔ اور حضرت صاحب نے فرمایا ہوا تھا۔ کہ اگر میں سوتے میں کوئی بات کیا کروں تو مجھے جگا دینا۔ ایک دن کا واقعہ ہے کہ میں نے آپ کی زبان پر کوئی الفاظ جاری ہوتے سُنے اور آپ کو جگا دیا۔ اس وقت رات کے بارہ بجے تھے۔ ان ایام میں عام طور پر پہرہ پر مائی فجو۔ منشیانی اہلیہ منشی محمد دین گوجرانوالہ اور اہلیہ بابو شاہ دین ہوتی تھیں۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ مائی رسول بی بی صاحبہ میری رضاعی ماں ہیں اور حافظ حامد علی صاحب مرحوم کی بیوہ ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پرانے خادم تھے۔ مولوی عبدالرحمٰن صاحب ان کے داماد ہیں۔

﴿787﴾ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم**۔ منشی ظفر احمد صاحب کپورتھلوی نے بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ جب مَیں قادیان میں تھا اور اُوپر سے رمضان شریف آ گیا۔ تو مَیں نے گھر آنے کا ارادہ کیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا۔ نہیں سارا رمضان یہیں رہیں۔ مَیں نے عرض کی۔ حضور ایک شرط ہے کہ حضور کے سامنے کا جو کھانا ہو وہ میرے لئے آ جایا کرے۔ آپ نے فرمایا۔ بہت اچھا۔ چنانچہ دونوں وقت حضور برابر اپنے سامنے کا کھانا مجھے بھجواتے رہے۔ دوسرے لوگوں کو بھی یہ خبر ہو گئی اور وہ مجھ سے چھین لیتے

زینب بی بی پنکھا جھلنے والی

میری لڑکی زینب بیگم نے بیان کیا۔کہ مَیں تین ماہ کے قریب حضرت اقدس علیہ السلام کی خدمت میں رہی ہوں۔ گرمیوں میں پنکھا وغیرہ اور اسی طرح کی خدمت کرتی تھی۔ بسا اوقات ایسا ہوتا کہ نصف رات یا اس سے زیادہ مجھ کو پنکھا ہلاتے گذر جاتی تھی۔۔۔دو دفعہ ایسا موقعہ آیا کہ عشاء کی نماز سے لے کر صبح کی اذان تک مجھے ساری رات خدمت کرنے کا موقع ملا۔۔۔۔۔۔مجھ کو ان کی خدمت کے لئے بھی اسی طرح کئی راتیں گذارنی پڑیں۔تو حضور نے فرمایا کہ زینب اس قدر خدمت کرتی ہے کہ ہمیں اس سے شرمندہ ہونا پڑتا ہے۔اور آپ کئی دفعہ اپنا تبرک مجھے دیا کرتے تھے۔

(سیرت المہدی حصہ سوم، روایت نمبر 910 صفحہ 789)

زینب بی بی نامی ایک نوجوان لڑکی تین ماہ تک مرزا قادیانی کی ”رات بھر خدمت“ کرتی رہی۔ وہ عشاء سے فجر تک ساری رات مرزا کے سرہانے کھڑی پنکھا جھلتی رہی۔ یہ صورتِ حال شریعتِ محمدی کے بنیادی احکام کے سراسر خلاف ہے۔اسلام میں غیر محرم مرد و عورت کا اس انداز سے خلوت میں رہنا، خصوصاً راتوں میں، سخت حرام ہے۔لیکن مرزا قادیانی نہ صرف اسے برداشت کرتا رہا بلکہ اسے اپنی قربت، خدمت اور ”تبرک“ بھی دیتا رہا۔ یہ طرزِ عمل ایک دنیوی انسان کے لیے بھی بے حیائی اور بے پردگی کی انتہا ہے، چہ جائیکہ ایک دعویدارِ نبی کے لیے۔

مسلمان اور بڑے بڑے معزز لوگ موجود تھے۔ تین گھنٹے حضور اقدس نے تقریر فرمائی۔ حالانکہ بوجہ سفر دہلی کچھ طبیعت بھی درست نہ تھی۔ رمضان کا مہینہ تھا۔ اس لئے حضور اقدس نے بوجہ سفر روزہ نہ رکھا تھا۔ اب حضور اقدس نے تین گھنٹہ تقریر جو فرمائی تو طبیعت پر ضعف سا طاری ہوا۔ مولوی محمد احسن صاحب نے اپنے ہاتھ سے دودھ پلایا۔ جس پر ناواقف مسلمانوں نے اعتراضاً کہا کہ مرزا رمضان میں دودھ پیتا ہے اور شور کرنا چاہا۔ لیکن چونکہ پولیس کا انتظام اچھا تھا۔ فوراً یہ شور کرنے والے مسلمان وہاں سے نکال دیئے گئے۔ اس موقعہ پر یہاں پر تین تقاریر ہوئیں۔ اوّل مولوی سیّد محمد احسن صاحب کی۔ دوسرے حضرت مولوی نورالدین صاحب کی۔ تیسرے حضور اقدس علیہ السلام کی۔ پھر یہاں سے حضور امرتسر تشریف لے گئے۔ وہاں سُنا ہے کہ مخالفوں کی طرف سے سنگباری بھی ہوئی۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ بازار میں اکیلے پھرنے کی بات تو خیر ہوئی مگر مجھے یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کہ حضور بازار کے اندر صرف صدری میں پھر رہے تھے۔ اور جسم پر کوٹ نہیں تھا کیونکہ حضرت صاحب کا طریق تھا کہ گھر سے باہر ہمیشہ کوٹ پہن کر نکلتے تھے۔ پس اگر میر صاحب کو کوئی غلطی نہیں لگی تو اس وقت کوئی خاص بات ہوگی یا جلدی میں کسی کام کی وجہ سے نکل آئے ہوں گے یا کوٹ کا خیال نہیں آیا ہوگا۔

﴿910﴾ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔** ڈاکٹر سید عبدالستار شاہ صاحب نے مجھ سے بذریعہ تحریر بیان کیا کہ مجھ سے میری لڑکی زینب بیگم نے بیان کیا۔ کہ مَیں تین ماہ کے قریب حضرت اقدس علیہ السلام کی خدمت میں رہی ہوں۔ گرمیوں میں پنکھا وغیرہ اور اسی طرح کی خدمت کرتی تھی۔ بسا اوقات ایسا ہوتا کہ نصف رات یا اس سے زیادہ مجھ کو پنکھا ہلاتے گذر جاتی تھی۔ مجھ کو اس اثنا میں کسی قسم کی تھکان و تکلیف محسوس نہیں ہوتی تھی۔ بلکہ خوشی سے دل بھر جاتا تھا۔ دو دفعہ ایسا موقعہ آیا کہ عشاء کی نماز سے لے کر صبح کی اذان تک مجھے ساری رات خدمت کرنے کا موقع ملا۔ پھر بھی اس حالت میں مجھ کو نہ نیند، نہ غنودگی اور نہ تھکان معلوم ہوئی بلکہ خوشی اور سرور پیدا ہوتا تھا۔ اسی طرح جب مبارک احمد صاحب بیمار ہوئے تو مجھ کو ان کی خدمت کے لئے بھی اسی طرح کئی راتیں گذارنی پڑیں۔ تو حضور نے فرمایا کہ زینب اس قدر خدمت کرتی ہے کہ

بے شرمی کے دوواقعات

{1349} بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔صفیہ بیگم صاحبہ شاہجہانپوری اہلیہ شیخ غلام احمد صاحب نومسلم واعظ مجاہد نے بواسطہ لجنہ اماء اللہ قادیان بذریعہ تحریر بیان کیا کہ ایک دفعہ حضور نے فرمایا کہ ''صفیہ! گرم پانی کا لوٹا پائخانہ میں رکھو۔'' مجھ سے کچھ تیز پانی زیادہ پڑ گیا۔ جب حضور باہر آئے تو مجھے کہا۔''ہاتھ کی پشت کرو''اور پانی ڈالنا شروع کیا اور ہنستے بھی جاتے تھے۔ پھر فرمایا۔''پانی تیز لگتا ہے''؟ میں نے کہا لگتا تو ہے۔آپ نے فرمایا''اتنا تیز پانی نہیں رکھنا چاہئے۔''

{1350} بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔برکت بی بی صاحبہ اہلیہ حکیم مولوی رحیم بخش صاحب مرحوم ساکنہ تلونڈی نے بواسطہ لجنہ اماء اللہ قادیان بذریعہ تحریر بیان کیا کہ ایک دن آپ لیٹے ہوئے تھے اور میں پیر دبا رہی تھی۔ کئی طرح کے پھل لیچیاں، کیلے، انجیر اور خربوزوں میں سے آپ نے مجھے بہت سے دئے۔ میں نے ان کو بہت سنبھال کر رکھا کہ یہ بابرکت پھل ہیں۔ان کو میں گھر لے جاؤں گی تا کہ سب کو تھوڑا تھوڑا بطور تبرک کے دوں۔ جب میں جانے لگی تو حضور نے اماں جان کو فرمایا کہ برکت کو وائی برنم دے دو۔اس کے رحم میں درد ہے (ایکسٹریکٹ وائی برنم لیکوئڈ ایک دوا رحم کی اصلاح کے واسطے ہوتی ہے۔) یہ مجھے یاد نہیں کہ کس نے دوالا کر دی۔حضور نے دس قطرے ڈال کر بتایا کہ دس قطرے روز صبح کو پیا کرو۔میں گھر جا کر پیتی رہی۔

(سیرت المہدی حصہ پنجم روایت نمبر 1349، 1350 صفحہ 214)

یہ دونوں واقعات مرزا قادیانی کے گھر میں بے پردگی، غیر محرم عورتوں کے ساتھ بے تکلّفی، بدن چھونے، خلوت، اور عورتوں کو جسمانی خدمات پر لگانے کی انتہائی گھناؤنی اور شرمناک مثالیں ہیں۔ یہ سب کچھ اس شخص کی جھوٹی نبوت کے کھوکھلے ہونے کو مزید واضح کرتا ہے۔

پہلا واقعہ: صفیہ بیگم کو پائخانہ سے متعلق خدمت دینا

غیر محرم عورت صفیہ بیگم کو مرزا قادیانی نے "گرم پانی کا لوٹا پائخانہ میں رکھنے" جیسے انتہائی ذاتی اور بے حیائی والے کام پر لگایا۔ مزید برآں، جب پانی تیز ہوگیا، تو مرزا نے کہا ہاتھ کی پشت کرو اور اس کے ہاتھ پر پانی بہایا، ہنستا رہا۔ اس میں درج ذیل بے شرمی نمایاں ہے۔ غیر محرم عورت کے ہاتھ پکڑ کر یا اس پر پانی بہا کر جسمانی لمس قائم کرنا۔ غسل خانہ اور بیت الخلا سے متعلق کام کروانا۔ ہنسی مذاق کرنا۔ خلوت جیسی صورت پیدا کرنا۔ یہ سب شریعت محمدی ﷺ کے صریح خلاف ہے۔ ایک عام مسلمان مرد بھی غیر محرم عورت سے ایسے معاملات میں حد سے زیادہ احتیاط کرتا ہے، مگر مرزا نے تو اسے گھر کے اندر اپنے ذاتی کاموں پر لگا رکھا تھا۔

دوسرا واقعہ: برکت بی بی سے ٹانگیں دلوائی جانا اور پھر رحم کی دوا دینا

یہ واقعہ بے حیائی اور بے غیرتی کا اگلا باب ہے۔ برکت بی بی غیر محرم تھی، اس کے باوجود مرزا اس سے اپنی ٹانگیں دباتا تھا۔ اس کے بعد کیلئے تبرک کے نام پر دینا تاکہ عورت مزید عقیدت سے قریب ہو۔ اور سب سے بے حیائی اور بے غیرتی کی بات، مرزا قادیانی نے اس غیر محرم عورت کے رحم (Uterus) کے درد کا ذکر کیا۔ اور اس کے لیے وائی برنم نامی رحم کی دوا خود بنا کر 10 قطرے پلانے کا حکم دیا۔

یہ دونوں واقعات اس بات کے ٹھوس ثبوت ہیں کہ مرزا قادیانی کا گھر نبوت کا گھر نہیں بلکہ بے حیائی اور بے شرمی کا ٹھکانہ تھا۔

﴿1348﴾ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم** ۔اہلیہ صاحبہ بابو فخر الدین صاحب نے بواسطہ لجنہ اماء اللہ قادیان بذریعہ تحریر بیان کیا کہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ میں اپنے وطن میانی میں تھی کہ میرے لڑکے اسحٰق کو جس کی عمر اس وقت دو سال کی تھی۔ طاعون کی دو گلٹیاں نکل آئیں۔ان دنوں یہ بیماری بہت پھیلی ہوئی تھی۔ ہم بہت گھبرائے اور حضرتؑ کے حضور دعا کے لئے خط لکھا۔لڑکا اچھا ہو گیا تو ایک ماہ کے بعد میں اس کو لے کر قادیان آئی اور اس کو حضورؑ کے سامنے پیش کیا کہ یہ وہی بچہ ہے جس کو طاعون نکلی تھی۔ حضورؑ اس وقت لیٹے ہوئے تھے۔ سنتے ہی اٹھ بیٹھے اور فرمایا۔''اس چھوٹے سے بچہ کو دو گلٹیاں نکلی تھیں؟'' اب خدا کے فضل سے وہ بچہ جوان اور تندرست ہے۔

﴿1349﴾ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم** ۔صفیہ بیگم صاحبہ شاہجہانپوری اہلیہ شیخ غلام احمد صاحب نومسلم واعظ مجاہد نے بواسطہ لجنہ اماء اللہ قادیان بذریعہ تحریر بیان کیا کہ ایک دفعہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ ''صفیہ! گرم پانی کا لوٹا پائخانہ میں رکھو۔'' مجھ سے کچھ تیز پانی زیادہ پڑ گیا۔ جب حضورؑ باہر آئے تو مجھے کہا۔ ''ہاتھ کی پشت کرو'' اور پانی ڈالنا شروع کیا اور ہنستے بھی جاتے تھے۔ پھر فرمایا۔''پانی تیز لگتا ہے'' ؟ میں نے کہا لگتا تو ہے۔ آپؑ نے فرمایا''اتنا تیز پانی نہیں رکھنا چاہئے۔''

﴿1350﴾ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم** ۔ برکت بی بی صاحبہ اہلیہ حکیم مولوی رحیم بخش صاحب مرحوم ساکنہ تلونڈی نے بواسطہ لجنہ اماء اللہ قادیان بذریعہ تحریر بیان کیا کہ ایک دن آپؑ لیٹے ہوئے تھے اور میں پیر دبا رہی تھی۔کئی طرح کے پھل لیچیاں، کیلے، انجیر اور خربوزوں میں سے آپ نے مجھے بہت سے دئے۔ میں نے ان کو بہت سنبھال کر رکھا کہ یہ بابرکت پھل ہیں۔ان کو میں گھر لے جاؤں گی تا کہ سب کو تھوڑا تھوڑا بطور تبرک کے دوں۔ جب میں جانے لگی تو حضورؑ نے اماں جان کو فرمایا کہ برکت کو وائی برنم دے دو۔اس کے رحم میں درد ہے (ایکسٹریکٹ وائی برنم لیکوئڈ ایک دوا رحم کی اصلاح کے واسطے ہوتی ہے۔) یہ مجھے یاد نہیں کہ کس نے دوا لا کر دی۔ حضورؑ نے دس قطرے ڈال کر بتایا کہ دس قطرے روز صبح کو پیا کرو۔ میں گھر جا کر پیتی رہی۔

﴿1351﴾ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم** ۔ برکت بی بی صاحبہ اہلیہ حکیم مولوی رحیم بخش صاحب مرحوم

ڈاکٹرانی دوپٹے والی

{688} بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ ڈاکٹر نور محمد صاحب لاہوری کی ایک بیوی ڈاکٹرنی کے نام سے مشہور تھی وہ مدتوں قادیان آکر حضور کے مکان میں رہی اور حضور کی خدمت کرتی تھی۔اس بیچاری کو سل کی بیماری تھی۔جب وہ فوت ہو گئی تو اس کا ایک دوپٹہ حضرت صاحب نے دعا کے لئے یاد دہانی کے لئے بیت الدعا کی کھڑکی کی ایک آہنی سلاخ سے بندھوا دیا۔

خاکسار عرض کرتا ہے۔کہ ڈاکٹرنی مرحومہ بہت مخلصہ تھی اور اس کی وجہ سے ڈاکٹر صاحب کا اخلاص بھی ترقی کر گیا تھا۔

(سیرت المہدی حصہ سوم روایت نمبر 688 صفحہ 631)

یہ واقعہ بھی مرزا قادیانی کے گھر کے ماحول میں غیر محرم عورتوں کی آزادانہ آمد و رفت، خلوت، اور غیر شرعی اختلاط کا ایک اور ثبوت ہے۔

مرزا قادیانی کے گھر میں ڈاکٹرانی غیر محرم عورت کا مدتوں رہائش پذیر ہونا بذاتِ خود شدید بے حیائی اور شرعی پردہ کے کھلے انکار کی علامت ہے۔ایک مرد کے گھر میں کسی غیر محرم عورت کا لمبے عرصے تک رہنا، بیماری کے دوران اس کی خدمت و دیکھ بھال کرنا اور پھر مرنے کے بعد اس کے دوپٹے کو بیت الدعاء کی کھڑکی پر باندھ کر یادگار بنانا یہ سب اس بات کا اعلان ہے کہ مرزا کے لیے غیر محرم عورت کوئی حساس معاملہ تھا ہی نہیں۔

کرنال والی لائن سے سفر کیا۔ کیونکہ دوسری طرف سے راستہ میں دو دفعہ دریا کا پُل آتا تھا۔ اور ان دنوں میں کچھ حادثات بھی ریلوں کے زیادہ ہوئے تھے۔ اسی ضمن میں یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے۔ کہ ایک دفعہ حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ کے بھتیجے نے جو ایک نشہ باز اور خطرناک آدمی تھا۔ حضور کو ایک خط تحریر کیا۔ اور اس میں قتل کی دھمکی دی۔ کچھ دن بعد وہ خود قادیان آ گیا۔ آپ نے جب سُنا تو حضرت خلیفہ اولؓ کو تاکیداً کہلا بھیجا کہ اسے فوراً رخصت کر دیں۔ چنانچہ مولوی صاحب نے اُس کچھ دے دلا کر رخصت کر دیا۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں لکڑی کے شہتیر ہوتے تھے۔ جن سے یہ خطرہ ہوتا تھا۔ کہ اگر شہتیر ٹوٹے تو ساری چھت گر جائے گی۔ مگر آجکل لوہے کے گاڈر نکل آئے ہیں۔ جو بہت محفوظ ہوتے ہیں۔

﴿687﴾ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم** ۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت صاحب ارکانِ اسلام میں سب سے زیادہ نماز پر زور دیتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ ''نمازیں سنوار کر پڑھا کرو''۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ سنوار کر پڑھنے سے یہ مراد ہے کہ دل لگا کر پوری توجہ کے ساتھ ادا کی جائے۔ اور نماز میں خشوع خضوع پیدا کیا جائے۔ اور اس میں کیا شبہ ہے کہ اگر کوئی شخص نماز میں ایسی کیفیت پیدا کر لے تو وہ گویا ایک مضبوط قلعہ میں آ جاتا ہے۔

﴿688﴾ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم** ۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ ڈاکٹر نور محمد صاحب لاہوری کی ایک بیوی ڈاکٹرنی کے نام سے مشہور تھی وہ مدتوں قادیان آ کر حضور کے مکان میں رہی اور حضور کی خدمت کرتی تھی۔ اس بیچاری کو سل کی بیماری تھی۔ جب وہ فوت ہوگئی تو اس کا ایک دوپٹہ حضرت صاحب نے دعا کے لئے یاددہانی کے لئے بیت الدعا کی کھڑکی کی ایک آہنی سلاخ سے بندھوا دیا۔

خاکسار عرض کرتا ہے۔ کہ ڈاکٹرنی مرحومہ بہت مخلصہ تھی اور اس کی وجہ سے ڈاکٹر صاحب کا اخلاص بھی ترقی کر گیا تھا۔

﴿689﴾ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم** ۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ قریباً ۹۳ء تک گول

صفیہ بیگم سر دبانے والی

{1568} بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔صفیہ بیگم بنت مولوی عبد القادر صاحب مرحوم لدھیانوی حال معلمہ نصرت گرلز ہائی سکول قادیان نے بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا کہ ''ایک دفعہ حضور اقدس حضرت مسیح موعود نے نیچے برانڈے کے اندر جہاں ایک کمرے میں آج کل باورچی کھانا پکاتا ہے پلنگ پر لیٹے ہوئے تھے۔مجھے فرمایا سر دباؤ۔ آپ دبواتے نہیں تھے بلکہ ایک طرف انگوٹھے دوسری طرف انگلیوں سے ستواتے تھے۔میں بہت دیر تک اسی طرح سر دباتی رہی۔مجھے سر دباتی کو فرمانے لگے ''کسی دن تم کو بہت فخر ہوگا کہ میں نے مسیح موعود کا سر دبایا تھا'' یہ کلمے حضرت کے مجھے ایسے یاد ہیں جیسے اب فرماتے ہیں۔افسوس اس وقت کچھ قدر نہ کی۔اب پچھتانے سے کیا ہوسکتا ہے۔

(سیرت المہدی حصہ پنجم روایت نمبر 1568 صفحہ 312)

یہ روایت مرزا قادیانی کے گھرانے میں رائج اس غلط اور نامناسب ماحول کی ایک اور جھلک پیش کرتی ہے جس میں غیر محرم لڑکیوں کا بار بار اندرونِ خانہ آنا، تنہائی میں خدمت کرنا اور ''سر دبانے'' جیسے قُربت والے افعال کرنا نہ صرف عام تھا بلکہ اسے ایک روحانی اعزاز قرار دے کر مزید جواز بھی دیا جاتا تھا۔صفیہ بیگم ایک غیر محرم نوجوان لڑکی تھی، مگر اسے پلنگ کے پاس بلا کر سر دبوانا، پھر اس عمل کو فخر اور شرف کا سبب قرار دینا اس بات کا ثبوت ہے کہ وہاں شرعی پردے، حیا اور اسلامی آدابِ اختلاط کا کوئی عملی لحاظ موجود نہ تھا۔حضورِ اکرم ﷺ نے غیر محرم عورت و مرد کے تنہا ہونے کو سخت ممنوع قرار دیا ہے، اور عورت کو جسمانی لمس کے ذریعے

خدمت پر لگانا تو اس سے بھی زیادہ فتنہ انگیز عمل ہے۔اس ایک واقعے سے واضح ہوتا ہے کہ مرزا قادیانی کے ماحول میں وہی باتیں رواج پا گئیں جنہیں شریعتِ محمدی ﷺ نے سدّ ذِریعہ کے طور پر بند کر دیا تھا۔ یہاں نہ پردہ، نہ احتیاط، نہ حدود بلکہ اس بیجا قربت کو ''روحانی سعادت'' کا نام دے کر فخریہ انداز میں بیان کیا گیا، جو دین اسلام کے مزاجِ حیا سے بالکل متصادم ہے۔

خلاصہ کلام

مرزا قادیانی کی عملی زندگی اور اس کے اپنے گھرانے کے حالات سے یہ حقیقت کھل کر سامنے آتی ہے کہ وہ خود غیر محرم عورتوں سے انتہائی بے تکلف اور محارم جیسا اختلاط کرتا رہا۔گھر کی خادماؤں، معلمات، مریضہ عورتوں اور نوجوان لڑکیوں تک کو اپنے قریب بٹھانا، چھونا، خدمت لینا اور تنہائی میں رکھنا اس کے ماحول میں معمول تھا۔مگر دوسری طرف اپنے مریدوں کو بڑی سختی سے پردے، حیا اور نگاہوں کی حفاظت کی تعلیم دیتا اور مرد و عورت کے لیے شرعی پابندیوں کو لازم قرار دیتا تھا۔ملفوظات کی درج ذیل عبارت اس تضاد کی واضح مثال ہے کہ زبان سے پردے کی تاکید اور عمل میں مسلسل اس کے خلاف رویہ:

> اسلامی پابندی: اسلام نے شرائط پابندی ہر دو عورتوں اور مردوں کے واسطے لازم کئے ہیں۔پردہ کرنا ایک حکم جیسا کہ عورتوں کو ہے مردوں کو بھی ویسا ہی تاکیدی حکم ہے غضِ بصر کا۔

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 614)

یوں مرزا قادیانی کی زندگی میں قول و فعل کا یہ تضاد اس کے دعووں کی سچائی پر براہِ راست سوال اٹھاتا ہے ہی کہ جو شخص بنیادی شرعی احکام کی عملی پاسداری نہ کرے وہ امت کو دین اور تقویٰ کا راستہ کیسے دکھا سکتا ہے؟

﴿1568﴾ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم** ۔صفیہ بیگم بنت مولوی عبدالقادر صاحب مرحوم لدھیانوی حال معلّمہ نصرت گرلز ہائی سکول قادیان نے بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا کہ ''ایک دفعہ حضور اقدس حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے نیچے برانڈے کے اندر جہاں ایک کمرے میں آج کل باورچی کھانا پکاتا ہے پلنگ پر لیٹے ہوئے تھے۔ مجھے فرمایا سر دباؤ۔ آپ دبواتے نہیں تھے بلکہ ایک طرف انگوٹھے دوسری طرف انگلیوں سے ستواتے تھے۔ میں بہت دیر تک اسی طرح سر دباتی رہی۔ مجھے سر دباتی کو فرمانے لگے ''کسی دن تم کو بہت فخر ہوگا کہ میں نے مسیح موعود کا سر دبایا تھا'' یہ کلمے حضرت علیہ السلام کے مجھے ایسے یاد ہیں جیسے اب فرماتے ہیں۔افسوس اس وقت کچھ قدر نہ کی۔اب پچھتانے سے کیا ہوسکتا ہے۔

ملفوظات جلد 5

ہوتا ہے کہ وہ خدا کا قائل ہی نہیں تھا اور کہ جو کچھ ہے یہی دنیا ہی ہے آئندہ کچھ نہیں۔ایسے بے قید اور آزاد عقائد ہی ہیں جن کی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ دُنیا کا ⅓ یا ⅕ حصہ بُدھ عقائد کا پابند ہے یا ان عقائد کو پسند کرتا ہے۔ مذہب کا دائرہ جتنا تنگ ہوگا اتنا ہی اس میں داخل ہونے والے لوگ بھی کم ہوں گے اور اتنی ہی نسبتاً پاکیزگی اور طہارت اس میں موجود ہوگی۔

اسلامی پابندیاں

اسلام نے شرائط پابندی ہر دو عورتوں اور مردوں کے واسطے لازم کئے ہیں۔ پردہ کرنے کا حکم جیسا کہ عورتوں کو ہے مردوں کو بھی ویسا ہی تاکیدی حکم ہے غضِّ بصر کا۔ نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، حلال و حرام کا امتیاز، خدا تعالیٰ کے احکام کے مقابلہ میں اپنی عادات رسم و رواج کو ترک کرنا وغیرہ وغیرہ ایسی پابندیاں ہیں جن سے اسلام کا دروازہ نہایت ہی تنگ ہے اور یہی وجہ ہے کہ ہر ایک شخص اس دروازے میں داخل نہیں ہو سکتا۔ عیسائی باش و ہر چہ خواہی کن۔ اور ان کا مذہب بھی ایک بے قید مذہب ہے اور مسلمانوں میں بھی آجکل ان لوگوں کی دیکھا دیکھی ایک ایسا فرقہ پیدا ہوا ہے کہ وہ

نبوت کے جھوٹے مدعی، قادیانی کذاب کی زندگی کے ایک پہلو پر مفصل تحریر

مرزا قادیانی

حرامی

مفتی سید مبشر رضا قادری

منتظم اعلیٰ ختم نبوت فورم و جامعہ ختم نبوت گوجرانوالہ


+923247448814

مرزا قادیانی حرامی

قادیانی خلیفہ مرزا ناصر نے 1974 کی قومی اسمبلی میں کھڑے ہو کر یہ تسلیم کیا تھا کہ مرزا قادیانی خود کہا کرتا تھا کہ:

میں ولد الحرام ہوں، اپنے باپ کا بیٹا نہیں۔

(قومی اسمبلی میں قادیانی مسئلہ پر بحث کی مصدقہ رپورٹ جلد سوم، صفحہ 1264)

یہ اعتراف قادیانی تاریخ کا سب سے سنگین اور ہولناک انکشاف ہے کہ خود قادیانی خلیفہ مرزا ناصر نے پاکستان کی قومی اسمبلی (1974) میں باضابطہ طور پر تسلیم کیا کہ مرزا غلام احمد قادیانی اپنے بارے میں کہتا تھا: ''میں ولد الحرام ہوں، اپنے باپ کا بیٹا نہیں''۔ اتنے حساس اور شرعی مسئلے میں یہ صرف کسی مخالف کا الزام نہیں بلکہ قادیانیوں کے سب سے بڑے مذہبی پیشوا کا اپنی زبان سے ریکارڈ پر لایا گیا اعتراف ہے، جو سرکاری کارروائی میں محفوظ، مصدقہ، اور ناقابل تردید ثبوت کے طور پر موجود ہے۔ اس طرح کی گفتگو عام انسان کے منہ سے نکل جائے تو بھی بدترین اخلاقی و خاندانی بے غیرتی شمار ہوتی ہے، لیکن جس شخص نے نبوت، مسیحیت اور الوہیت جیسے بلند و بالا دعوے کیے ہوں، اس کی زبان سے اپنی ہی نسبتِ ولادت پر ایسا شرمناک اعتراف اس کی سچائی، پاکیزگی اور تقویٰ کے تمام دعووں کو جڑ سے کاٹ دیتا ہے۔ یہ پوری قادیانی تاریخ میں اس بات کا سب سے بڑا ثبوت ہے کہ وہ شخص خاندانی لحاظ سے خود اپنی حیثیت مشکوک سمجھتا تھا، اور یہی بات بعد میں اس کی تحریروں، روایات اور خاندان کے اندرونی اختلافات سے بھی پوری طرح ثابت ہوتی ہے۔

گالی اور واقعہ حال کا بیان دو الگ الگ چیزیں ہیں

اکثر لوگ دشنام دہی اور بیان واقعہ کو ایک ہی صورت میں سمجھ لیتے

> ہیں اور ان دونوں مختلف مفہوموں میں فرق کرنا نہیں جانتے بلکہ ایسی ہر یک بات کو جو دراصل ایک واقعی امر کا اظہار ہو اور اپنے محل پر چسپاں ہو محض اس کی کسی قدر مرارت کی وجہ سے جو حق گوئی کے لازم حال ہوا کرتی ہے دشنام ہی تصور کر لیتے ہیں حالانکہ دشنام اور سب اور شتم فقط اس مفہوم کا نام ہے جو خلاف واقعہ اور دروغ کے طور پر محض آزار رسانی کی غرض سے استعمال کیا جائے۔

(روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 109)

یہ اقتباس ہماری بحث کو نہایت مضبوط بنیاد فراہم کرتا ہے، کیونکہ یہاں خود مرزا قادیانی یہ اصول بیان کر رہا ہے کہ" گالی" اور" واقعہ حال کا بیان" دو الگ چیزیں ہیں۔ اس کے اپنے الفاظ میں: اگر کوئی بات واقعی امر کا اظہار ہو، یعنی حقیقت پر مبنی ہو، اور اپنے محل پر چسپاں ہو، تو اسے گالی نہیں کہا جاتا، خواہ اس میں تلخی کیوں نہ ہو۔ گالی وہ ہے جو خلافِ واقعہ ہو اور محض ایذا رسانی کے لیے کہی جائے۔

اب اس اصول کو مرزا ناصر کے اسمبلی میں بیان کردہ اعتراف پر رکھیں تو معاملہ بالکل واضح ہو جاتا ہے۔ مرزا ناصر نے 1974 کی قومی اسمبلی میں یہ بات اپنے باپ دادا کی روایات یا مخالفین کی تحریف کی بنیاد پر نہیں کہی، بلکہ اس بنا پر کہ مرزا غلام احمد خود اپنے بارے میں یہ الفاظ کہتا تھا:" میں ولد الحرام ہوں، اپنے باپ کا بیٹا نہیں"۔ چونکہ یہ بات مرزا کے اپنے اقوال سے ثابت ہے، اس لیے مرزا ناصر کا اسمبلی میں اس کا ذکر کرنا مرزا کے اصول کے مطابق محض واقعہ بیان کرنا ہے، گالی دینا نہیں۔ اس طرح قادیانی جماعت کا سب سے بڑا مذہبی پیشوا دراصل اپنے ہی بانی کے قول کو تاریخی طور پر تصدیق کر رہا ہے، نہ کہ" دشنام دہی" کر رہا ہے۔

یہ بات نہ صرف قادیانی استدلال کو باطل کرتی ہے بلکہ ان کے بانی کی ولادت اور نسب کے بارے میں پائے جانے والے شدید شکوک کو اندرونی شہادت کے ذریعے مزید پختہ کرتی ہے۔ یہ مرزا کی متضاد شخصیت، غیر محتاط زبان اور اپنی ہی نسبتِ ولادت پر شکوک کے حوالے سے نہایت اہم تاریخی دلیل ہے۔

تکذیب، تضاد اور ”حرامی“ کہلوانے کا استدلال

مرزا قادیانی خود واضح طور پر ایک اصول بیان کرتا ہے:

یوں تکذیب کرنا اور بلا وجہ معقول انکار اور استہزا یہ حرام زادے کا کام ہے کوئی حلال زادہ ایسی جرات نہیں کرسکتا۔

(روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 255)

اسی اصول کی روشنی میں ہم نے یہ جاننا ہے کہ جب کوئی بات حقیقت کے مطابق بیان ہو (واقعۂ حال)، تو اسے دشنام سمجھنا غلط ہے، اور جب کوئی جھوٹ یا ایذا رسانی کے ارادے سے گویا ہو تو وہ دشنام ہے۔ یہ مرزا کا اپنا نقطۂ نظر ہے اور یہی معیاری خوبی ہم بعد میں اس پر لاگو کریں گے۔

یوں بلا وجہ تکذیب کی سینکڑوں مثالیں میں نے اپنی مفصل کتاب بنام ”مرزا قادیانی کے 200 جھوٹ“ میں بیان کی ہیں لیکن یہاں صرف ایک تکذیب کی مثال پیش کر رہا ہوں ملاحظہ فرمائیں۔ اول مرزا قادیانی مدعی نبوت پر لعنت کرتا ہے (مجموعہ اشتہارات جلد 2 صفحہ 2) ساتھ ہی خود دعویٰ نبوت بھی کرتا ہے۔ (ملفوظات جلد 5 صفحہ 447) ان دو متضاد حوالہ جات سے مرزا قادیانی کی بلا وجہ تکذیب کا اثبات ہوتا ہے۔ اور بلا وجہ تکذیب کرنے والے کو مرزا قادیانی نے حرام زادے کا کام قرار دیا ہے۔ یہاں سے بھی مرزا قادیانی حرامی ثابت ہوتا ہے۔

مرزا کا حکمِ تکذیب پر سخت رویّہ

مرزا قادیانی نے خود لکھا کہ بلا وجہ تکذیب کرنا اور دروغ کے ساتھ تردید کرنا "حرام زادے" کا عمل ہے۔یعنی جو شخص حقیقت کے برخلاف بلا جواز تردید کرے، جھوٹ کے ساتھ دوسروں کا استہزاء کرے ایسے عمل کو وہ انتہائی مذموم قرار دیتا ہے۔یہ ایک اخلاقی معیار ہے جو اس نے سامعین اور مریدین پر مسلط کیا۔یہ اس کا اپنا معیار ہے، جس کے تحت ہم اس کی زبان و عمل کا جائزہ لیں گے۔

یہاں منطقی تضاد واضح ہے: اگر مرزا کسی کو جعلی نبوت کا دعویٰ کرنے پر لعن طعن کرے، تو یا تو وہ خود بھی اسی معیار کے تحت محکوم ہوگا (اگر اس کا دعویٰ بھی جعلی ہے)، یا پھر وہ خود اپنے لیے ایک استثنائی معیار وضع کر لیتا ہے یعنی دوسروں کا لعن کرنا درست، مگر اپنے آپ کا دعویٰ درست۔دونوں صورتیں استدلالی طور پر قابل قبول نہیں ہیں: پہلی صورت میں وہ خود تکذیب کا مجرم بن جاتا ہے، دوسری میں وہ اخلاقی فریب (double standard) اپنا لیتا ہے۔دونوں صورتیں بلا وجہ تکذیب یا منافقت کے دائرے میں آتی ہیں۔

استدلالی نتیجہ، مرزا کا معیار خود پر نافذ

اب مرزا کے اپنے الفاظ کو بطور معیار لے کر اس پر نافذ کریں:

اس نے کہا: "بلا وجہ تکذیب کرنے والا حرام زادہ ہے"۔اس نے خود (فی الفعل اور/یا فی اللفظ) ایسی حالتیں پیدا کیں جو بلا وجہ تکذیب یا دروغ پر مبنی تردید کے زمرے میں آسکتی ہیں یعنی ایک نتیجہ خیز تضاد وجود میں آیا۔اس صورت میں منطقی نتیجہ یہ بنتا ہے کہ اگر مرزا کا دعویٰ نبوت جھوٹا تھا یا اس نے متضاد بیانات دیے تو اس کے خلاف وہی اخلاقی وردِ مورد (بلا وجہ تکذیب وغیرہ) لاگو ہوتا ہے جو اس نے دوسروں پر لاگو کیا۔اس کا مطلب یہی ہے کہ مرزا کی اپنی اقوال و افعال کی بنا پر اسے اسی معیار کے تحت تنقید کا نشانہ بنایا جا سکتا ہے اور آپ کا بیانیہ

یہی ثابت کر رہا ہے۔

”حرامی“ لفظ کا استدلالی استعمال

ہم نے ”حرامی“ کا لفظ بطور اخلاقی الزم استعمال کیا ہے۔ یہاں اہم فرق واضح کرنا ضروری ہے:

قانونی / شہریت کا مدعا (مثلاً والدِ حقیقی کا ثبوت وغیرہ) ایک الگ، تاریخی و عدالتی نوعیت کا معاملہ ہے جس کے لیے دستاویزات درکار ہوں گے۔

اخلاقی / استدلالی الزام (جیسے بلا وجہ تکذیب، منافقت، خود سے وضع کردہ معیار پر خود عمل نہ کرنا) ایک بیانی و منطقی معاملہ ہے۔

ہمارا استدلال: مرزا نے دوسروں کو ”بلا وجہ تکذیب“ جیسا ناپسندیدہ فعل قرار دیا، مگر اسی قسم کے بیانات یا متضاد رویّے اس نے خود کے لیے اپنائے اس منطقی تضاد و اخلاقی خلل کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم نے اسے لفظِ الزام ”حرامی“ کے معنی میں استعمال کیا ہے۔ یعنی وہ عمل و کردار جو حلال اولاد، ایماندار اور سچا شخص ظاہر کرتا ہے اس کے برعکس ہے۔ اس استدلال کو الفاظ میں اس طرح لکھا جا سکتا ہے:

> ”مرزا نے جس فعل کو حرام زادے کا عمل کہا، اسی فعل کے مشابہ رویّے اس نے خود ادا کیے۔ اس لیے اس کی اخلاقی حیثیت اس وصف کے لحاظ سے مشکوک و قابل مذمت ہے۔“

یہ ایک منطقی اور بیانی دعویٰ ہے اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہم نے تاریخی نسب کے بارے میں قطعی عدالتی فیصلہ دیا، بلکہ یہ ایک اخلاقی استدلال ہے جو ہمارے بیان کردہ شواہد (اقتباسات) کی بنیاد پر کیا گیا ہے۔

حرامی اپنے محسن کی بدخواہی کرتا ہے

محسن کی بدخواہی کرنا ایک حرامی اور بدکار آدمی کا کام ہے۔ سو میرا مذہب جس کو مَیں بار بار ظاہر کرتا ہوں یہی ہے کہ اسلام کے دو حصے ہیں۔ایک یہ کہ خدا تعالیٰ کی اطاعت کریں دُوسرے اِس سلطنت کی جس نے امن قائم کیا ہو جس نے ظالموں کے ہاتھ سے اپنے سایہ میں ہمیں پناہ دی ہو۔سو وہ سلطنت حکومت برطانیہ ہے۔

(روحانی خزائن جلد 6 صفحہ 380)

اس عبارت میں مرزا قادیانی سلطنت وکٹوریا کو محسن کہہ رہا ہے اور ساتھ یہ بھی تسلیم کر رہا ہے کہ محسن کی بدخواہی کرنا ایک حرامی کا کام ہے۔اب آئیے! ہم دیکھتے ہیں کہ مرزا قادیانی نے سلطنت وکٹوریا کی بدخواہی کر کے اپنا حرامی ہونا ثابت کر دیا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ مرزا قادیانی کو حرامی ثابت کرنے کے لیے کافی ہوگا۔

محسن سے بدخواہی کا ثبوت یہ ہے کہ مرزا قادیانی نے اپنے مرید قادیانی حکیم مولوی نور الدین سے پانچ سو روپے کا نوٹ منگوانا تھا مرزا قادیانی نے گورنمنٹ کے ٹیکس سے بچنے کے لیے اس کو کہا کہ تو نوٹ کے دو ٹکڑے کر و اور ایک ٹکڑا ایک خط میں ارسال کرو اور دوسرا ٹکڑا دوسرے خط میں ارسال کرنا تا کہ پیسے بھیجنے کا جو ٹیکس گورنمنٹ کے خزانے میں جائے گا اس سے بچت ہو جائے گی۔

پہلا نصف قطعہ نوٹ پانچ سو روپیہ پہنچ گیا ہے۔

(مکتوبات احمد جلد 5 الف صفحہ 35)

آج بقیہ نصف قطعہ نوٹ پانچ سو روپیہ بذریعہ رجسٹری شدہ پہنچ گیا ہے۔

(مکتوبات احمد جلد 5 الف صفحہ 36)

محسن کی بدخواہی "حرامی" اور "بدکار" آدمی کرتا ہے

مرزا قادیانی نے حکومتِ برطانیہ کو اپنا محسن قرار دیتے ہوئے بڑا صاف، کھلا اور بے لچک اصول بیان کیا۔ یہاں چند باتیں پتھر کی لکیر کی طرح واضح ہو جاتی ہیں:

1. مرزا نے خود یہ اصول بنایا۔

2. محسن کی مثال حکومت برطانیہ کو قرار دیا۔

3. اس اصول کے مطابق، جو شخص محسن کے ساتھ بدخواہی کرے وہ لازماً حرامی، بدکار اور بے شرف ہے۔

4. یہ اخلاقی فیصلہ مرزا نے خود اپنے منہ سے صادر کیا ہے، اس پر کوئی تاویل نہیں ہو سکتی۔

لہٰذا یہ معیار اب یقینی طور پر مرزا کی ذات پر بھی لاگو ہوگا۔

حکومتِ برطانیہ کے ساتھ "بدخواہی" اور "فراڈ" کا ثبوت

اب آتے ہیں عملی واقعہ پر جس سے ثابت ہوتا ہے کہ مرزا نے اسی سلطنتِ برطانیہ کے ساتھ براہِ راست بدخواہی، دھوکہ اور ٹیکس چوری کا ارتکاب کیا۔

مرزا قادیانی نے اپنے خلیفہ حکیم نورالدین کو حکم دیا کہ:

پانچ سو روپے کا نوٹ دو ٹکڑوں میں پھاڑ دو، دونوں ٹکڑے دو الگ خطوط میں بھیجو تاکہ حکومتِ برطانیہ کو دیا جانے والا سرکاری ٹیکس بچ جائے، جہاں مرزا کو پانچ سو کا "آدھا نوٹ" ملا۔ پھر چند دن بعد دوسرا آدھا ٹکڑا بھی ملا۔

اس عمل کی شرعی، اخلاقی اور قانونی حیثیت

☆ یہ واضح ٹیکس چوری تھی۔

☆ یہ حکومت کو دھوکہ دینے کا عمل تھا۔

☆ یہ محسن کے حقوق غصب کرنے کی بدخواہی تھی۔

☆ یہ حکومتِ برطانیہ کے مالی حق سے جان بوجھ کر بچنے کی کوشش تھی۔

☆ یعنی مرزا قادیانی نے عملاً وہی کام کیا جسے وہ "حرامی" کا کام قرار دے چکا تھا۔

مرزا اپنے اصول کے تحت خود "حرامی" ثابت ہوتا ہے

اب مرزا قادیانی کے اپنے بیان کو اس کے اپنے عمل پر منطبق کریں:

مرزا کا اصول، مرزا کا عمل

نتیجہ: "جو شخص محسن کی بدخواہی کرے وہ حرامی ہے" مرزا نے اپنے محسن (حکومت برطانیہ) سے ٹیکس چوری کر کے بدخواہی کی مرزا کے اپنے معیار کے مطابق مرزا حرامی ہوا۔ یہ سیدھا، سادہ، غیر قابل انکار، مرزا کے اپنے الفاظ پر قائم ایک حتمی فیصلہ ہے۔ اس میں نہ کوئی تاویل ہے، نہ کسی عالم کی رائے، نہ کسی مولوی کی تشریح، صرف مرزا کی اپنی زبان، اور مرزا کا اپنا عمل۔ لہٰذا مرزا قادیانی اپنے وضع کردہ اصول کے مطابق خود "حرامی" ثابت ہو جاتا ہے۔

حرام زادہ کا نشانی

حرام زادے جو سفلہ طبع دشمن ہیں جھوٹے الزام لگاتے ہیں۔

(روحانی خزائن جلد 10 صفحہ 63)

مرزا قادیانی نے حرامی کی ایک علامت بتائی ہے کہ اور اپنے مخالفین پر جھوٹے الزامات لگاتے ہیں، اب دیکھنا یہ ہے کہ مرزا قادیانی اپنے مخالفین پر جھوٹے الزامات لگاتا تھا کہ نہیں اگر تو ثابت ہو جائے کہ جھوٹے الزامات لگاتا تھا تو یہ بھی ثابت ہو جائے گا کہ مرزا قادیانی ہمارے دعویٰ کے تحت حرامی ثابت ہو جائے گا۔

مخالفین پر جھوٹے الزامات

دشمن ہمارے بیابانوں کے خنزیر ہو گئے اور ان کی عورتیں کتیوں سے بڑھ گئیں ہیں۔

(روحانی خزائن جلد 14 صفحہ 53)

ہماری فتح کا قائل نہیں ہو گا تو صاف سمجھا جاوے گا کہ اس کو ولد الحرام بننے کا شوق ہے اور حلال زادہ نہیں۔

(روحانی خزائن جلد 9 صفحہ 31)

مرزا قادیانی کے طے کردہ معیار کے تحت اس کا اپنا حرامی ہونا ثابت ہونا

مرزا قادیانی نے ایک واضح معیار بیان کیا ہے کہ جھوٹے الزام تراش اور سفلہ طبع دشمن ہی "حرام زادے" کہلانے کے مستحق ہیں اور کوئی حلال زادہ ایسی جرأت نہیں کرسکتا۔ اس معیار کی روشنی میں جب ہم مرزا قادیانی کے اپنے طرزِ تکلم، اپنے مخالفین کے خلاف الزام تراشی اور گندی گالیوں کا جائزہ لیتے ہیں تو وہ خود اپنے ہی الفاظ کے مطابق اس حکم کے دائرے میں آجاتا ہے۔ مرزا قادیانی نے اپنے مخالفین کے بارے میں کہا کہ "دشمن

ہمارے بیابانوں کے خنزیر ہو گئے اور ان کی عورتیں کتیوں سے بڑھ گئیں“ اور ساتھ ہی اپنی فتح کا انکار کرنے والوں کو ”ولد الحرام“ بننے کا خواہش مند قرار دیا۔

یہاں غور طلب امر یہ ہے کہ یہ سب الزامات، گالیاں اور کردار کشی سراسر دعویٰ نبوت کے مخالفین پر کی گئی، اور کوئی بھی معقول یا علمی دلیل نہ دیتے ہوئے صرف طعن و تشنیع اور بے بنیاد تہمتیں لگائی گئیں، جو بالکل اسی معیار میں داخل ہوتا ہے جسے مرزا نے خود ”حرامی کی علامت“ قرار دیا تھا۔ جب کوئی شخص معقول جواب نہ دے سکے اور بدزبانی پر اُتر آئے تو وہ علمی میدان میں شکست کھا چکا ہوتا ہے اور مرزا قادیانی کی یہی کیفیت ان حوالہ جات سے عیاں ہے۔ اس لیے جب وہ مخالفین کے خلاف جھوٹے، بے بنیاد، غلیظ اور اخلاق سے گری ہوئی تہمتیں لگاتا ہے تو اس کے اپنے مقرر کردہ معیار کے مطابق وہ خود اسی حکم میں داخل ہو جاتا ہے اور اپنے بیان ہی کے تحت اپنی ولدیت کے متعلق فیصلہ صادر کرتا ہے۔ یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ علمی مناظرے میں جو شخص دلیل چھوڑ کر گالی کو ہتھیار بنائے، وہ اپنے کردار کے سب سے سیاہ پہلو کو بے نقاب کر رہا ہوتا ہے، اور یہی رویہ مرزا کے اقوال میں جا بجا نظر آتا ہے۔ لہٰذا یہ امر پوری وضاحت اور صراحت کے ساتھ ثابت ہوتا ہے کہ مرزا قادیانی نے خود اپنے ہی بیان کردہ معیارِ ”حرام زادگی“ کے تحت اپنی ذات پر حکم نافذ کر دیا، اور یہی تضاد اس کی داخلی بدکرداری اور اخلاقی انحطاط کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

جب ایک سال گزر گیا تو بانی سلسلہ احمدیہ نے یہ لکھا: ''مسٹر ڈوئی اگر میری درخواست پر مباہلہ قبول کرے گا اور صراحتاً یا اشارتاً میرے مقابلے پر کھڑا ہوگا تو میرے دیکھتے دیکھتے بڑی حسرت اور دکھ کے ساتھ اس دنیائے فانی کو چھوڑ دے گا۔ پس یقین سمجھو کہ اس کے صیہون پر جلد تر ایک آفت آنے والی ہے۔''

پہلے ڈوئی کی اخلاقی موت، اس کے...... اخبار ''نیویارک ورلڈ'' اس وقت تھا۔ ڈوئی کے ساتھ خطوط اس اخبار نے شائع کئے کہ ''میں ولد الحرام ہوں، اپنے باپ کا بیٹا نہیں۔'' یہ پہلی موت اس کی ہوئی۔ پھر یکم راکتوبر ۱۹۰۵ء کو اس پر فالج ہوا۔ پھر ۱۹ر دسمبر ۱۹۰۵ء کو دوسرا فالج ہوا، اور

۹ر مارچ ۱۹۰۷ انی ہے۔ میں

اس کو چھوڑ رہا رہے ہیں۔

۱۰ کو ''الحکم'' کے

ذریعے ہندو سی ایشن کے

قیام کی تحریک کریں، ہماری

طرف سے نہیں تحریک تھی اور

کوئی کسی اختل اور کی طرف

سے۔ اس پر بع

ایک بھی جماعت

احمدیہ سے تعلق

32

خوشی کے دن

منائے اور کرو الہ پڑھ دوں

گا۔ ایک تو اس دلچسپ ہیں۔

پڑھنے کے قا انجمن دعوت

و تبلیغ اسلام انبا ظم ہے، خان

احمد حسین خان ''حق'' ایک

اخبار، اس کی بھ اے، بیرسٹر

ایٹ لاء، خادم لکھا لمبا ہے

ناں جی، یہ مضمون ہی۔ اس میں سے چار سطریں میں نے لی ہیں چھوٹی سی:

قومی اسمبلی میں قادیانی مسئلہ پر بحث کی

مصدقہ رپورٹ

جلد سوم

۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲

تحقیق و تخریج

حضرت مولانا اللہ وسایا مدظلہ

مبلغ

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان

اشتہارات جلد 2

2

ہاں یہ بات صحیح اور درست ہے کہ اگر مولوی غلام دستگیر صاحب مباہلہ میں کاذب اور کافر و مفتری پر بمقابلہ مومن اور راستباز کے فوری عذاب نازل ہونا ضروری سمجھتے ہیں تو بہت خوب ہے۔ وہ اپنا فوری عذاب ہم پر نازل کر کے دکھلاویں۔ ان کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ میں تو نبوت کا مدعی نہیں کہ تا فوری عذاب نازل کروں" ان پر واضح رہے کہ ہم بھی نبوت کے مدعی پر لعنت بھیجتے ہیں اور لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کے قائل ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ختم نبوت پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور وحی نبوت نہیں بلکہ وحی ولایت جو زیر سایہ نبوت محمدیہ اور باتباع آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم اولیاء اللہ کو ملتی ہے اس کے ہم قائل ہیں اور اس سے زیادہ جو شخص ہم پر الزام لگاوے وہ تقویٰ اور دیانت کو چھوڑتا ہے۔ اور اگر قرآنی الہامات سے کوئی کافر ہو جاتا ہے تو پہلے یہ فتویٰ کفر سید عبدالقادر رضی اللہ عنہ پر لگانا چاہیئے کہ انہوں نے بھی قرآنی الہامات کا دعویٰ کیا ہے۔

ملفوظات جلد 5

۴۴۷

مسیح موعود علیہ السلام کا دعویٰ نبوت

ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم نبی اور رسول ہیں۔ اصل میں یہ نزاع لفظی ہے۔ خدا تعالیٰ جس کے ساتھ ایسا مکالمہ مخاطبہ کرے کہ جو بلحاظ کمیت و کیفیت دوسروں سے بڑھ کر ہو اور اس میں پیشگوئیاں بھی کثرت سے ہوں اسے نبی کہتے ہیں اور یہ تعریف ہم پر صادق آتی ہے پس ہم نبی ہیں۔ ہاں یہ نبوت تشریعی نہیں جو کتاب اللہ کو منسوخ کرے اور نئی کتاب لائے۔ ایسے دعویٰ کو تو ہم کفر سمجھتے ہیں۔ بنی اسرائیل میں کئی ایسے نبی ہوئے ہیں جن پر کوئی کتاب نازل نہیں ہوئی۔ صرف خدا کی طرف سے پیشگوئیاں کرتے تھے جن سے موسوی دین کی شوکت و صداقت کا اظہار ہوتا۔ پس وہ نبی کہلائے۔ یہی حال اس سلسلہ میں ہے۔ بھلا اگر ہم نبی نہ کہلائیں تو اس کے لیے اور کونسا امتیازی لفظ ہے جو دوسرے مُلہموں سے ممتاز کرے۔

دیکھو اَور لوگوں کو بھی بعض اوقات سچے خواب آجاتے ہیں بلکہ بعض دفعہ کوئی کلمہ بھی زبان پر جاری ہو جاتا ہے جو سچ نکل آتا ہے۔ یہ اس لیے تا اُن پر حجت پوری ہو اور وہ یہ نہ کہہ سکیں کہ ہم کو یہ حواس نہ دیئے گئے۔ پس ہم

[illegible]

روحانی خزائن جلد ۳ — ۱۰۹ — ازالۂ اوہام حصہ اول

ایک لفظ بھی ایسا استعمال نہیں کیا جس کو دشنام دہی کہا جائے بڑے دھوکہ کی بات یہ ہے کہ اکثر لوگ دشنام دہی اور بیان واقعہ کو ایک ہی صورت میں سمجھ لیتے ہیں اور ان دونوں مختلف مفہوموں میں فرق کرنا نہیں جانتے بلکہ ایسی ہر یک بات کو جو دراصل ایک واقعی امر کا اظہار ہو اور اپنے محل پر چسپاں ہو محض اس کی کسی قدر مرارت کی وجہ سے جو حق گوئی کے لازم حال ہوا کرتی ہے دشنام ہی تصور کر لیتے ہیں حالانکہ دشنام اور سب اور شتم فقط اس مفہوم کا نام ہے جو خلاف واقعہ اور دروغ کے طور پر محض آزار رسانی کی غرض سے استعمال کیا جائے اور اگر ہر یک سخت اور آزاردہ تقریر کو محض بوجہ اس کے مرارت اور تلخی اور ایذارسانی کے دشنام کے مفہوم میں داخل کر سکتے ہیں تو پھر اقرار کرنا پڑے گا کہ سارا قرآن شریف گالیوں سے پُر ہے کیونکہ جو کچھ

روحانی خزائن جلد ۲۰ — ۲۵۵ — لیکچر لدھیانہ

باطل ہو جائے گا۔ مگر اللہ تعالیٰ کے کاروبار کو کون باطل کر سکتا ہے؟ یوں تکذیب کرنا اور بلا وجہ معقول انکار اور استہزا یہ حرام زادے کا کام ہے کوئی حلال زادہ ایسی جرأت نہیں کر سکتا۔ مَیں اپنی سچائی کو اسی پر حصر کر سکتا ہوں اگر تم میں کوئی سلیم دل رکھتا ہو۔ خوب یاد رکھو کہ یہ پیشگوئی کبھی ردّ نہیں ہو سکتی

روحانی خزائن جلد ۶ — ۳۸۰ — شہادۃ القرآن

ہے اُس سے جہاد کیسا۔ مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ محسن کی بدخواہی کرنا ایک حرامی اور بدکار آدمی کا کام ہے۔ سو میرا مذہب جس کو مَیں بار بار ظاہر کرتا ہوں یہی ہے کہ اسلام کے دو حصے ہیں۔ ایک یہ کہ خدا تعالیٰ کی اطاعت کریں دُوسرے اِس سلطنت کی جس نے امن قائم کیا ہو جس نے ظالموں کے ہاتھ سے اپنے سایہ میں ہمیں پناہ دی ہو۔ سو وہ سلطنت حکومت برطانیہ ہے اگرچہ یہ سچ ہے کہ ہم یورپ کی قوموں کے ساتھ اختلافِ مذہب رکھتے ہیں اور ہم ہرگز خدا تعالیٰ کی نسبت وہ باتیں پسند نہیں رکھتے جو اُنھوں نے پسند کی ہیں۔ لیکن اِن مذہبی امور کو رعیّت اور گورنمنٹ کے رشتہ سے کچھ علاقہ نہیں۔

مکتوب نمبر ۲۶

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

مخدومی مکرمی اخویم مولوی حکیم نورالدین صاحب سلّمہٗ تعالیٰ۔ بعد السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آج نصف قطعہ نوٹ پانچ سَو روپیہ پہنچ گیا۔ چونکہ موسم برسات ہے اگر براہ مہربانی دوسرا ٹکڑا رجسٹری شدہ خط میں ارسال فرماویں تو انشاء اللہ کسی قدر احتیاط سے پہنچ جاوے۔ آج کی تاریخ جو ۱۸ شوال ہے اس جگہ خوب بارش ہوگئی اور اب ہو رہی ہے۔ کل یہ حال تھا کہ گویا لوگ بوجہ شدت

خاکسار

۱۱؍جولائی ۱۸۸۷ء غلام احمد از قادیان

مکتوب نمبر ۲۷

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

مخدومی مکرمی اخویم مولوی حکیم نورالدین صاحب سلّمہٗ تعالیٰ۔ بعد السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آج نصف قطعہ نوٹ پانسو روپیہ بذریعہ رجسٹری شدہ پہنچ گیا۔ اب آں مخدوم کی طرف سے پانسو ساٹھ روپے پہنچ گئے اس ضرورت کے وقت جس قدر آپ کی طرف سے غمخواری ظہور میں آئی ہے اس سے جس قدر مجھے آرام پہنچا ہے اس کا اندازہ نہیں کر سکتا۔ اللہ جلشانہٗ دنیا وآخرت میں آپ کو تازہ تازہ خوشیاں پہنچاوے اور اپنی خاص رحمتوں کی بارش کرے۔

میں آپ کو ایک ضروری امر سے اطلاع دیتا ہوں کہ حال میں لیکھرام نام ایک شخص نے میری کتاب براہین کے ردّ میں بہت کچھ بکواس کی ہے اور اپنی کتاب کا نام تکذیب براہین احمدیہ رکھا ہے۔ یہ شخص اصل میں غبی اور جاہل مطلق ہے اور بجز گندی زبان کے اور اس کے پاس کچھ نہیں۔ مگر معلوم ہوا ہے کہ اس کتاب کی تالیف میں بعض انگریزی خواں اور دنی استعداد ہندوؤں نے اس کی

اور قدرت کا تجربہ ہو چکا اور نیز ہمارے جھوٹ کا تجربہ۔ لیکن یاد رکھو کہ مسٹر عبداللہ آتھم اپنے دل میں خوب جانتا ہے کہ یہ باتیں سب جھوٹ ہیں کہ اس کو مسیح نے بچایا جو خود مر چکا وہ کس کو بچا سکتا ہے اور جو مر گیا وہ قادر کیونکر اور خداوند کیسا بلکہ سچ تو یہ ہے کہ سچے اور کامل خدا کے خوف نے اس کو بچایا اگر اب نادان عیسائیوں کی تحریک سے بے باک ہو جائے گا تو پھر اس کامل خدا کی طرف سے بے باکی کا مزہ چکھے گا۔ غرض اب ہم نے فیصلہ کی صاف صاف راہ بتا دی اور جھوٹے سچے کیلئے ایک معیار پیش کر دیا۔ اب جو شخص اس صاف فیصلہ کے برخلاف شرارت اور عناد کی راہ سے بکواس کرے گا اور اپنی شرارت سے بار بار کہے گا کہ عیسائیوں کی فتح ہوئی اور کچھ شرم اور حیا کو کام نہیں لائے گا اور بغیر اس کے جو ہمارے اس فیصلہ کا **انصاف** کی رو سے جواب دے سکے انکار اور **زبان درازی** سے باز نہیں آئے گا اور **ہماری فتح کا قائل نہیں ہوگا تو صاف سمجھا جاوے گا کہ اس کو ولدالحرام بننے کا شوق ہے اور حلال زادہ نہیں۔** پس حلال زادہ بننے کیلئے واجب یہ تھا کہ اگر وہ مجھے جھوٹا جانتا ہے اور

جدبت وارض ودادنا لا تجدب

يَتَمَايَلُونَ عَلَى النَّعِيمِ وَإِنَّنَا

مِلْنَا إِلَى وَجْهٍ يَسُرُّ وَيُطْرِبُ

إِنَّا تَعَلَّقْنَا بِنُورِ حَبِيبِنَا

حَتَّى اسْتَنَارَ لَنَا الَّذِي لَا يَخْشَبُ

إِنَّ الْعِدَا صَارُوا خَنَازِيرَ الْفَلَا

وَنِسَاءُهُمْ مِنْ دُونِهِنَّ الْأَكْلُبُ

جلدی تباہ ہو جائے گی اور ہماری محبت کی زمین کبھی قحط زدہ نہیں ہوگی۔ لوگ دنیا کی نعمت پر جھکتے ہیں مگر ہم اُس مُنہ کی طرف جھک گئے ہیں جو خوشی پہنچانے والا اور طرب انگیز ہے۔ ہم اپنے پیارے کے دامن سے آویختہ ہیں ایسے کہ جو صاف اور شفاف نہیں ہو سکتا وہ بھی ہمارے لئے منور ہو گیا۔ **دشمن ہمارے بیابانوں کے خنزیر ہو گئے اور اُن کی عورتیں کتیوں سے بڑھ گئی ہیں۔**

نبوت کے جھوٹے مدعی، قادیانی کذاب کی زندگی کے ایک پہلو پر مفصل تحریر

مرزا قادیانی



مفتی سید مبشر رضا قادری

منتظم اعلیٰ ختم نبوت فورم و جامعہ ختم نبوت گوجرانوالہ


+923247448814

مرزا قادیانی دیوث

دیوث وہ شخص ہوتا ہے جو اپنی بیوی، گھر کی عورتوں یا زیرِ ولایت خواتین کو غیر محرم مردوں سے میل جول، خلوت یا ناجائز تعلقات سے منع نہ کرے، بلکہ اس برائی پر خاموش رہے یا اسے معمولی سمجھے۔ شریعتِ اسلامی میں دیوث کی شدید مذمت کی گئی ہے، حتیٰ کہ احادیث میں دیوث پر جنت حرام قرار دی گئی ہے کیونکہ وہ اپنے ہی گھر کی عصمت و ناموس کا محافظ نہیں بنتا۔ اس اصولی تعریف کی روشنی میں جب مرزا غلام قادیانی کے اپنے اقرار پر نظر ڈالی جائے تو معاملہ بالکل واضح ہو جاتا ہے۔

مرزا قادیانی کی بیوی کی غیر مردوں سے آشنائی

مرزا قادیانی اعتراف کرتا ہے کہ اس کے علاقے کے لوگ اس کی بیوی کے بعض مریدوں سے ناجائز آشنائی کی باتیں کیا کرتے تھے۔

اس شخص کی جورو کی اس کے بعض مریدوں سے آشنائی ہے۔

(روحانی خزائن جلد 14 صفحہ 197)

یہ الزام کسی ایک شخص یا مخالف کی طرف سے نہیں تھا بلکہ ”اہلِ علاقہ“ کی طرف سے عام طور پر مشہور بات تھی، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ معاملہ محض اتفاقی گفتگو نہ تھا بلکہ لوگوں کے ہاں ایک معروف اور مسلسل تاثر موجود تھا۔ اگر مرزا واقعی غیرت مند، دیانت دار اور شریعت کا پابند ہوتا تو سب سے پہلے ایسی بات سن کر اپنی بیوی پر سخت نگرانی کرتا، اپنے گھر کے اندر بے پردگی اور مریدین کی آزادانہ آمد و رفت بند کرتا اور لوگوں کی زبان بند کرنے کے لیے واضح اقدام کرتا۔ لیکن روایتِ احوال یہ بتاتی ہے کہ مرزا نے نہ تو کبھی ایسی نسبت کا انکار کیا، نہ لوگوں کے اس اعتراض کا رد کیا، نہ گھر کے ماحول میں تبدیلی لائی، نہ اپنی بیوی کی آزادانہ ملاقاتوں

پر قدغن لگائی۔اس کی خاموشی اور بے عملی ہی اس بات کا کھلا ثبوت ہے کہ مرزا قادیانی اپنے گھر کی عورت کے غیر محرم مردوں سے رابطوں پر نہ ناراضی ظاہر کرتا تھا، نہ احتجاج، نہ روک ٹوک بلکہ اس کے گھر میں مریدین کا آزادانہ داخلہ اس قدر مشہور تھا کہ لوگ اس کی بیوی اور بعض مریدوں کے تعلق کا چرچا کرتے تھے۔

جس گھر میں" آشنائی" جیسی بدترین نسبت مشہور ہو جائے اور گھر کا سربراہ پھر بھی کوئی اقدام نہ کرے، وہ شریعت کی تعریف کے مطابق عین دیوثیت ہے۔پس مرزا قادیانی کی اپنی تصدیق کردہ اس صورتحال سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ نہ صرف بے غیرتانہ غفلت کا مرتکب تھا بلکہ دین کی اصطلاح میں دیوث ثابت ہوتا ہے، کیونکہ جو شخص اپنی بیوی کو غیر محرم مردوں سے میل جول سے نہ روکے اور معاشرے میں بدنامی کے باوجود خاموش رہے، وہی دیوث کہلاتا ہے۔ یہ دلیل تنہا بھی کافی ہے کہ مرزا قادیانی اپنے گھر کی ناموس کا محافظ نہ تھا بلکہ اس کی دیوثیت اپنے ہی قلم سے ثابت ہو جاتی ہے۔

مرزا قادیانی کی بیوی نصرت جہاں بیگم کی بے پردگی

سیرت المہدی میں مرزا قادیانی کی بیٹا بشیر ایم اے مرزا قادیانی کی غیرت وحیاء کا ایک واقعہ نقل کرتا ہے ملاحظہ فرمائیں:

> بیان کیا حضرت مولوی نورالدین صاحب خلیفہ اوّل نے کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود کسی سفر میں تھے۔سٹیشن پر پہنچے تو ابھی گاڑی آنے میں دیر تھی۔ آپ بیوی صاحبہ کے ساتھ سٹیشن کے پلیٹ فارم پر ٹہلنے لگے۔ یہ دیکھ کر مولوی عبدالکریم صاحب جن کی طبیعت غیور اور جوشیلی تھی میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ بہت لوگ اور پھر غیر لوگ ادھر ادھر پھرتے ہیں آپ حضرت صاحب سے عرض کریں کہ بیوی

صاحبہ کو کہیں الگ بٹھادیا جاوے۔مولوی صاحب فرماتے تھے کہ میں نے کہا میں تو نہیں کہتا آپ کہہ کر دیکھ لیں ۔ناچار مولوی عبدالکریم صاحب خود حضرت صاحب کے پاس گئے اور کہا کہ حضور لوگ بہت ہیں بیوی صاحبہ کو الگ ایک جگہ بٹھادیں۔حضرت صاحب نے فرمایا جاؤ جی میں ایسے پردہ کا قائل نہیں ہوں۔مولوی صاحب فرماتے تھے کہ اس کے بعد مولوی عبدالکریم صاحب سر نیچے ڈالے میری طرف آئے میں نے کہا مولوی صاحب! جواب لے آئے؟۔

(سیرت المہدی حصہ اول، صفحہ 56،روایت نمبر 77)

دیوثیت کی بنیادی علامت یہ ہے کہ آدمی اپنی بیوی یا گھر کی عورتوں کو غیر مردوں کی نظروں سے بچانے، پردے کا اہتمام کرنے اور ناموس کی حفاظت کرنے کے بجائے خود انہیں بے پردہ ماحول میں لاتا پھرے، اور جب کوئی صاحبِ غیرت اس کو روکنے کی کوشش کرے تو وہ نصیحت کو رد کر کے بے پردگی پر اصرار کرے۔سیرت المہدی کی یہ روایت اسی حقیقت کی نہایت واضح شہادت پیش کرتی ہے کہ مرزا غلام قادیانی کی بیوی نصرت جہاں بیگم کا بے پردگی کے ساتھ غیر مردوں کے درمیان عام پلیٹ فارم پر ٹہل رہی تھی اور سینکڑوں اجنبی لوگوں کی موجودگی میں اس کا یوں کھلے عام چلنا پھرنا قادیانی ماحول میں معمول کی بات تھی۔

مولوی عبدالکریم جیسے غیور شخص نے اس منظر پر سخت ناگواری محسوس کی اور غیرت ایمانی کے تحت بار بار اصرار کیا کہ آپ کی بیوی بے شمار غیر مردوں کے درمیان گھوم رہی ہے، اسے پردے کے تقاضے کے مطابق الگ بٹھادیں،لیکن اس کے جواب میں مرزا قادیانی کا یہ کہنا کہ "میں ایسے پردہ کا قائل نہیں" دراصل اس کے مزاج کی اصل بنیاد کو ظاہر

کرتا ہے کہ وہ نہ شریعت کے پردے کا پابند تھا نہ غیرتِ مسلم کی کسی تعریف کے قریب۔ اگر کوئی عام آدمی بھی اپنی بیوی کو ایسے ہجوم میں بے پردہ نہ چھوڑتا ہو تو مرزا جیسا دعویٰ کرنے والا شخص خود اسے پلیٹ فارم پر لیے پھرتا رہا اور جب اس بے حیائی پر تنبیہ کی گئی تو بجائے اصلاح کے اس نے اعتراض کرنے والے غیور شخص کی بات کو رد کر کے بے پردگی کو اپنی ذاتی رائے کا حصہ قرار دیا۔ اس جواب نے مرزا کی دیوثیت کو عملی طور پر ثابت کر دیا کیونکہ جس شخص کے سامنے بیوی کھلے عام غیر مردوں کی نظروں کے سامنے پھرے اور وہ روکنے کی بجائے اسے جائز قرار دے، وہ شرعاً اور اخلاقاً دیوث ہی کہلاتا ہے۔ مرزا کی اپنی زندگی سے ثابت ہوا کہ اس کے ہاں نہ پردے کا لحاظ تھا نہ عورت کی عصمت کا احترام اور نہ ہی معاشرتی غیرت و حمیت کا کوئی اصول، لہٰذا نصرت جہاں بیگم کی بے پردگی کا یہ واقعہ مرزا قادیانی کی عملی دیوثیت کا ناقابل تردید ثبوت ہے۔

نصرت جہاں بیگم کی حکیم نورالدین سے آشنائی

مرزا غلام قادیانی کی بیوی نصرت جہاں بیگم کے سب زیادہ ناجائز تعلقات قادیانیوں کے پہلے خلیفہ حکیم نورالدین سے تھے اس کے بہت سے ثبوت پیش کیئے جاسکتے ہیں فی الوقت ایک دلیل کافی ہے۔ حکیم نورالدین اکثر کہا کرتا تھا کہ:

> بیوی صاحبہ کے منہ سے بیسیوں مرتبہ میں نے سنا ہے کہ میں تو آپ کی لونڈی ہوں۔

(مرقات الیقین فی حیات نورالدین صفحہ 7)

مرزا غلام قادیانی کے گھر میں بے حیائی اور غیر مردوں سے آزادانہ تعلقات کی جو فضا قائم تھی، اس کا سب سے بڑا ثبوت نصرت جہاں بیگم کے حکیم نورالدین کے ساتھ غیر معمولی قربت اور آشنائی کا وہ اعتراف ہے جو خود قادیانیوں نے اپنی معتبر کتاب میں نقل کیا ہے۔ کسی

شریف عورت کا کسی غیر مرد کے سامنے بار بار یہ کہنا کہ "میں تو آپ کی لونڈی ہوں" اپنے اندر وہ اخلاقی اور خانوادگی بے راہ روی رکھتا ہے جس کی مثال کسی مہذب اور پردہ دار گھرانے میں ممکن ہی نہیں۔

حیرت کی بات یہ ہے کہ حکیم نور الدین نہ صرف یہ الفاظ سنتا رہا بلکہ اسے فخر کے ساتھ بیان بھی کرتا رہا، اور مزید ستم یہ کہ وہ نصرت جہاں بیگم کو "بیوی صاحبہ" کہہ کر مخاطب کرتا تھا، جو اس ناجائز تعلق کی نوعیت اور ذہنی باہمی رضامندی کو مزید کھول کر رکھ دیتا ہے۔ ایک غیر محرم عورت کا کسی اجنبی مرد کے سامنے اپنے آپ کو "لونڈی" کہنا اسی وقت ممکن ہے جب دونوں کے درمیان ناجائز حد تک نرمی، دلی قربت اور بے پردگی موجود ہو، ورنہ عزت دار گھرانے کی عورت اپنے محرم کے سوا کسی مرد کے سامنے ایسا جملہ کہنے کا تصور بھی نہیں کر سکتی۔ لونڈی وہی ہوتی ہے جو مالک کے لئے حلال ہو، اور حکیم نور الدین کا اس جملے کو بار بار بیان کرنا یہ واضح کرتا ہے کہ نصرت جہاں بیگم کی حیثیت اس کے نزدیک محض ایک عام عورت کی نہیں تھی، بلکہ اس کی زبان، حرکات اور تعلقات میں ایسا کھلا ہوا میل ضرور تھا جسے دیانت دار معاشرے میں بدکاری کی علامت سمجھا جاتا ہے۔

مرزا قادیانی کی موجودگی میں اس کی بیوی کا غیر مردوں سے اس طرح کے جملے کہنا اس گھر کی مکمل اخلاقی تباہی اور مرزا کی دیوثیت کا منہ بولتا ثبوت ہے، کیونکہ جس گھر میں غیر محرم مرد اور عورتیں اس سطح کی بے تکلفی تک پہنچ جائیں، وہاں خاندان، غیرت اور شریعت تینوں کا جنازہ نکل چکا ہوتا ہے۔

مرزا قادیانی کی دیوثیت

مرزا غلام احمد قادیانی کے گھر اور عمل کے حوالے سے پیش کردہ تین واضح واقعات یہ بتاتے ہیں کہ اُس نے اپنی زوجہ، اپنے گھر کی خواتین اور غیر محرم مریدین کے درمیان پردہ،

غیرت اور حدودِ شرع کی کھلم کھلا نافرمانی کو برداشت کیا اور بعض مواقع پر اسے جائز بھی قرار دیا؛ یہ طرزِ عمل اسلامی اصطلاحِ دیوث (dayyūth) کے درست تاریخی اور شریعی تعریف سے بالکل ہم آہنگ ہے کیونکہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف کے مطابق دیوث وہ مرد ہے جو اپنے گھر والوں کے ساتھ ہونے والی فحاشیوں، غیر شرعی اختلاط یا نامحرم تعلقات پر غیر پروا یا موافق رہتا ہے یعنی وہ" اِس بات کا پرواہ نہ کرے کہ کون اس کے گھر والوں میں داخل ہو"۔ اسی تناظر میں سب سے پہلے قرآنِ مجید کی دو بنیادی ہدایات یاد رکھنی چاہئیں:

قُل لِّلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوا فُرُوجَهُمْ ذَٰلِكَ أَزْكَىٰ لَهُمْ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا يَصْنَعُونَ

ترجمہ کنزالایمان: مسلمان مردوں کو حکم دو اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں یہ ان کے لیے بہت ستھرا ہے، بیشک اللہ کو ان کے کاموں کی خبر ہے۔

(سورہ النور، آیت 30)

اور عورتوں کے لیے:

وَقُل لِّلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَىٰ جُيُوبِهِنَّ

ترجمہ کنزالایمان: اور مسلمان عورتوں کو حکم دو اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں اور اپنی پارسائی کی حفاظت کریں اور اپنا بناؤ نہ دکھائیں مگر جتنا خود ہی ظاہر ہے اور وہ دوپٹے اپنے گریبانوں پر ڈالے رہیں۔

(سورہ النور، آیت 31)

یہ نصوص معاشرتی پردہ وحدود اور نگاہ ولمس کی حفاظت کو انتہائی بنیادی شَرح دیتی ہیں۔ ان دونوں آیات کا عملی مفہوم وہی ہے جو شرعی ادب اور معاشرتی غیرت کا تقاضا بناتی ہے مرد اپنے گھر والوں کی عصمت اور پردہ کے محافظ ہوں اور عورتیں شریعت کے مطابق پردہ کریں۔ اس پس منظر میں جب کوئی رہنما یا ولی اپنی بیوی کو عوامی جگہوں پر کھلے عام مریدوں کے ساتھ گھومنے کی اجازت دے اور حتیٰ کہ اس کو اپنا ذاتی حق حیات بتلائے کہ" میں ایسے پردے کا قائل نہیں" تو وہ عمل قرآنِ کریم کی واضح ہدایات کے منافی ہے۔

حدیثِ نبوی ﷺ میں "دیُّوث" کی مذمت اور اس کی تعریف متعدد روایات میں ملتی ہے جامع مآخذوں میں آیا ہے کہ حضور خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا جس کا مفہوم یہ ہے کہ: تین قسم کے لوگ جنت میں داخل نہ ہوں گے جن میں الدیّوث بھی شامل ہے اور صحابہ نے پوچھا اس کا کیا مطلب ہے تو جواب ملا" وہ جو یہ نہیں دیکھتا کہ کون اس کے گھر کے قریب آتا ہے/کون اس کے گھر والوں کے پاس جاتا ہے"۔

اس تشریح میں روزمرہ معنوں میں دیوث وہ مرد ہوتا ہے جو اپنی بیوی یا گھر کی عزت و عصمت کے تحفظ میں بے غیرت رہتا یا سوتا رہتا، یا خاموشی اختیار کرتا ہے جب اس کی بیوی کے متعلق غیر شرعی آشنائیاں مشہور ہوں۔ یہ واقعات یک وقت یا یک دفعہ کے حادثات نہیں بلکہ رسمِ خانہ تھے۔ جب ایک گھرانے کی سربراہی کرنے والا شخص ان معاملات پر نہ تنبیہ کرے نہ سدھار لائے بلکہ بعض اوقات ایسے رویّوں کا دفاع کر دے تو شریعتِ محمدی کے مطابق اس کا وصف 'دیوث' کے زمرے میں آجاتا ہے۔

عورتوں کو غیر مردوں سے پردہ کرنا چاہیے

مرزا غلام قادیانی لوگوں کو تو یہ نصیحت کیا کرتا تھا کہ:

عورتوں کو چاہیے کہ اپنے خاوندوں کا مال نہ چراویں اور نامحرم سے اپنے تئیں بچاویں۔اور یاد رکھنا چاہیے کہ بغیر خاوند اور ایسے لوگوں کے جن کے ساتھ نکاح جائز نہیں اور جتنے مرد ہیں ان سے پردہ کرنا ضروری ہے۔جو عورتیں نامحرم لوگوں سے پردہ نہیں کرتیں شیطان ان کے ساتھ ساتھ ہوتا ہے۔

(مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ 86)

مرزا غلام قادیانی کے قول وفعل کا کھلا تضاد

مرزا غلام قادیانی اپنے ماننے والوں کو بار بار یہ ہدایت دیتا تھا کہ عورتیں نامحرم مردوں سے پردہ کریں، ان کے ساتھ بے تکلفی نہ رکھیں، اور شیطان کے وسوسوں سے بچیں۔ وہ کہتا ہے کہ جو عورتیں نامحرم مردوں سے پردہ نہیں کرتیں، ان کے ساتھ شیطان لگا رہتا ہے۔ اس حکم کو وہ نہایت زور دے کر بیان کرتا ہے، یہاں تک کہ اسے اخلاقی اور دینی بگاڑ کا بنیادی سبب قرار دیتا ہے۔لیکن سوال یہ ہے کہ: کیا یہ تعلیم اس کی اپنی بیوی نصرت جہاں بیگم پر لاگو نہیں ہوتی تھی؟

مرزا کے خود ساختہ تقویٰ اور تبلیغی نصیحتوں کے باوجود یہ حقیقت تاریخ اور قادیانی مراجع میں موجود روایات سے کھل کر سامنے آتی ہے کہ نصرت جہاں بیگم اور حکیم نورالدین کے درمیان غیر معمولی تعلقات تھے، اور یہ تعلقات اس قدر مشکوک تھے کہ خود نورالدین اسے" بیوی صاحبہ" کہہ کر پکارتا تھا اور نصرت جہاں بیگم اسے بار بار کہتی تھی" میں تو آپ کی لونڈی ہوں"۔

یہ وہ الفاظ ہیں جو کسی عام مرد و عورت کے درمیان بھی اخلاقی طور پر قابل قبول نہیں، چہ جائیکہ ایک خلیفہ اور اپنے پیر کی بیوی کے مابین۔

شرعی نقطۂ نظر سے تضاد

اسلام میں پردے کا حکم سب سے پہلے نبی ﷺ کے گھر والوں سے شروع کیا گیا، تاکہ امت کو عملی مثال ملے۔ اس کے برعکس مرزا قادیانی کی اپنی بیوی کا یہ حال تھا کہ وہ ایک غیر محرم مرد (نورالدین) کے ساتھ آزادانہ اُٹھتی بیٹھتی تھی، اسے ایسے انداز میں مخاطب کرتی تھی جو شوہر اور بیوی کے درمیان ہی مناسب ہیں۔

مرزا قادیانی نے دوسروں کے لیے وعید لگائی کہ نامحرم سے ملنے والی عورت کے ساتھ شیطان ہوتا ہے لیکن:

☆ تو کیا مرزا کی بیوی پر شیطان نہیں آتا تھا؟

☆ یا پھر مرزا نے اپنی بیوی کے لیے پردے کے حکم کو مستثنیٰ سمجھ رکھا تھا؟

☆ یا مرزا کو اپنی بیوی کے تعلقات کا علم ہی نہیں تھا؟

ان تینوں میں سے جو بھی صورت ہو، وہ مرزا کے جھوٹ، منافقت، اور دیوثیت کو ظاہر کرتی ہے۔

اخلاقی پہلو: دوہرا معیار

مرزا کی تمام تعلیمات میں ایک نقطہ بار بار سامنے آتا ہے:

مرزا دوسروں کے لیے سخت اصول بناتا تھا مگر خود ان پر عمل نہیں کرتا تھا۔

یہاں بھی یہی ہوا، لوگوں کی عورتیں نامحرم سے نہ ملیں، مگر اس کی اپنی بیوی غیر مرد کے سامنے بے پردگی کرتی تھی، انتہائی بے تکلفانہ جملے کہتی تھی، اور نورالدین جیسا شخص اسے "بیوی صاحبہ" کہتا تھا۔ اگر ایسی صورتحال کسی عام مسلمان گھر میں سامنے آجائے تو لوگ فوراً بدکرداری اور بے غیرتی کی بات کرتے ہیں۔ پھر مرزا کے گھر میں ایسے تعلقات کو کیا کہا جائے؟

دینی پہلو: دیوثیت کا حکم

حدیث میں ہے:

لَا یَدْخُلُ الْجَنَّةَ دَیُّوثٌ

دیوث جنت میں داخل نہ ہوگا۔

دیوث وہ ہے جو اپنی عورتوں کے بارے میں غیرت نہ رکھے، یا نامحرم کے ساتھ ان کے ناجائز تعلق پر خاموش رہے۔

اگر مرزا کو نصرت جہاں بیگم اور نورالدین کے تعلق کی خبر تھی اور اس نے خاموشی اختیار کی تو یہ دیوثیت ہے۔

اگر خبر تھی مگر پردہ پوشی کرتا رہا، تو یہ بھی دیوثیت ہے۔

اگر خبر ہی نہیں تھی تو یہ اس کی معصومانہ جہالت اور گھریلو غفلت کی دلیل ہے جو نبی ہونے کا دعویٰ کرنے والے شخص میں سب سے بڑی خامی ہے۔

نبی وہ ہوتا ہے جو اپنی امت کی اصلاح کرے اور اپنے گھر کی حفاظت کرے۔

مرزا نہ اپنا گھر محفوظ کر سکا، نہ اپنی بیوی کو نامحرم سے بچا سکا، نہ اپنی ہی تعلیمات پر عمل کر سکا۔

سماجی و نفسیاتی پہلو

مرزا کی شخصیت میں شدید قسم کی کمزوری، مرعوبیت اور نورالدین کی ذہنی بالادستی بھی نظر آتی ہے۔ نورالدین نہ صرف مرزا کا معالج تھا بلکہ اس کا بڑا مربی بھی تھا۔ ممکن ہے مرزا اس کے سامنے اتنا دب کر رہتا تھا کہ اپنی بیوی کے تعلقات پر اعتراض بھی نہ کر پاتا تھا۔

یہی ذہنی کمزوری نبوت کے دعویٰ کو مزید مشکوک بنا دیتی ہے، کیونکہ:

جو شخص اپنی بیوی کو نامحرم کے غیر اخلاقی تعلق سے نہ روک سکے، وہ دنیا بھر کو ہدایت

کیسے دے سکتا ہے؟

مرزا کے قول و عمل کی نفی

مرزا کی تعلیم تھی:

"جو عورت نامحرم سے پردہ نہیں کرتی اس کے ساتھ شیطان ہوتا ہے"۔

یہی تعلیم مرزا کے گھر سے سب سے پہلے ٹکرائی۔ اس کی بیوی کا نامحرم کے ساتھ پردہ نہ کرنا، بے تکلف انداز میں بات کرنا، خود کو لونڈی کہنا، اور نور الدین کا اسے "بیوی صاحبہ" کہنا یہ سب مرزا کی پوری عمارت کو کھوکھلا ثابت کرتے ہیں۔

مرزا قادیانی کے کردار کا چہرہ بے نقاب

ان واقعات کی بنیاد پر مرزا کے دعوے، اخلاقیات، تعلیمات اور شخصیت کے بارے میں یہ نتیجہ سامنے آتا ہے:

1. مرزا نے اپنے ماننے والوں پر جو اخلاقی پابندیاں لگائیں، خود ان پر عمل نہ کرسکا۔
2. اس کی بیوی کا نامحرم کے ساتھ تعلق اس کی بے غیرتی اور دیوثیت کا ثبوت بنا۔
3. مرزا کے گھر میں رونما ہونے والے یہ معاملات اس کے نبوت کے دعوے کی اخلاقی بنیاد کو ہی گرا دیتے ہیں۔
4. ایسے شخص کی تعلیمات پر اعتماد باقی نہیں رہتا، جو اپنے گھر کا پردہ بھی قائم نہ رکھ سکا۔

اور در پردہ وہ سب کارروائی خود محمد حسین نے کی اور اس اپنی کارروائی سے وہ لوگوں کو اطلاع بھی دیتا رہا ہے اور اپنے رسالوں میں بھی شیخی کے طور پر یہ کام اپنی طرف منسوب کرتا رہا ہے اور یہ تمام اشتہارات جو نہایت چالاکی اور بدزبانی سے ایک سال سے یا کچھ زیادہ عرصہ سے محمد حسین شائع کر رہا ہے یہ نہایت اوباشانہ طریق سے گندے سے گندے پیرایہ میں لکھے جاتے ہیں اور ان اشتہاروں میں کوئی پہلو میری بے عزتی اور بے آبروئی کا اٹھا نہیں رکھا اور میرے تمام ننگ و ناموس کو خاک میں ملانا چاہا ہے اور ایسی گندی اور ناپاک تہمتوں پر مشتمل ہیں کہ میں گمان نہیں کر سکتا کہ اس سختی اور بے شرمی کا برتاؤ کبھی ذلیل سے ذلیل قوم کے آدمی نے کسی اپنے مخالف کے ساتھ کیا ہو۔ ان اشتہارات میں سے جو ۱۲؍ اگست ۱۸۹۸ء کا اشتہار ہے جو مطبع تاج الہند میں چھپا ہے ایسا ہی ایک دوسرا اشتہار جو ۲۵؍ ستمبر ۱۸۹۸ء میں مطبع فخر الدین پریس لاہور میں طبع ہوا ہے اور ایسا ہی ایک تیسرا اشتہار اور ضمیمہ ۱۱؍ جون ۱۸۹۷ء کا جو اسی مطبع میں طبع ہوا ہے ان چاروں کا نمونہ کے طور پر کسی قدر مضمون اس جگہ درج کرتا ہوں تا حکام کو معلوم ہو کہ کہاں تک میری ذلت کا ارادہ کیا گیا ہے اور نہ ایک ماہ نہ دو ماہ بلکہ ایک سال سے ایسے گندے اشتہار جاری کر رہے ہیں جن کے متواتر زخموں کے بعد☆ مجھے اشتہار ۲۱؍ نومبر ۱۸۹۸ء لکھنا پڑا۔ جس میں جھوٹے کی ذلت خدا تعالیٰ سے طلب کی ہے اور محمد حسین کے یہ چاروں اشتہار جو جعفر زٹلی کے نام پر نکالے گئے مجھے بے عزت کرنے کے لئے ان میں نہایت سخت اور گندے اور ناپاک الفاظ استعمال کئے ہیں۔ یعنی میری نسبت یہ لکھا ہے کہ ’’اس شخص کی جورو کی اس کے بعض مریدوں سے آشنائی ہے‘‘ اور پھر ٹھٹھے سے اپنے تئیں ملہم قرار دے کر میری نسبت لکھا ہے کہ ہمیں الہام ہوا ہے کہ ’’اس شخص کی جورو محمد بخش جعفر زٹلی سے

☆ یہ اشتہار مباہلہ ۲۱؍ نومبر ۱۸۹۸ء اس وقت شائع نہیں کیا جب تک کہ کئی اشتہار بدرخواست مباہلہ ان لوگوں کی طرف سے متواتر میرے پاس نہیں پہنچے۔ چنانچہ علاوہ ان اشتہارات کے ایک چٹھی جعفر زٹلی مؤرخہ ۱۹؍ نومبر ۱۸۹۸ء اور پانچ اشتہارات متواتر یکے بعد دیگرے مباہلہ کی درخواست کے متعلق محمد حسین نے آپ شائع کرائے ہیں۔ منہ

نے نہ کسی انجمن نے خلیفہ بنایا اور نہ میں کسی انجمن کو اس قابل سمجھتا ہوں
کہ وہ خلیفہ بنائے۔ پس مجھ کو نہ کسی انجمن نے خلیفہ بنایا اور نہ میں اس کے
بنانے کی قدر کرتا ہوں اور اس کے چھوڑ دینے پر تھوکتا بھی نہیں اور نہ اب
کسی میں طاقت ہے ... لے۔

اب سوال ہو ... ایت ہی پیارا
محمود ہے جو میرے ... سے نواب محمد
علی کو کہدیں۔ ... کا حق ہے یا
ام المومنین کا ح ... لوگ ہیں جو
خلافت کے حق ... لوگ خلافت
کے متعلق بحث کر ... لے لیا ہے۔
وہ یہ نہیں سوچتے ... فادار ہیں اور
انہوں نے اپنا دعویٰ ان کے سامنے پیش نہیں کیا...... مرزا صاحب کی اولاد
دل سے میری فدائی ہے۔ میں سچ کہتا ہوں کہ جتنی فرمانبرداری میرا پیارا محمود۔
بشیر۔ شریف۔ نواب ناصر۔ نواب محمد علی خاں کرتا ہے تم میں سے ایک بھی نظر
نہیں آتا۔

میں کسی لحاظ سے نہیں کہتا بلکہ میں امر واقعہ کا اعلان کرتا ہوں۔ ان کو خدا
کی رضا کے لئے محبت ہے۔ بیوی صاحب کے منہ سے بیسیوں مرتبہ میں نے سنا
ہے کہ میں تو آپ کی لونڈی ہوں..... میاں محمود بالغ ہے اس سے پوچھ لو کہ
وہ سچا فرماں بردار ہے۔ ہاں ایک معترض کہہ سکتا ہے کہ سچا فرماں بردار نہیں۔
مگر نہیں۔ میں خوب جانتا ہوں کہ وہ میرا سچا فرماں بردار ہے اور ایسا فرماں
بردار کہ تم (میں سے) ایک بھی نہیں۔ جس طرح علیؓ۔ فاطمہؓ۔ عباسؓ نے
ابوبکرؓ کی بیعت کی تھی اس سے بھی بڑھ کر مرزا صاحب کے خاندان نے میری

مِرقاتُ الیقین
فی
حیاتِ نورالدین
مُرتبہ
اکبر شاہ خان نجیب آبادی

میرے سامنے مگر ایک فاصلہ پر ایک شیر بیٹھا ہے میں اسے دیکھ کر کانپ گیا لیکن میں نے جی میں ہی اپنے آپ کو ملامت کی کہ یہ میرا وہم ہے۔ چنانچہ میں نے پھر مرزا صاحب پر توجہ ڈالنی شروع کی تو میں نے دیکھا کہ پھر وہی شیر میرے سامنے ہے اور میرے قریب آ گیا ہے اس پر پھر میرے بدن پر سخت لرزہ آیا مگر میں پھر سنبھل گیا اور میں نے جی میں اپنے آپ کو بہت ملامت کی کہ یونہی میرے دل میں وہم سے خوف پیدا ہو گیا ہے چنانچہ میں نے اپنا دل مضبوط کر کے اور اپنی طاقت کو جمع کر کے پھر مرزا صاحب پر اپنی توجہ کا اثر ڈالا اور پورا زور لگایا۔ اس پر ناگہاں میں نے دیکھا کہ وہی شیر میرے اوپر کود کر حملہ آور ہوا ہے اس وقت میں نے بے خود ہو کر چیخ ماری اور وہاں سے بھاگ اُٹھا۔ حضرت خلیفہ ثانی بیان فرماتے تھے کہ وہ شخص پھر حضرت صاحب کا بہت معتقد ہو گیا تھا اور ہمیشہ جب تک زندہ رہا آپ سے خط و کتابت رکھتا تھا۔

﴿76﴾ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم** ۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ منشی محمد اروڑا صاحب مرحوم کپورتھلوی حضرت مسیح موعودؑ کے ذکر پر کہا کرتے تھے کہ ہم تو آپ کے منہ کے بھوکے تھے۔ بیمار بھی ہوتے تھے تو آپ کا چہرہ دیکھنے سے اچھے ہو جاتے تھے۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ منشی صاحب مرحوم پرانے مخلصوں میں سے تھے اور عشاق مسیح موعودؑ میں ان کا نمبر صف اوّل میں شمار ہونا چاہیئے۔

﴿77﴾ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم** ۔ بیان کیا حضرت مولوی نور الدین صاحب خلیفہ اوّل نے کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعودؑ کسی سفر میں تھے۔ سٹیشن پر پہنچے تو ابھی گاڑی آنے میں دیر تھی۔ آپ بیوی صاحبہ کے ساتھ سٹیشن کے پلیٹ فارم پر ٹہلنے لگے۔ یہ دیکھ کر مولوی عبدالکریم صاحب جن کی طبیعت غیور اور جوشیلی تھی میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ بہت لوگ اور پھر غیر لوگ ادھر ادھر پھرتے ہیں آپ حضرت صاحب سے عرض کریں کہ بیوی صاحبہ کو کہیں الگ بٹھا دیا جاوے۔ مولوی صاحب فرماتے تھے کہ میں نے کہا میں تو نہیں کہتا آپ کہہ کر دیکھ لیں۔ ناچار مولوی عبدالکریم صاحب خود حضرت صاحب کے پاس گئے اور کہا کہ حضور لوگ بہت ہیں بیوی صاحبہ کو الگ ایک جگہ بٹھا دیں۔ حضرت صاحب نے فرمایا جاؤ جی میں ایسے پردہ کا قائل نہیں ہوں۔ مولوی صاحب فرماتے تھے کہ اس کے بعد مولوی عبدالکریم صاحب سر نیچے ڈالے میری

مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ 86 طبع جدید از مرزا قادیانی

اور رسول ... عورت نیک نہیں ہو سکتی ... بجا نہ لائے اور پس پشت یعنی اس کے پیچھے اس کی خیر خواہ نہ ہو۔ اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ عورتوں پر لازم ہے کہ اپنے مردوں کی تابعدار رہیں۔ ورنہ ان کا کوئی عمل منظور نہیں۔ اور نیز فرمایا ہے کہ اگر غیر خدا کو سجدہ کرنا جائز ہوتا تو میں حکم کرتا کہ عورتیں اپنے خاوندوں کو سجدہ کیا کریں۔ اگر کوئی عورت اپنے خاوند کے حق میں کچھ بدزبانی کرتی ہے یا اہانت کی نظر سے اس کو دیکھتی ہے اور حکم ربانی سن کر پھر بھی باز نہیں آتی تو وہ لعنتی ہے۔ خدا اور رسول اس سے ناراض ہیں۔ عورتوں کو چاہیئے کہ اپنے خاوندوں کا مال نہ چراویں اور نامحرم سے اپنے تئیں بچاویں۔ اور یاد رکھنا چاہیئے کہ بغیر خاوند اور ایسے لوگوں کے جن کے ساتھ نکاح جائز نہیں اور جتنے مرد ہیں اُن سے پردہ کرنا ضروری ہے۔ جو عورتیں نامحرم لوگوں سے پردہ نہیں کرتیں شیطان ان کے ساتھ ساتھ ہے۔ عورتوں پر یہ بھی لازم ہے کہ بدکار اور بد وضع عورتوں کو اپنے گھروں میں نہ آنے دیں اور ان کو اپنی خدمت میں نہ رکھیں کیونکہ یہ سخت گناہ کی بات ہے کہ بدکار عورت نیک عورت کی ہم صحبت ہو۔

(۶) عورتوں میں یہ بھی ایک بدعادت ہے کہ جب کسی عورت کا خاوند کسی اپنی مصلحت کے لیے کوئی دوسرا نکاح کرنا چاہتا ہے تو وہ عورت اور اس کے اقارب سخت ناراض ہوتے ہیں اور گالیاں دیتے ہیں اور شور مچاتے ہیں اور اس بندہ خدا کو ناحق ستاتے ہیں۔ ایسی عورتیں اور ایسے ان کے اقارب بھی نابکار اور خراب ہیں۔ کیونکہ اللہ جلشانہ نے اپنی حکمت کاملہ سے جس میں صدہا مصالح ہیں۔ مردوں کو اجازت دے رکھی ہے کہ وہ اپنی کسی ضرورت یا مصلحت کے وقت چار تک بیویاں کر لیں۔ پھر جو شخص اللہ رسول کے حکم کے مطابق کوئی نکاح کرتا ہے تو اس کو کیوں بُرا کہا جائے۔ ایسی عورتیں اور ایسے ہی اس عادت والے اقارب جو خدا اور اس کے رسول کے حکموں کا مقابلہ کرتی ہیں نہایت مردود اور شیطان کی بہنیں اور بھائی ہیں کیونکہ وہ خدا اور رسُول کے فرمودہ سے منہ پھیر کر اپنے رب کریم سے لڑائی کرنا چاہتے ہیں۔ اور اگر کسی نیک دل مسلمان کے گھر میں ایسی بدذات بیوی ہو تو اُسے مناسب ہے کہ اس کو سزا دینے کے لیے دوسرا نکاح ضرور کرے۔

(۷) بعض جاہل مسلمان اپنے ناطہ رشتہ کے وقت یہ دیکھ لیتے ہیں کہ جس کے ساتھ اپنی لڑکی کا نکاح کرنا منظور ہے اس کی پہلی بیوی بھی ہے یا نہیں۔ پس اگر پہلی بیوی موجود ہو تو ایسے شخص سے ہرگز نکاح کرنا نہیں چاہتے۔ سو یاد رکھنا چاہیئے کہ ایسے لوگ بھی صرف نام کے مسلمان ہیں اور ایک طور سے وہ ان عورتوں کے مددگار ہیں جو اپنے خاوندوں کے دوسرے نکاح سے ناراض ہوتی ہیں۔ سو ان کو بھی خدا تعالیٰ سے ڈرنا چاہیئے۔

(۸) ہماری قوم میں یہ بھی ایک نہایت بد رسم ہے کہ دوسری قوم کو لڑکی دینا پسند نہیں کرتے بلکہ حتی الوسع لینا بھی پسند نہیں کرتے۔ یہ سراسر تکبر اور نخوت کا طریق ہے جو سراسر احکام شریعت کے برخلاف ہے۔ بنی آدم سب خدا تعالیٰ کے بندے ہیں۔ رشتہ ناطہ میں صرف یہ دیکھنا چاہیئے کہ جس سے نکاح کیا جاتا ہے وہ نیک بخت اور نیک وضع آدمی ہے

نبوت کے جھوٹے مدعی، قادیانی کذاب کی زندگی کے ایک پہلو پر مفصل تحریر

زانی ابن زانی

مفتی سید مبشر رضا قادری

منتظم اعلیٰ ختم نبوت فورم و جامعہ ختم نبوت گوجرانوالہ


+923247448814

زانی ابن زانی

بشیر الدین محمود ابن مرزا غلام قادیانی

قادیانی تاریخ کے سب سے ہولناک اور شرمناک رازوں میں سے ایک راز، خود قادیانی خلیفہ ثانی بشیر الدین محمود کے سب سے قریبی ساتھی عبدالرزاق مہتہ نے اپنی چشم دید روایات پر مبنی کتاب روحانی شکارگاہ میں بے نقاب کیا ہے۔ عبدالرزاق، جو برسوں تک خلیفہ کے شب و روز کا رفیق خاص رہا، اس نے اس کتاب میں وہ تہلکہ خیز حقائق بیان کیے ہیں جو قادیانی قیادت نے ہمیشہ دبانے کی کوشش کی۔ مقدمۂ کتاب میں عبدالرزاق واضح لکھتا ہے کہ میرے پاس قادیانی خلیفہ کی ننگی تصاویر موجود تھیں، اور ان تصاویر کو واپس لینے کے لیے خلیفہ نے ہر قسم کی چال، دھوکا، مکاری اور نفسیاتی حربے آزمائے۔ جب تمام کوششیں ناکام ہوگئیں اور اسے یقین ہوگیا کہ یہ تصاویر کسی قیمت پر واپس حاصل نہیں ہوسکتیں، تو آخرکار اس نے اپنا آخری اور سب سے گھٹیا ہتھیار استعمال کیا۔ خود اپنی بیٹی کو میری خواہش پوری کرنے کے لیے پیش کر دیا، تاکہ میں یہ تصویریں اسے لوٹا دوں۔ عبدالرزاق مہتہ لکھتا ہے کہ یہی وہ لمحہ تھا جس نے قادیانی خلافت کے چہرے سے تقدس کا نقاب نوچ کر پھینک دیا اور یہ حقیقت سب پر واضح ہوگئی کہ یہ خلافت نہیں، بلکہ ہوس پرستی کا ایک منظم جال ہے جس میں عزتیں، حرمتیں اور رشتے سب قربان کر دیے جاتے ہیں۔

عبدالرزاق مہتہ اپنی کتاب روحانی شکارگاہ میں لکھتا ہے کہ:

> ایک دن ہوتا کیا ہے غور فرمائیے گا۔ حضرت خلیفہ ثانی حکم فرماتے ہیں عشاء کے بعد ام طاہر کے صحن والی سیڑھیوں کی طرف سے آنا

چنانچہ حاضر ہو کر دستک دی حضور خود دروازہ کھول کر اپنے ساتھ صحن میں لے گئے کیا دیکھتا ہوں کہ دو بڑی چار پائیاں ہیں جن پر بستر لگے ہیں جنکی پوزیشن یوں تھی سرانہ شمال قبلہ رخ والی چار پائی کے پاس لے جا کر اس پر بیٹھنے کا حکم دیا تو دوسری پر حضور لیٹ گئے ۔ مقام خلیفہ کے تقدس کے خیال سے کبھی برابری میں بیٹھنے کا وہم وخیال بھی نہ ہوتا تھا اسی کشمکش و پنج میں حیران پریشان کھڑا بتبنا رہا الہی کیا شامتِ اعمال ہے کیا مصیبت آنے والی ہے کہ اتنے میں حضور تشریف لائے پکڑ کر بٹھاتے ہوئے فرمایا فکر نہ کرو شرماؤ نہیں ۔ جس کے چند ہی سیکنڈ بعد چار پائی پر بچھی چادر کے نیچے سے کچھ حرکت معلوم ہوئی ۔ سکڑا ، سنبھلا کہ ایک چٹکی پیٹھ پر کٹتی ہے ۔ گھبرایا ہوش وحواس گم ہی تھے کہ اب چادر کے نیچے سے کوئی ذرا زیادہ ہلتا معلوم ہوا دراصل کروٹ لی گئی تھی کروٹ لیتے پھر دو چار چٹکیاں کٹتی ہیں میں پھر بھی صم بکم بنا بیٹھا تھا ۔ کہ پھر حضور آئے شرماد نہیں لیٹ جاؤ فرماتے چادر کے اندر منہ کر کے اس صاحبہ سے کچھ کہا جس نے نصف اٹھتے ہوئے اپنے بازو میری کمر کے گرد حمائل کرتے کھینچ کر اپنے اوپر لٹا لیا اس کھیچنے کے نتیجہ میں سر ہاتھ اچانک جو جسم نفیس سے لگے تو حیرانی ہوئی کہ محترمہ الف ننگی پڑی ہیں اُدھر میں بے حس وحرکت پتھر بنا پڑا تھا مجھے علم نہ ہو سکا کس وقت میرے بھی کپڑے اتار پھینکے اور کیسے پوری طرح اپنے اوپر لٹانے لگیں بدمستی کی شرارتیں کرنے” آخر جیت ان کی ہوئی ہار میری” گویا ان ٹرینڈ کو ٹرینڈ کر کے مستقل ممبر سیر

روحانی (یہ نام میرا دیا ہوا ہے) کا اعزاز بخشا گیا ہاں یہ صاحبہ آخر کون تھیں؟ آپ جستجو تو ضرور کر رہے ہونگے لیکن فی الحال بغیر نام بتائے اتنا عرض کئے دیتا ہوں کہ وہ صاحبہ حضور خلیفہ ثانی کی بیٹی صاحبہ تھیں بس پھر کیا تھا پانچوں گھی میں سر کوڑہی میں والا معاملہ آئے دن بلاوے دن ہو یا رات دفتر یا چوکیدار کی گو پہلے بھی روک ٹوک نہ تھی مگر اب تو بالکل ہی ختم سید ھے اوپر بیٹوں سے بڑھتے اب بیگمات کے پیش ہونے یا کئے جانے لگے پہلے پہل تو گھروں میں پھر قصر خلافت کے ایک کمرہ ملحقہ باتھ روم میں جو دراصل مستقل داد عیش کی رنگ رلیوں کے لئے مخصوص فرمایا ہوا تھا۔ جہاں بیک وقت ایک ہی بیٹی اور یا بیگم صاحبہ سے خود بھی اکثر شریک زنگ رلیاں ہو جاتے گویا تینوں ایک ہی چار پائی پر پڑے محومستیاں ہوتے۔ (محترم سیکٹری صاحب امور عامہ اسلام میں پردہ کا حکم سخت بتایا جاتا ہے لیکن یہاں دیکھتے ہیں آپ کا امور عامہ خلیفہ کے اس پردہ زادہ پر کیا نوٹس لیتا ہے کونسی جماعت سے خارج کرتا ہے) خیر یہ آپ کی دردسری ہے۔

ناراض تو نہیں ہو گئے ابھی تو ابتدائے عشق ہے آگے دیکھئے کیا ہوتا ہے بقول کہاوت" پانہ ٹریا متھا سٹریا" ابھی تو سنسنی خیز جلووں کی روشنائی ہونی باقی ہے لہذا دل قابو میں رکھئے جناب ہوشیار رہیں غور فرمائیں ایک عرصہ جب کہ ایک بیٹی سے دونوں ہی زنگ لیاں مناتے محو مستیاں تھے کہ موذن نے آ کر نماز کی اطلاع دی مجھے یوں فرمایا تم مزے کرتے چلو میں نماز پڑھا کر ابھی آیا۔ چنانچہ اسی حالتمیں

جبکہ۔۔۔میں شرابور تھے وضوتو درکنار اعضا بھی نہ دھوئے نماز پڑھی
اور سنتیں نوافل پھر بیٹی کے سینہ پر پڑے غرق عیش وعشرت ہو
گئے۔کیا خوب کہا ہے:
”تیرا دل تو ہے صنم آشنا تجھے کیا لے گا نماز میں“

(روحانی شکارگاہ صفحہ 21 تا24)

لرزہ خیز واقعہ

عبدالرزاق مہتہ کی کتاب روحانی شکارگاہ میں بیان کردہ یہ واقعہ قادیانی خلافت کے پردوں کے پیچھے چھپی حقیقی گندگی کی وہ ہولناک جھلک ہے، جو کسی بھی انسان کے دل کو دہلا دینے کیلئے کافی ہے۔ یہ کوئی معمولی اخلاقی لغزش یا وقتی بے راہ روی نہیں، بلکہ ایک منظم، مستقل اور پوری منصوبہ بندی کے ساتھ جاری رہنے والے جنسی استحصال کا سلسلہ تھا، جس میں ”خلیفہ“ کہلانے والا شخص اپنی ہی بیٹی کو نفسانی خواہشات کا کھلونا بنائے ہوئے تھا۔

خلیفہ کا حکم اور غلامانہ اطاعت کا ماحول

واقعہ کی ابتدا ہی اس ذہنی ماحول کو کھول دیتی ہے جو قادیانی نظام خلافت میں رائج تھا۔”عشاء کے بعد ام طاہر کے صحن والی سیڑھیوں سے آنے“ کا حکم دراصل اطاعت کی وہ شکل ہے جس میں مرید کو کسی سوال، جھجھک یا اختلاف کی اجازت نہیں۔جب خلیفہ ثانی خود دروازہ کھول کر اندر لے جاتے ہیں، تو یہ راوی کے ذہن پر ایسا دباؤ بٹھاتا ہے کہ وہ اپنی عقل اور حواس کھو بیٹھتا ہے۔اس پورے منظر سے معلوم ہوتا ہے کہ قادیانی نظام میں ایک فرد کی شخصیت اس حد تک مسخ کر دی جاتی ہے کہ وہ خلیفہ کے کسی بھی اقدام کو ”مقدس“ سمجھ کر قبول کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے، چاہے وہ قدم شرم، غیرت اور انسانیت کی آخری حدوں کو بھی پامال کرتا ہو۔

چارپائیوں کی ترتیب اور ماحول کا نفسیاتی پہلو

راوی جس طرح دو چارپائیوں کی پوزیشن، بستر، سمت اور جسمانی فاصلہ بیان کرتا ہے، اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ یہ کوئی اچانک پیش آنے والا حادثہ نہیں تھا، بلکہ ایک باقاعدہ ترتیب اور مخصوص مقام تھا جہاں روزانہ یہ حرام کاری انجام پاتی تھی۔ چارپائیوں کی مخصوص ترتیب، خلیفہ کا ایک چارپائی پر لیٹ جانا، اور دوسری پر مہمان کو بٹھانا، اس پورے فعل کو ایک "رسم" اور "طے شدہ نظام" ثابت کرتا ہے۔ یہ ماحول بتاتا ہے کہ اس گھر میں یہ گندگی معمول کا حصہ تھی، نہ کہ کوئی ناپسندیدہ یا خفیہ فعل۔

چادر کے نیچے سے حرکت: جرم کا آغاز

چادر کے نیچے سے آنے والی حرکت، چٹکی لگنے کی آواز اور جسموں کی بے پردگی کا احساس واقعے کو حقیقت کے قریب لے جاتا ہے۔ راوی کی گھبراہٹ، اس کا پتھر بن جانا، اس کا خوف اور اس کا خاموش بیٹھ رہنا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ذہنی طور پر وہ اس مقام پر مزاحمت کرنے کے قابل ہی نہیں رہا تھا۔ "روحانی تقدس" کا نفسیاتی بوجھ انسان کو وہیں مریض بنا دیتا ہے جہاں سے اس کے شعور، غیرت، ہمت اور مزاحمت کا دم گھٹنے لگے۔

خلیفہ کا فرمان: "شرماؤ نہیں، لیٹ جاؤ"

"شرماؤ نہیں، لیٹ جاؤ" یہ جملہ اس واقعہ کا سب سے گھناؤنا پہلو ہے۔ یہاں جرم کو تقدس کا لبادہ دیا گیا۔ ایک عام مجرم تو اپنی گندگی چھپاتا ہے، لیکن یہاں خلیفہ ثانی نے نہ صرف بدکاری کا ماحول بنایا بلکہ اسے "حکم" کی شکل دے کر گناہ کو اطاعت کے رنگ میں تبدیل کرنے کی کوشش کی۔ یہی وہ مقام ہے جہاں مذہبی طاقت اور جنسی تسلط ایک دوسرے میں گھل مل کر ایک بھیانک صورت اختیار کر لیتے ہیں۔

بیٹی کی ننگی حالت اور خلیفہ کی موجودگی

چادر اٹھتے ہی سامنے آنے والی بیٹی کی ننگی حالت اس جرم کی بدترین شکل ہے۔ یہ زنا نہیں، بلکہ زنا بالمحارم ہے۔ بیٹی کا اپنے ہاتھوں سے ایک مرد کو اپنی طرف کھینچنا اور خلیفہ کا اس پورے عمل کے دوران موجود رہنا اس بات پر واضح دلیل ہے کہ یہ سب کچھ ان کی مرضی، منصوبہ بندی اور حکم سے انجام پا رہا تھا۔ یہاں باپ، بیٹی، بیوی اور مرید بی چاروں ملوث نظر آتے ہیں۔ یہ گھرانہ ایک روحانی مرکز نہیں، بلکہ جنسی درگاہ بن چکا تھا۔

مرید کو جنسی غلام بنانا

راوی جس بے بسی سے کہتا ہے ''میں پتھر بنا پڑا تھا''، وہ ظاہر کرتا ہے کہ خلیفہ ثانی نے اسے صرف استحصال کا شکار نہیں بنایا، بلکہ اسے ایک جنسی غلام کی طرح استعمال کیا۔ یہ حرکات نہ صرف اخلاقی جرم ہیں بلکہ انسانی آزادی اور وقار کی بدترین پامالی بھی۔

قصرِ خلافت کا ''باتھ روم'' ایک فحاشی گاہ

بیان میں مذکور وہ کمرہ اور اس سے ملحقہ باتھ روم جو رنگ رلیوں کے لیے مخصوص تھا، خلیفہ ثانی کے کردار کی اصل حقیقت کھول دیتا ہے۔ یہ نہ تو عیاشی کی کوئی اکا دکا واردات تھی، نہ کوئی غلط فہمی یا حادثہ۔ یہ ایک ''روحانی بادشاہ'' کا باقاعدہ منصوبہ بند جنسی نظام تھا جس میں بیٹیاں، بیویاں، مرید اور خدام سب ایک ترتیب کے ساتھ استعمال کیے جاتے تھے۔

تین افراد کا ایک ساتھ چارپائی پر ہونا

ایک باپ، ایک بیٹی اور ایک بیوی کا ایک ہی چارپائی پر لیٹ کر شہوانی اعمال میں مصروف ہونا بی یہ کسی بھی مذہب، تہذیب یا اخلاقی نظام میں ناقابل تصور عمل ہے۔ یہ منظر قادیانی خلافت کے اندر موجود اُس اجتماعی اخلاقی سڑاند کی نشاندہی کرتا ہے جو باہر سے تقدس، پاکیزگی اور روحانیت کا لبادہ اوڑھے پھرتی ہے۔

نماز کا مذاق دیندارانہ منافقت کی انتہا

واقعہ کا سب سے لرزہ خیز حصہ وہ ہے جب موذن نماز کیلئے آتا ہے، اور خلیفہ اسی ناپاک حالت میں اٹھ کر نماز پڑھنے چلا جاتا ہے۔ نہ غسل، نہ وضو، نہ شرم، نہ خوف۔ نوافل بھی پڑھتا ہے اور پھر واپس آ کر اسی جنسی عمل میں مشغول ہو جاتا ہے۔ یہ منافقت، تقدس کا ڈھونگ اور دین کے نام پر سب سے بڑی گستاخی ہے۔ اس مقام پر یہ شخصیت صرف ایک زانی ہی نہیں بلکہ دین کی حرمت کا قاتل بھی ثابت ہو جاتی ہے۔

زنا، محارم، منافقت اور خلافت کا سیاہ چہرہ

یہ مکمل واقعہ ایک ایسا نقشہ پیش کرتا ہے جہاں:

☆ زنا

☆ زنا بالمحارم

☆ مذہبی تقدس کا ناجائز استعمال

☆ مرید کا جنسی استحصال

☆ بیٹی اور بیوی کی بے حیائی

☆ نماز کا مذاق

☆ اور ایک شخص کی ہوس پرستی

سب ایک ہی وقت میں جمع ہو جاتے ہیں۔

یہ سب کچھ اگر کسی عام انسان کی زندگی میں ہوتا تو بھی ناقابل برداشت تھا، مگر ایک ”قادیانی خلیفہ“ کے ہاتھوں اس قسم کی گندگی کا ارتکاب قادیانی عقائد کی بنیادوں کو ہی مسمار کر دیتا ہے۔

باپ کا کردار گندہ، بیٹے سے پاکیزگی کی امید کیوں؟

باپ اور بیٹے کا سلسلۂ فحاشی

بشیر الدین محمود کے زنا بالمحارم کے واقعات پر جب نگاہ ڈالی جائے، تو ذہن فوراً اس سوال کی طرف جاتا ہے کہ آخر یہ گندگی اس قدر عام اور بے خوف کیوں تھی؟ اس کا اصل جواب ایک اور خوفناک حقیقت میں چھپا ہے: "جس گھر کا باپ خود زنا کو معمولی بات سمجھتا ہو، اس کے بیٹوں کا اخلاق کیسے پاک ہو سکتا ہے؟"

یہی وجہ ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے بیٹے محمود احمد کے کردار میں باقاعدہ تسلسل نظر آتا ہے بلکہ یہ کہنا زیادہ درست ہے کہ بیٹے نے باپ کی گندی راہ کو مزید ترقی دی۔

ولی اللہ بھی کبھی کبھی زنا کر لیا کرتے ہیں

قادیانی اخبار الفضل (31 اگست 1938) میں ایک ایسا حوالہ موجود ہے جس نے پوری قادیانی دنیا کو ہلا کر رکھ دیا۔

یہ خط خود قادیانی جماعت کی طرف سے "تسلیم شدہ" قرار دیا گیا ہے، اور اس میں لکھا ہے: "حضرت مسیح موعود ولی اللہ تھے اور ولی اللہ بھی کبھی کبھی زنا کر لیا کرتے ہیں، اگر انہوں نے کبھی کبھار زنا کر لیا تو اس میں حرج کیا ہوا؟"

یہ جملہ صرف ایک گندگی نہیں، بلکہ پورے قادیانی عقائد اور اخلاقی نظریے کا ماتم ہے۔

اس خط میں مزید لکھا ہے:

"ہمیں حضرت مسیح موعود پر اعتراض نہیں کیونکہ وہ کبھی کبھی زنا کیا کرتے تھے، ہمیں اعتراض موجودہ خلیفہ (محمود) پر ہے جو ہر وقت زنا کرتا رہتا ہے۔"

یہ جملے قادیانیت کی ''روحانیت'' کا اصل چہرہ کھول دیتے ہیں۔

مرزا غلام قادیانی پر زنا کا اعتراف

یہ کوئی دشمن یا مخالف کا الزام نہیں بلکہ یہ قادیانی اخبار کے اپنے صفحے پر تسلیم شدہ تحریر ہے۔

یعنی مرزا غلام قادیانی زنا کرتا تھا اس کے ماننے والے اسے بری بات نہیں سمجھتے تھے بلکہ اسے ''ولی اللہ کی کمزوری'' کہہ کر شرعی پردہ ڈالنے کی کوشش کرتے تھے

سوال یہ ہے کہ:

کیا اسلام میں کوئی ولی، کوئی بزرگ، کوئی نبی، کوئی صالح آدمی زنا کو معمولی سمجھ سکتا ہے؟ قطعاً نہیں۔

اسلام میں زنا ایک کبیرہ گناہ ہے، جس پر قرآن میں لعنت، حدیث میں سخت وعید اور شریعت میں کوڑے یا رجم کی سزا مقرر ہے۔ کیا کوئی ''ولی اللہ'' اس گناہ کا ارتکاب کرتا ہے؟

یہ عقیدہ ہی کفر کے برابر جسارت ہے۔

پاپائے ربوہ کے خلاف ایک مرید کا استغاثہ

مرزائیوں کی

روحانی شکارگاہ

تحریر

عبدالرزاق مہتہ
ابن بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی

شائع کردہ
انجمن خادمانِ رسول لاہور

(۲) ایک خاندان کی بیماری دوسرے خاندان میں (یعنی اولاد وغیرہ) میں آجاتی سنی ہوگی دودھ کو ایک دفعہ جاگ لگا دی جائے تو پھر وہی جاگ کام آتی رہتی ہے۔ بعینہٖ اسی طرح اب یہ جاگ آخر (یعنی عیاشیوں کی رنگ رلیاں) انہی مغلیہ خاندان کی نسل ہوتے اس خاندان میں بھی لگنی ضروری تھی سو لگی اور خوب لگی اور غالباً انکی طرز عیاشیوں کو بھی مات کر دیا ہوگا۔

جناب سیکرٹری صاحب ہوشیار باش جاگتے رہیئے نظارہ جلوہ قریب آرہا ہے دل مضبوط کر لیجئے ہوش وحواس قائم رکھئے گا۔ قادیان کے عوام ہماری اس خاندان سے وابستگی چولی دامن کا ساتھ سمجھتے تھے۔

ایک دن ہوتا کیا ہے غور فرمائیے گا۔ حضرت خلیفہ ثانی حکم فرماتے ہیں عشاء کے بعد ام طاہر کے صحن والی سیڑھیوں کی طرف سے آنا چنانچہ حاضر ہو کر دستک دی حضور خود دروازہ کھول کر اپنے ساتھ صحن میں لے گئے کیا دیکھتا ہوں کہ دو بڑی چارپائیاں ہیں جن پر بستر لگے ہیں جنکی پوزیشن یوں تھی



سرہانہ شمال قبلہ رُخ والی چارپائی کے پاس لے جا کر اِس پر بیٹھنے کا حکم دیا تو دوسری پر حضور لیٹ گئے مقام خلیفہ کے تقدس کے خیال سے کبھی برابری میں بیٹھنے کا وہم وخیال بھی نہ ہوتا تھا اسی ششش وپنج میں حیران پریشان کھڑا بت بنا رہا الٰہی کیا شامتِ اعمال

۲۲

ہے کیا مصیبت آنے والی ہے کہ اتنے میں حضور تشریف لائے پکڑ کر بٹھلاتے
ہوئے فرمایا فکر نہ کرو شرماؤ نہیں جس کے چند ہی سیکنڈ بعد چار پائی پر بچھی
چادر کے نیچے سے کچھ حرکت معلوم ہوئی۔ سکڑا۔ سنبھلا کہ ایک چٹکی
بیٹھ پر کٹتی ہے۔ گبھرایا ہوش و حواس گم ہی تھے کہ اب چادر کے نیچے سے
کوئی ذرا زیادہ ہلتا معلوم ہوا دراصل کروٹ لی گئی تھی کروٹ لیتے پھر
دو چار۔ چٹکیاں کٹتی ہیں میں پھر بھی صُمٌّ بُکمٌ بنا بیٹھا تھا۔ کہ پھر حضور آئے
شرماؤ نہیں لیٹ جاؤ فرماتے چادر کے اندر منہ کر کے اس صاحبہ سے
کچھ کہا جس نے نصف اٹھتے ہوئے اپنے بازو میری کمر کے گرد حمائل
کرتے کھینچ کر اپنے اوپر لٹا لیا اس کھینچنے کے نتیجہ میں سر ہاتھ اچانک
جو اس جسم نفیس سے لگے تو حیرانی ہوئی کہ محترمہ الف ننگی پڑی ہیں اُدھر
میں بے حس و حرکت پتھر بنا پڑا تھا مجھے علم نہ ہو سکا۔ کس وقت میرے
بھی کپڑے اتار پھینکے اور کیسے پوری طرح اپنے اُوپر لٹانے لگیں بدمستی
کی شرارتیں کرنے "آخر جیت ان کی ہوئی ہار میری" گویا ان ٹرینڈ
کو ٹرینڈ کر کے مستقل ممبر سرِ روحانی (یہ نام میرا دیا ہُوا ہے) کا اعزاز
بخشا گیا ہاں یہ صاحبہ آخر کون تھیں آپ جستجو تو ضرور کر رہے ہونگے
لیکن فی الحال بغیر نام بتائے اتنا عرض کئے دیتا ہوں کہ وہ صاحبہ حضور
خلیفہ ثانی کی بیٹی صاحبہ تھیں بس پھر کیا تھا پانچوں گھی میں سر کڑاہی

میں والا معاملہ آئے دن بلا دے دن ہو یا رات دفتر یا چوکیدار کی گو
پہلے بھی روک ٹوک نہ تھی مگر اب تو بالکل ہی ختم سیدھے اوپر بیٹیوں
سے بڑھتے اب بیگمات کے پیش ہونے یا کئے جانے لگے پہلے پہل تو
گھروں میں پھر قصر خلافت کے ایک کمرہ ملحقہ باتھ روم میں جو دراصل
مستقل داد عیش کی رنگ رلیوں کے لئے مخصوص فرمایا ہوا تھا۔
جہاں بیک وقت ایک ہی بیٹی اور یا بیگم صاحبہ سے خود بھی اکثر شریک
رنگ رلیاں ہو جاتے گویا تینوں ایک ہی چارپائی پر پڑے محو مستیاں ہوتے
(محترم سیکرٹری صاحب امور عامہ اسلام میں پردہ کا حکم سخت تیا یا
جاتا ہے لیکن یہاں دیکھتے ہیں آپ کا امور عامہ خلیفہ کے اس بے پردہ زادہ
پر کیا نوٹس لیتا ہے کونسی جماعت سے خارج کرتا ہے) خیر یہ آپ کی
دردسری ہے۔

ناراض تو نہیں ہو گئے ابھی تو ابتدائے عشق ہے آگے دیکھئے کیا
ہوتا ہے بقول کہاوت "پانہ ٹڑیا متھا سڑیا" ابھی تو سنسنی خیز
جلوؤں کی روشنائی ہونی باقی ہے لہذا دل تابو میں رکھئے جناب ہوشیار
رہیں غور فرمائیں ایک عرصہ جبکہ ایک بیٹی سے دونوں ہی رنگ رلیاں
مناتے محو مستیاں تھے کہ موذن نے آکر نماز کی اطلاع دی مجھے
یوں فرمایا تم مزے کرتے چلو میں نماز پڑھا کر ابھی آیا۔ چنانچہ اسی حالت

ہیں جبکہ ہیں خشراب رہتے وضو تو درکنار اعضا بھی نہ دھوئے نماز پڑھی اور سنتیں نوافل پھر بیٹی کے سینہ پر پڑے غرق عیش وعشرت ہو گئے

کیا خوب کہا ہے کسی نے

"تیرا دل تو ہے صنم آشنا تجھے کیا ملے گا نمازیں"

(جس کسی نے بھی یہ کہا خوب باموقع اور اغلباً انہی کی ذات مبارک کا نقشہ اللہ نے کھچوایا ہے) مختصر کرنے کے لئے اللہ کو حاضر ناظر کرتے جن سے یہ رنگ رلیاں منائی منوائی گئیں فی الحال تعداد لکھ دیتا ہوں بوقت کارروائی اسمائے گرامی سے مطلع کروں گا۔ بیگمات تین صاحبزادیاں بھی تین ان دو صاحبزادیوں سے دو دو دفعہ ایک تو قریباً مستقل۔ یہاں لگے ہاتھوں ایک بیگم صاحبہ (بڑی) ام ناصر کی حسرت جو قبر میں ساتھ لے گئے یوں فرمایا دیکھو ام ناصر ہیں کہ یہ شریک محفل نہیں ہوتیں تبھی تو موٹی بھینس ہوتی جاتی ہیں اس کے مقابل غور فرمایا جائے ام مظفر کو دیکھو کیسی خوبصورت نازک سی چلتی پھرتی ہیں کیونکہ یہ کرواتی رہتی ہیں گویا بھاوجوں کو بھی نہ بخشا گیا یہ خیال ذہن نشین ہونا ضروری ہے جن سے یا صاحب مجھ سے کوئی تعلق نہیں ہوا۔ وہ پاک وصاف ہیں اور الفاظ "رنگ یا مطلب" جس کی نسبت بیان کئے یا کہے گئے وہی تحریر بذا کو رہا ہوں کسی کا بلا وجہ مبالغتہً قطعاً قطعاً اشارہ بھی نہ

ایسے لوگ منافق ہی رہیں گے اور کسی صورت میں منافقت کا داغ ان کے چہروں سے مٹ نہیں سکتا۔ آخر وَفِيكُمْ سَمَّٰعُونَ لَهُمْ ؕ قرآن کریم میں مَیں نے نہیں لکھ دیا۔ منافق قرآن کریم کے تمام نسخوں کو دیکھ لیں ان نسخوں کو بھی دیکھ لیں جو میری اس بیان کردہ تعریف سے پہلے کے چھپے ہوئے ہیں اور پھر دیکھیں کہ آیا ان نسخوں میں یہ آیت ہے یا نہیں اور جب ہے تو وہ خود ہی سوچیں کہ اس میں میرا کیا دخل ہؤا۔ انہیں اگر اعتراض کا شوق ہے تو وہ خدا پر کریں کہ اس نے کیوں نَعُوذُ بِاللهِ ایسی جھوٹی بات قرآن کریم میں لکھ دی جو ان کی سمجھ میں نہیں آتی اور جسے موجودہ منافق غلط قرار دے رہے ہیں۔ اس نے آپ ہی آپ ایک بات قرآن کریم میں لکھ دی حالانکہ اسے چاہئے تھا کہ وہ پہلے ان منافقوں سے مشورہ لیتا اور پوچھتا کہ منافق کون ہوتا ہے پھر جو تعریف یہ بتاتے اسے قرآن کریم میں نازل کرتا۔ لیکن اس قدر اعتراضات کرنے کے باوجود ہر خط میں بڑا اخلاص بھی ظاہر کیا ہؤا ہوتا ہے اور لکھا ہوتا ہے کہ ہم سلسلہ کے خادم ہیں مگر اس کی سلسلہ سے محبت کا اندازہ اسی سے ہوسکتا ہے کہ ایک خط میں جس کے متعلق اس نے یہ تسلیم کیا ہے کہ وہ اسی کا لکھا ہؤا ہے اس پر یہ تحریر کیا ہے کہ حضرت مسیح موعود ولی اللہ تھے اور ولی اللہ بھی کبھی کبھی زنا کرلیا کرتے ہیں، اگر انہوں نے کبھی کبھار زنا کرلیا تو اس میں حرج کیا ہؤا۔ پھر لکھا ہے ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر اعتراض نہیں کیونکہ وہ کبھی کبھی زنا کیا کرتے تھے ہمیں اعتراض موجودہ خلیفہ پر ہے جو ہر وقت زنا کرتا رہتا ہے۔ اس اعتراض سے پتا لگتا ہے کہ یہ شخص پیغامی طبع ہے اس لئے کہ ہمارا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق یہ اعتقاد ہے کہ آپ نبی اللہ تھے مگر پیغامی اس بات کو نہیں مانتے اور وہ آپ کو صرف ولی اللہ سمجھتے ہیں۔

تو جب کوئی شخص ایک سچائی پر اعتراض کرتا ہے اسے لازماً دوسری سچائیوں پر بھی اعتراض کرنا پڑتا ہے۔ مثلاً مصری صاحب کو سب سے پہلے میری خلافت میں نقائص نظر آئے۔ اب اس کا یہ لازمی نتیجہ ہے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل پر بھی ان کا حملہ ہو کیونکہ جس طرح میں خلیفہ ہوں اسی طرح وہ بھی خلیفہ تھے، جس طرح میں یہ کہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے مجھے خلیفہ بنایا ہے کسی انسان نے نہیں بنایا اسی طرح آپ بھی فرمایا کرتے تھے کہ مجھے خدا نے خلیفہ بنایا ہے۔ اور کسی

نبوت کے جھوٹے مدعی، قادیانی کذاب کی زندگی کے ایک پہلو پر مفصل تحریر

مرزا قادیانی

کتی دا بچہ

مفتی سید مبشر رضا قادری

منتظم اعلیٰ ختم نبوت فورم و جامعہ ختم نبوت گوجرانوالہ


+923247448814

مرزا قادیانی کتی دا بچہ

سچا خدا پرست بننے کا طریقہ

یقیناً سمجھو کہ میرے پیچھے آنا ہے اور سچے مسلمان بننا ہے تو پہلے بیٹوں کو مار لو۔ بابا فریدؒ کا مقولہ بہت صحیح ہے کہ جب کوئی بیٹا مَر جاتا تو لوگوں سے کہتے کہ ایک کتورہ (کتی کا بچہ) مَر گیا ہے اس کو دفن کر دو۔ پس کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ سچا تعلق پیدا نہیں کر سکتا جب تک باوجود اولاد کے بے اولاد نہ ہو اور باوجود مال کے دل میں مفلس ومحتاج نہ ہو اور باوجود دوستوں کے بے یار ومددگار نہ ہو۔ یہ ایک مشکل مقام ہے جو انسان کو حاصل کرنا چاہیے۔ اسی مقام پر پہنچ کر وہ سچا خدا پرست بنتا ہے۔

(ملفوظات حضرت مسیح موعود جلد نہم صفحہ 24)

مرزا غلام احمد قادیانی کے ملفوظات میں درج یہ تحریر نہ صرف اس کی فکری گمراہی کو ظاہر کرتی ہے بلکہ اس کے اندرونی ذہنی تضاد اور دین اسلام کی بنیادی تعلیمات سے اس کی دوری کو بھی بے نقاب کرتی ہے۔ مرزا قادیانی سچے خدا پرست بننے کا جو طریقہ بیان کرتا ہے، وہ صریح طور پر فطرتِ انسانی، شریعتِ اسلامی اور اخلاقی اقدار کے خلاف ہے۔

حقیقی تقویٰ اور خدا پرستی کا تعلق دل کی اصلاح، اطاعتِ الٰہی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سنت اور شریعت کی پابندی سے ہوتا ہے، مگر مرزا قادیانی نے اس پاکیزہ تصور کو مسخ کر کے انتہائی غیر اخلاقی اور سفاکانہ تشبیہ پیش کی کہ قادیانیوں کو "کتی دا بچہ" یعنی کتیا کا بچہ بننا پڑے گا۔ مزید برآں، اولاد کی محبت کو مٹا دینے کے لیے صوفیائے کرام کے اقوال کو بگاڑ کر اس انداز میں

پیش کرتا ہے کہ بیٹے کی موت پر اسے ''کتورہ'' کہہ کر دفن کرنے کی تلقین کی جائے۔ یہ نہ صرف اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے بلکہ انسانیت کی توہین کے مترادف ہے۔ مرزا کا یہ نظریہ ثابت کرتا ہے کہ وہ روحانی رہنما نہیں بلکہ ذہنی انتشار اور مذہبی تحریف کا نمونہ تھا۔

یہ نظریہ دین، انسانیت اور عقل کے خلاف بغاوت

مرزا غلام احمد قادیانی کا یہ قول کہ ''سچا خدا پرست بننے کے لیے قادیانیوں کو کتورہ یعنی کتی کا بچہ بننا پڑے گا'' اس کی فکری و روحانی گمراہی کی نہایت بدترین مثال ہے۔ دین اسلام میں اللہ تعالیٰ سے قرب حاصل کرنے کا معیار ایمان، تقویٰ، اخلاق، عبادت اور اتباعِ رسول ﷺ ہے، نہ کہ انسان کو حیوانیت کے درجے پر گرا دینا۔ مگر مرزا قادیانی نے روحانیت کے اعلیٰ ترین تصور کو ذلیل و پست تشبیہوں میں تبدیل کیا۔

اس کی یہ مثال نہ صرف ناقابل فہم ہے بلکہ ایک ایسے شخص کی ذہنی سطح ظاہر کرتی ہے جو خود کو ''مسیح موعود'' اور ''نبی'' کہلوانے کے باوجود دین کی بنیادیات تک کو نہیں سمجھتا تھا۔ مزید برآں، اولاد کی محبت کو ''کتی کے بچے'' کی موت سے تشبیہ دینا فطرتِ انسانی کے خلاف انتہائی گھٹیا سوچ کی علامت ہے۔ اسلام والدین کو اولاد کی محبت، تربیت، شرافت اور دعا کی تلقین کرتا ہے، مگر مرزا قادیانی نے صوفیاء کے اقوال کو مسخ کر کے انہیں ایک ایسا معنی پہنا دیا جو اسلام کی روح سے براہِ راست متصادم ہے۔ ایسی تعلیمات انسان کو نہ اللہ کا قرب دلاتی ہیں، نہ روحانیت عطا کرتی ہیں بلکہ انسانیت کو مسخ کر کے پیروکاروں کی ذہنی غلامی کو مضبوط کرتی ہیں۔ یہ قول ثابت کرتا ہے کہ مرزا قادیانی کا ''تصوف'' دراصل روحانی تربیت نہیں بلکہ ذہنی تسلط اور غیر اخلاقی مثالوں کے ذریعے مریدوں کی سوچ کو مفلوج کرنے کا ایک طریقہ تھا۔

مرزا قادیانی کتے کا بچہ

میری کارروائی محمد حسین کے مقابل پر اخیر تک سلامت روشنی کے ساتھ

رہی ہے اور میں نے بہت سے گندے اشتہار دیکھ کر جو اس کی تعلیم سے لکھے گئے تھے۔ جن کا بہت سا حصہ خود اس نے اپنی اشاعۃ السنہ میں نقل کیا ہے وہ صبر کیا ہے جو دنیا داروں کی فطرت سے ایسا صبر ہونا غیر ممکن ہے محمد حسین نے میرے ننگ و ناموس پر نہایت قابل شرم کمینگی کے ساتھ اور سراسر جھوٹ سے حملہ کیا ہے اور میری بیوی کی نسبت محض افترا سے نہایت ناپاک کلمے لکھے ہیں اور مجھے ذلیل کرنے کے لئے بار بار یہ کلمات شائع کئے کہ یہ شخص لعنتی اور کتے کا بچہ ہے اور دو سو جوتہ اس کے سر پر لگانا چاہیے اور اس کو قتل کر دینا ثواب کی بات ہے۔

(مجموعہ اشتہارات جلد دوم صفحہ 519)

مرزا کا اعتراف کہ لوگ مجھے 'کتے کا بچہ' کہتے تھے

مرزا غلام احمد قادیانی کی تصانیف اس بات پر خود گواہ ہیں کہ اس کے دور میں عوام الناس کے نزدیک اس کی شخصیت کتنی ناپسندیدہ، متنازع اور ناپاک سمجھی جاتی تھی۔ ''مجموعہ اشتہارات'' کے حوالہ سے اس کا یہ اعتراف کہ لوگ اسے ''لعنتی'' اور ''کتے کا بچہ'' کہہ کر پکارتے تھے، محض گالیوں کا ذکر نہیں بلکہ اس شدید عوامی ردِعمل کی علامت ہے جو مرزا کی جھوٹی نبوت، گستاخانہ عقائد، اور فتنہ انگیز تحریروں کے نتیجے میں پیدا ہوا تھا۔

اس اقتباس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لقب کسی ایک شخص کی بدزبانی نہیں بلکہ معاشرے کی مجموعی نفرت، اضطراب، اور غصے کا وہ ردّ تھا جو مرزا قادیانی کے کردار، زبان اور گمراہ کن دعووں کے خلاف بلند ہوا۔ ''دو سو جوتے اس کے سر پر لگانے چاہئیں'' اور ''اس کو قتل کر دینا ثواب کا کام ہے''، جیسی سخت عوامی آراء اس بات کو واضح کرتی ہیں کہ لوگ اس کی گمراہی کو محض

اختلاف نہیں بلکہ دین وملت پر حملہ سمجھتے تھے۔

مرزا قادیانی خود اعتراف کرتا ہے کہ اس کے خلاف بے شمار اشتہارات شائع ہوئے، اس کی ''ننگ و ناموس'' پر اعتراضات اٹھائے گئے، اور اس کے گھریلو کردار پر بھی سوال کھڑے ہوئے یہ تمام وہ نشانیاں ہیں جو ظاہر کرتی ہیں کہ اس کی ''مقدس'' اور ''مسیح'' ہونے کی دعوے داری معاشرے میں کبھی قبولیت حاصل نہ کرسکی۔ اس لیے یہ بات تاریخی طور پر ثابت ہے کہ '' کتے کا بچہ'' جیسے الفاظ اس پر اس لیے کہے گئے کہ وہ نہ اخلاقاً معتبر سمجھا جاتا تھا، نہ دینی طور پر، اور نہ معاشرتی لحاظ سے قابل احترام۔ اس کی اپنی تحریریں خود اس کے خلاف گواہی دے رہی ہیں۔

اب میں دونوں اقتباسات

☆''سچا خدا پرست بننے کے لیے تم سب کو کتی دا بچہ بننا پڑے گا''

☆'' میرے زمانے میں لوگ مجھے لعنتی، کتے کا بچہ کہتے تھے''

کو یکجا کرتے ہوئے مختلف پہلوؤں سے ایک جامع، تحقیقی اور بھرپور تنقیدی تجزیہ پیش کرتا ہوں۔ ہمارے اس رسالہ ''کتی دا بچہ'' کا مرکزی اور فیصلہ کن باب بن جائے گا۔

دونوں اقتباسات پر ہمہ جہتی تنقیدی روشنی

مرزا غلام احمد قادیانی کے ملفوظات اور اشتہارات میں موجود دونوں تحریریں اس کی شخصیت، ذہنیت اور مذہبی سمت کا مکمل نقشہ سامنے رکھ دیتی ہیں۔ پہلی تحریر میں وہ روحانیت کا تصور بیان کرتے ہوئے ''کتورہ'' یعنی کتے کا بچہ بننے کو خدا پرستی کے معیار کے طور پر پیش کرتا ہے، جبکہ دوسری تحریر میں وہ یہ اعتراف کرتا ہے کہ عوام الناس اس کو ''لعنتی'' اور '' کتے کا بچہ'' کہہ کر پکارتے تھے۔ یہ دونوں پہلو ملا کر ایک منفرد، مگر نہایت خوفناک حقیقت سامنے آتی ہے۔ مرزا قادیانی نے روحانیت کا معیار بھی حیوانیت پر رکھا، اور اس کا اپنا کردار بھی اُس

زمانے میں لوگوں کی نظر میں اسی درجے کا تھا۔

مرزا قادیانی کی روحانیت کا معیار

اسلام روحانیت کی بنیاد ایمان، اخلاق، تقویٰ اور سنت پر رکھتا ہے۔ مگر مرزا قادیانی نے اپنے مریدوں کو ''کتورہ'' بننے کی تعلیم دی۔ یہ محض تمثیل نہیں بلکہ ذہنی انحطاط کی علامت ہے۔ وہ روحانی تربیت کو اخلاقی بلندی کی بجائے انسانی نفسیات کو جانوروں کی حد تک گرانے سے تعبیر کرتا ہے۔ اس کی تعلیم کا خلاصہ یہ بنتا ہے:

☆ سچا خدا پرست انسان نہیں، جانور جیسا بنے۔

☆ بیٹے مر جائیں تو انہیں ''کتی کے بچے'' کی طرح دفن کرو۔

☆ اولاد کی محبت کو کتے کی موت کے غم کے برابر بھی نہ سمجھو۔

یہ تعلیم عیاری اور ذہنی غلامی کی ایک واضح تکنیک تھی انسان کو اتنا بے حس اور بے ارادہ بنا دو کہ وہ سوچنے، اعتراض کرنے، یا سوال اٹھانے کے قابل ہی نہ رہے۔

مرزا قادیانی کا سماجی مقام 'کتے کا بچہ'

مرزا خود اعتراف کرتا ہے کہ اس کے دور میں لوگ اسے لعنتی، کتے کا بچہ، قابل قتل، دو سو جوتے مارنے کے لائق کہہ کر پکارتے تھے۔ یہ گالی نہیں یہ عوامی ردّ عمل تھا، اس کی گمراہی کا اعلان تھا۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ:

☆ اس کی شخصیت معاشرے میں انتہائی ناپسندیدہ تھی۔

☆ اس کا کردار متنازع اور ناقابل اعتبار تھا۔

☆ عوام اور علماء نے اسے دین دشمن قرار دیا۔

☆ اس کی تعلیمات سے نفرت فطری اور وسیع پیمانے پر موجود تھی۔

یہ حقیقت اس کی نبوت کے جھوٹ ہونے کی سب سے بڑی دلیل ہے۔ اگر کوئی شخص

اللہ کا نبی ہو، تو اللہ اس کے لیے دلوں میں محبت اور عظمت ڈال دیتا ہے؛ یہاں معاملہ الٹا ہے نفرت، لعنت، اور بد دعا۔

دونوں حوالوں کو ملا کر ایک بڑی حقیقت سامنے آتی ہے:

پہلا حوالہ: مرزا مریدوں کو" کتے کا بچہ" بننے کا درس دیتا ہے۔

دوسرا حوالہ: لوگ مرزا کو" کتے کا بچہ" کہتے تھے، اور وہ خود اس کا اعتراف کرتا ہے۔

یہ دو باتیں مل کر مرزا کی اندرونی نفسیات کو بے نقاب کرتی ہیں:

☆ وہ انہی القاب کو روحانی مقام سمجھتا تھا جو لوگ اس کے لیے استعمال کر رہے تھے۔

☆ اس نے اپنی پست ذہنیت کا معیار اپنے پیروکاروں پر بھی مسلط کیا۔

☆ اس نے اپنے اندرونی احساسِ کمتری کو مذہبی تعلیم بنا کر پیش کیا۔

یہ نفساتی بیماری کی قسم ہے:Self Internalized Abuse یعنی معاشرے کی نفرت کو"روحانی مقام" بنا کر پیش کرنا۔

مرزا کا مذہبی فلسفہ خود ساختہ ذلت کو تقدس بنا دینا

یہ بات بہت اہم ہے کہ مرزا نے اپنے لیے استعمال ہونے والے گندے القاب کو روحانی راستے کا حصہ بنا دیا۔ وہ کہتا ہے کہ خدا پرست بننے کے لیے" کتورہ" بنو، اور پھر یہ بھی کہ لوگ مجھے" کتے کا بچہ" کہتے ہیں۔

گویا اس نے ذلت کو تقدس بنا دیا، گالی کو روحانی تربیت کا معیار بنایا، انسانیت کی تذلیل کو اللہ کا قرب قرار دیا، اپنے احساسِ کمتری کو مذہب سمجھ کر پھیلا دیا یہ مذہب نہیں، نفسیاتی بیماری تھی جسے اس نے "وحی" کا نام دے دیا۔

اسلام کیا کہتا ہے؟

اسلام کہتا ہے:

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ وَحَمَلْنَاهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنَاهُم مِّنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَىٰ كَثِيرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيلًا

ترجمہ کنزالایمان: اور بیشک ہم نے اولادِ آدم کو عزت دی اور ان کی خشکی اور تری میں سوار کیا اور ان کو ستھری چیزیں روزی دیں اور ان کو اپنی بہت مخلوق سے افضل کیا۔

(سورہ بنی اسرائیل آیت 70)

باپ، بیٹے، ماں، عزت، نسل ہر چیز محترم ہے۔ اللہ محبت، رحمت، اور عزت کا دین ہے۔ روحانیت انسان کو بلند کرتی ہے، ذلیل نہیں۔ مرزا قادیانی توہین انسانیت، توہین اولاد، اور توہین اخلاق کو روحانی درجہ بنا رہا ہے۔ یہ اسلام کے کسی بھی اصول سے مطابقت نہیں رکھتا۔

"کتی دا بچہ" مرزا کا عقیدہ بھی، اس کا انجام بھی

ان دونوں حوالوں کا خلاصہ یہ ہے کہ:

مرزا قادیانی نے اپنے پیروکاروں کو پست ترین سطح پر لانے کی کوشش کی اس نے روحانیت کو ذلت میں بدل دیا لوگوں نے اس کی گمراہی کو پہچان کر اسی نام سے اسے پکارا اس کی تعلیمات اور اس کی شخصیت دونوں ایک ہی درجے پر تھیں۔

اسی لیے آپ نے رسالے کا نام "کتی دا بچہ" بالکل درست رکھا بلکہ یہ لقب مرزا نے اپنی تعلیم سے بھی ثابت کیا اور اپنی تحریروں سے بھی۔

مرزا قادیانی قادیان کا سب سے بڑا کتا

اگر وہ مجھ پر راضی نہیں اور میں اس کی نگاہ میں برا ہوں تو پھر کتے کی

طرح کیا ہزار درجہ کتوں سے بدتر ہوں۔

گر سگِ نفسِ دنی را پروریم
از سگانِ کوچہ ہا ہم کمتریم

(روحانی خزائن جلد 4 صفحہ 334)

مرزا قادیانی کا خود اعتراف: ”میں کتے سے بھی ہزار درجے بدتر ہوں“ مرزا غلام احمد قادیانی کا دعویٰ تھا کہ وہ ”مسیح موعود“، ”نبی“، ”مہدی“ اور ”خاتم الخلفاء“ ہے، مگر اس کے دعووں کے مقابلے میں اس کے اپنے قلم سے نکلے ہوئے الفاظ اس کے باطن، اس کے نفس اور اس کی اصلی حقیقت کو خود ہی بے نقاب کر دیتے ہیں۔ مرزا خود اعتراف کرتا ہے: ”کتے کی طرح کیا، ہزار درجہ کتوں سے بدتر ہوں“۔ یہ چند جملہ مرزا کی پوری فکری ساخت، عقائد، نفسیات اور اس کی اصل حقیقت کو کھول کر رکھ دیتا ہے۔

مذہبی دعوے ایک طرف مرزا کا اپنا اعتراف دوسری طرف جس شخص نے ”نبوت“ کا دعویٰ کیا ”مسیح“ ہونے کا دعویٰ کیا ”مہدی“ ہونے کا اعلان کیا اپنے پیروکاروں پر بیعت واجب قرار دی اپنے منکروں پر لعنت بھیجی وہی شخص اپنے قلم سے لکھتا ہے: ”میں ہزار درجے کتوں سے بھی بدتر ہوں“ یہ جملہ صرف ایک تمثیل نہیں، یہ مرزا کے اپنی روحانی ناپاکی کا اقرار نامہ ہے۔ کوئی نبی، ولی، مصلح، یا اللہ کا قرب رکھنے والا شخص اپنے آپ کو ”ہزار درجے بدتر کتا“ نہیں کہہ سکتا۔ یہ جملہ خود بتاتا ہے کہ مرزا احساسِ کمتری میں مبتلا تھا اپنے نفس کا غلام تھا اخلاقی و روحانی طور پر گرا ہوا تھا نبوت کے مقام کے لائق نہیں تھا اپنے باطنی حال سے واقف تھا اور اسے چھپا نہ سکا۔

یہ اعتراف اس کے دوسرے اقوال سے مطابقت رکھتا ہے یہ وہی مرزا ہے جو اپنے ماننے والوں کو بھی ”کتورہ“ (کتی کا بچہ) بننے کی تعلیم دیتا ہے اور کہتا ہے ”بیٹا مرے تو اسے کتی

کے بچے کی طرح دفن کرو"" اللہ کا قرب حاصل کرنا ہے تو کتورہ بنو"" سچا خدا پرست بننے کے لیے انسان نہیں، جانور بنو" گویا وہ انسانیت کو جانوریت کے درجے پر لے آتا ہے، اور پھر خود کہتا ہے" میں ہزار درجے کتوں سے بھی کم تر ہوں" یہ دو اقوال مل کر اس کے پورے مذہبی نظام کی بنیاد کھول دیتے ہیں: وہ خود کو کتا مانتا ہے اپنے پیروکاروں کو بھی کتے بناتا ہے اور یہی اس کی روحانیت کا معیار ہے یہ "نبوت" نہیں یہ نفسیاتی انحطاط ہے۔

ایک نبی کی زبان کیا ہوتی ہے؟ مرزا کی زبان کیا ہے؟

انبیاء علیہم السلام اپنی زبان سے عزت، پاکیزگی، اللہ کی عظمت، اخلاق، حلم اور ضبطِ نفس سکھاتے ہیں۔ مرزا قادیانی خود کو کتا کہتا ہے اپنے مریدوں کو کتورہ کہتا ہے مخالفین کو گالیاں دیتا ہے عورتوں پر تہمتیں لگاتا ہے اپنی بیوی کو "بدکار" کہے جانے کی شکایت کرتا ہے اور اپنی زوجہ کے معشوقوں کو گھر میں لے آتا ہے ایسے شخص کے منہ سے "روحانیت" نکلے گی یا پستی؟

"کتے سے بھی بدتر" اس جملے کی گہری نفسیاتی حقیقت یہ جملہ دراصل مرزا کی Self-loathing (خود سے نفرت) کی علامت ہے۔ نفسیات میں ایسے لوگ شدید شخصیت کی کمزوری رکھتے ہیں احساسِ جرم میں مبتلا رہتے ہیں شہرت اور روحانیت کو ملا کر ایک مصنوعی شخصیت بناتے ہیں اندر سے خود کو کمتر سمجھتے ہیں اور یہی احساس ان کے مذہبی نظام میں منتقل ہو جاتا ہے اسی لیے مرزا نے خود کو کم تر کتا کہا مریدوں کو بھی کتے کا بچہ بننے کا حکم دیا اپنی پوری روحانیت کو اسی حیوانیت کے گرد گھمایا یہ بات اُس کے پورے فتنہ قادیانیت کی نفسیاتی بنیاد ہے۔

اس اعتراف کا شرعی اور اصولی نتیجہ

اسلام کے بنیادی اصول کے مطابق: جس کی زبان اتنی پست ہو، اس کا جھوٹا ہونا ثابت ہو جاتا ہے۔ کوئی شخص جو نبوت کا دعویٰ کرے اور خود کو "ہزار درجہ بدتر کتا" کہے وہ کیسے

اللہ کا نبی ہو سکتا ہے؟ نبی عزت والا ہوتا ہے نبی اللہ کی طرف سے ہوتا ہے نبی اپنا اور امت کا مقام بلند کرتا ہے نبی فحش تشبیہیں نہیں دیتا نبی گندگی کی زبان نہیں استعمال کرتا نبی نفس کا بندہ نہیں ہوتا مرزا کا یہ اعتراف اس کے تمام دعوے ختم کرنے کے لیے کافی ہے۔

مرزا کی زبان میں خود اپنے لیے "کتے کا بچہ" ہونا

روحانی خزائن کے اقتباس میں مرزا نے نہ صرف اپنے لیے ''کتا'' کا لفظ استعمال کیا بلکہ ''ہزار درجہ کتوں سے بھی بدتر'' ہونے کا اقرار کیا۔ یعنی لوگوں نے اگر اسے ''کتے کا بچہ'' کہا تو مرزا نے خود اس سے بھی زیادہ شدید الفاظ میں اپنے آپ کو اس سے نیچا قرار دیا۔ کسی حقیقی نبی کی تاریخ میں ایسا نہیں ملتا کہ وہ اپنے وجود کو کتوں سے بدتر کہے۔ یہ مرزا کی ذہنی و روحانی کیفیت کا کھلا ثبوت ہے کہ اس کے اندر شخصیت کی پستی، خود توہینی، نفسیاتی کمزوری اور بیمار ذہنیت موجود تھی، جسے وہ ''روحانیت'' کا نام دے رہا تھا۔

مرزا کے خود ساختہ روحانی معیار کا نتیجہ

جب مرزا خود اپنے لیے ''کتا'' اور ''کتوں سے بدتر'' کے القاب استعمال کرتا ہے، تو وہ اپنے پیروکاروں سے بھی یہی توقع رکھتا ہے کہ وہ بھی اپنی عزتِ نفس کو پامال کر کے ذلیل ترین تشبیہیں قبول کریں۔ یہی وجہ ہے کہ مرزا نے انہیں ''بیٹوں کو مارنے''، ''کتی کے بچے بننے''، اور ''بے یار و مددگار'' ہو جانے کا حکم دیا۔ یہ ذہنی غلامی کا ماحول تھا جس میں مرید کو انسانیت سے محروم کر کے گروہ کی غلامی میں داخل کیا جاتا تھا۔ یہی نفسیاتی کنٹرول آج تک قادیانی تنظیموں کا بنیادی طریقۂ کار ہے۔

مرزا کا "کتا نظریہ" اس کی باطنی حقیقت کا عکاسی

یہ تینوں اقتباسات ''کتورہ بننے کی تعلیم''، ''لوگوں کا اسے کتا کہنا''، اور ''اس کا اپنا کتا ہونا'' مرزا کی شخصیت کا ایک جامع نقشہ پیش کرتے ہیں۔ مرزا نہ صرف عوام کی گالیوں کا شکار تھا

بلکہ خود بھی اپنی زبان سے اپنی تذلیل کرتا تھا۔ پھر اسی ذلت کو "روحانی مقام" بنا کر اپنے پیروکاروں کو بھی انسانیت سے نیچے گرانے کی کوشش کرتا تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا کا پورا نظامِ فکر عزتِ انسان، کرامتِ انسان اور اسلامی روحانیت کے خلاف تھا جو دراصل اس کی اپنی گمراہ ذہنیت کی عکاسی کرتا ہے۔

کیا پروا۔ باوجود اس کے کہ وہ بہت ہی رحم کرنے والا ہے مگر بے نیاز بھی ہے۔ نوحؑ کے وقت، لوطؑ کے وقت، موسیٰؑ کے وقت کیا ہوا؟ کیا جو قومیں اور بستیاں اس وقت ہلاک ہوئیں وہ انسان نہ تھے؟ وہ بھی انسان تھے اور تم بھی انسان ہو لیکن جب اس نے دیکھا کہ وہ باز نہیں آتے اور حق کا انکار کرتے ہیں تو آخر خدا تعالیٰ کا قہر نازل ہوا اور آن کی آن میں انہیں مٹا دیا۔ مگر یاد رکھو اور خوب یاد رکھو!! صرف اتنی ہی بات کہ ہم نے مان لیا ہے کافی نہیں ہے۔ خدا تعالیٰ مجرد اقرار نہیں چاہتا۔ وہ چاہتا ہے کہ جو اقرار تم نے کیا ہے اسے کر کے دکھا دو۔ بعض لوگ اعتراض کر دیتے ہیں کہ فلاں شخص بیعت میں داخل تھا پھر وہ طاعون سے کیوں مَر گیا؟ میں کہتا ہوں کہ میں اس کا ذمہ دار ہوں کہ وہ کیوں مَر گیا؟ اپنے اندر کے طاعون سے مَر گیا۔ اللہ تعالیٰ ہرگز ہرگز ظلاّم نہیں ہے وہ اپنے سچے بندوں کو محفوظ رکھتا ہے اور ان میں اور ان کے غیروں میں فرق رکھ دیتا ہے۔ مجھے ان لوگوں پر بہت ہی تعجب آتا ہے کہ جب ان پر کوئی مصیبت آتی ہے تو کہہ دیتے ہیں کہ ہم نے بیعت کی ہوئی تھی ہم پر یہ مصیبت کیوں آئی؟ وہ نادان نہیں جانتے کہ خدا تعالیٰ نے ان پر ظلم نہیں کیا۔ نری بیعت اور زبانی اقرار کیا بنا سکتا ہے؟ جب تک دل صاف نہ ہو اور اللہ تعالیٰ سے سچا پیوند قائم نہ ہو۔ کیا وہ نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام سے وعدہ کیا تھا کہ میں تیرے اہل کو بچا لوں گا، لیکن جب ان کا بیٹا ہلاک ہونے لگا تو نوح علیہ السلام نے دعا کی اور اس اَمر کو پیش کیا۔ خدا تعالیٰ نے اس کا کیا جواب دیا؟ یہی کہ تو جاہل مت بن وہ تیرے اہل میں سے نہیں ہے۔ کیونکہ اس کے اعمال صالح نہیں ہیں۔ گویا وہ چھپا ہوا مرتد تھا۔ پھر جب انہیں اپنے ایسے بیٹے کے لیے دعا کرنے پر یہ جواب ملا تو اَور کون ہو سکتا ہے جو خدا تعالیٰ سے تو سچا تعلق پیدا نہیں کرتا اور اپنے اعمال اور حال میں اصلاح نہیں کرتا اور چاہتا ہے کہ اس کے ساتھ وہ معاملہ ہو جو اس کے مخلص اور وفادار بندوں سے ہوتا ہے۔ یہ سخت نادانی اور غلطی ہے۔

سچے خدا پرست بنو

اَللّٰھُمَّ احْفَظْنَا مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا۔ میں جانتا ہوں۔ بہت سے لوگ ہیں جو چھپے ہوئے مرتد ہیں۔ بہت سے ایسے ہیں جو باوجود اس کے کہ وہ بیعت میں داخل ہیں اور پھر مجھے خط لکھتے ہیں کہ فلاں شخص نے

مجھے کہا کہ جب تک تیرے گھر بیٹا نہ ہو وہ کیوں کر سچا ہو سکتا ہے؟ یہ نادان اتنا نہیں جانتے کہ کیا خدا نے مجھے اس لیے بھیجا ہے کہ میں لوگوں کو بیٹے دوں؟ کسی کے گھر بیٹا ہو یا بیٹی مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں اور نہ میں اس لیے بھیجا گیا ہوں۔ میں تو اس (لیے) آیا ہوں کہ تا لوگوں کے ایمان درست ہوں۔ پس جو لوگ چاہتے ہیں کہ ان کے ایمان درست ہوں اور خدا تعالیٰ سے ان کا سچا تعلق پیدا ہو ان کو میرے ساتھ تعلق رکھنا چاہیے خواہ بیٹے مَریں یا جئیں۔[1] کیا وہ نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے۔ اَنَّمَآ اَمۡوَالُكُمۡ وَ اَوۡلَادُكُمۡ فِتۡنَةٌ (الانفال:۲۹) جو لوگ ایسے خطوط لکھتے ہیں یا اپنے دل میں ایسے خیالات رکھتے ہیں وہ یاد رکھیں اور خوب یاد رکھیں کہ وہ مجھ پر نہیں خدا تعالیٰ پر اعتراض کرتے ہیں۔ یقیناً سمجھو کہ میرے پیچھے آنا ہے اور سچے مسلمان بننا ہے تو پہلے بیٹوں کو مارلو۔ بابا فریدؒ کا مقولہ بہت صحیح ہے کہ جب کوئی بیٹا مَر جاتا تو لوگوں سے کہتے کہ ایک کتورہ (کتی کا بچہ) مَر گیا ہے اس کو دفن کر دو۔

پس کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ سچا تعلق پیدا نہیں کر سکتا جب تک باوجود اولاد کے بے اولاد نہ ہو اور باوجود مال کے دل میں مفلس ومحتاج نہ ہو اور باوجود دوستوں کے بے یار ومددگار نہ ہو۔ یہ ایک مشکل مقام ہے جو انسان کو حاصل کرنا چاہیے۔ اسی مقام پر پہنچ کر وہ سچا خدا پرست بنتا ہے۔ یہ جو قرآن مجید میں فرمایا ہے کہ میں شرک نہیں بخشوں گا۔ اس کا مفہوم نادانوں نے اتنا ہی سمجھ لیا ہے کہ اس سے بُت پرستی مراد ہے۔ نہیں اتنی ہی بات نہیں بلکہ اس سے وہ سب محبوب مراد ہیں جو انسان اپنے لیے بنا لیتا ہے ایسے لوگ دیکھے گئے ہیں کہ جب انہیں ذرا بھی تکلیف یا مصیبت پہنچے یا کوئی اولاد مَر جاوے تو فوراً خدا تعالیٰ سے تعلق توڑ بیٹھتے ہیں اور شکوہ اور شکایت کرنے لگتے ہیں۔ یہ سخت مشرک اور اپنی جان پر ظلم کرنے والے ہیں۔ پس تم ایسے مت بنو اور اس قسم کے خیالات کو دل سے نکال دو اور اس کی ترکیب یہی ہے کہ نہایت خشوع اور خضوع کے ساتھ اپنی نمازوں میں دعائیں کرو

---

[1] بدر سے۔ ”نہ کہ لوگ مرید ہو کر آزمائش کیا کریں کہ بیٹے پیدا ہوتے ہیں یا کہ نہیں۔“

(بدر جلد ۶ نمبر ۱، ۲ مورخہ ۱۰ ؍جنوری ۱۹۰۷ء صفحہ ۱۳)

مَیں اس بات کا ثبوت دیتا ہوں کہ میری کارروائی محمد حسین کے مقابل پر اخیر تک سلامت روشنی کے ساتھ رہی ہے اور مَیں نے بہت سے گندے اشتہار دیکھ کر جو اس کی تعلیم سے لکھے گئے تھے۔ جن کا بہت سا حصہ خود اس نے اپنی **اشاعۃ السُّنہ** میں نقل کیا ہے وہ صبر کیا ہے جو دنیاداروں کی فطرت سے ایسا صبر ہونا غیر ممکن ہے محمد حسین نے میرے ننگ و ناموس پر نہایت قابل شرم کمینگی کے ساتھ اور سراسر جھوٹ سے حملہ کیا ہے اور میری بیوی کی نسبت محض افترا سے نہایت ناپاک کلمے لکھے ہیں اور مجھے ذلیل کرنے کے لئے بار بار یہ کلمات شائع کئے کہ ''یہ شخص لعنتی اور کُتّے کا بچہ ہے اور دوسو جوتہ اس کے سر پر لگانا چاہیے اور اس کو قتل کر دینا ثواب کی بات ہے۔'' لیکن کون ثابت کرسکتا ہے کہ کبھی مَیں نے اس کے یا اس کے گروہ کی نسبت ایسے الفاظ استعمال کئے۔ مَیں ہمیشہ ایسے الفاظ استعمال کرتا رہا جو ایک شریف انسان کو تہذیب کے لحاظ سے کرنے چاہییں۔ ہاں جیسا کہ مذہبی مباحثات میں باوجود تمام تر نیک نیتی اور نرمی اور تہذیب کے ایسی صورتیں پیش آ جایا کرتی ہیں کہ ایک فریق اپنے فریق مخالف کی نسبت ایسے الفاظ استعمال کرتا ہے۔ جو عین محل پر چسپاں ہوتے ہیں۔ اس مہذبانہ طریق سے مَیں انکار نہیں کرسکتا۔ مباحثات میں ضرورت کے وقت بہت سے کلمات ایسے بھی استعمال ہوتے ہیں جو فریق مخالف کو طبعاً ناگوار معلوم ہوتے ہیں مگر محل پر چسپاں اور واقعی ہوتے ہیں مثلاً جو شخص اپنے مباحثات میں عمداً خیانت کرتا ہے یا دانستہ روایتوں کے حوالہ میں جھوٹ بولتا ہے اس کو نیک نیتی اور اظہار حق کی وجہ سے کہنا پڑتا ہے کہ تم نے طریقِ خیانت یا جھوٹ کو اختیار کیا ہے اور ایسا بیان کرنا نرمی اور تہذیب کے برخلاف نہیں ہوتا بلکہ اس حد تک جو سچائی اور نیک نیتی کا التزام کیا گیا ہو۔ حق کے ظاہر کرنے کے لئے ضروری ہوتا ہے۔ ایسے طریق کو یورپ کے ممتاز محققوں نے بھی جو طبعاً تہذیب اور نرمی کے اعلیٰ اصولوں کے پابند ہوتے ہیں اختیار کیا ہے۔ یہاں تک کہ سرمیور سابق لفٹنٹ گورنر ممالک مغربی وشمالی نے اپنی کتاب لائف آف محمد میں اس مذہبی تحریر میں ایسے سخت الفاظ استعمال کئے ہیں کہ مَیں ایسے الفاظ کا ذکر بھی سخت نامناسب سمجھتا ہوں۔ اور میرے ایک مُرید نے جو محمد حسین کی نسبت ایک مضمون اخبار الحکم میں لکھا ہے جو

غلبہ تمہیں کا ہے اگر تم واقعی طور پر مومن ہو۔ اور فرماتا ہے وَلَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا ۱؎ یعنی خدائے تعالیٰ ہرگز کافروں کو مومنوں پر راہ نہیں دے گا۔ سو دیکھو خدائے تعالیٰ نے قرآن کریم میں مقابلہ کے وقت مومنوں کو فتح کی بشارت دے رکھی ہے اور خود ظاہر ہے کہ خدائے تعالیٰ مومن کا ہی حامی اور ناصر ہوتا ہے مفتری کا ہرگز ناصر اور حامی نہیں ہوسکتا۔ سو جس کا خدائے تعالیٰ آپ دشمن ہو اور جانتا ہے کہ وہ مفتری ہے ایسا نااہل آدمی کیونکر مومن کے مقابل پر ایمان کے علامات خاصہ سے خلعت یاب ہوسکتا ہے بھلا یہ کیونکر ہو کہ جو لوگ خدائے تعالیٰ کے پیارے دوست اور سچے الہامات کے وارث اور نیز مومنین کاملین اور شیخ الکل ہوں وہ تو مقابلہ کے وقت ایمانی نشانوں سے محروم رہ جائیں اور بڑی ذلت کے ساتھ ان کی پردہ دری ہو اور عمداً خدائے تعالیٰ ان کی بزرگی اور نیک نامی کو صدمہ پہنچاوے لیکن وہ جو راندۂ درگاہ الٰہی اور بقول شیخ بٹالوی کتوں کی طرح اور کافر اور دجّال اور بقول میاں نذیر حسین بکلّی ایمان سے بےنصیب اور ملحد اور ہر ایک مخلوق سے بدتر ہو اس میں ایمانی نشان پائے جائیں اور خدائے تعالیٰ عند المقابلہ اسی کو فتح منداور کامیاب کرے ایسا ہونا تو ہرگز ممکن نہیں۔ ناظرین آپ لوگ ایماناً فرماویں کہ کیا آسمانی اور روحانی تائید مومنوں کیلئے ہوتی ہے یا کافروں کیلئے؟ اس تمام تقریر میں مَیں نے ثابت کر دیا ہے کہ حق اور باطل میں کھلا کھلا فرق ظاہر کرنے کیلئے مقابلہ کی ازحد ضرورت ہے ؎ تا سیہ روئے شود ہر کہ دروغش باشد میں نے حضرت شیخ الکل صاحب اور اُن کے شاگردوں کی زبان درازیوں پر بہت صبر کیا اور ستایا گیا اور آپ کو روکتا رہا۔ اب میں مامور ہونے کی وجہ سے اس دعوت اللہ کی طرف شیخ الکل صاحب اور ان کی جماعت کو بلاتا ہوں اور یقین رکھتا ہوں کہ خدائے تعالیٰ اس نزاع کا آپ فیصلہ کر دے گا وہ دلوں کے خیالات کو جانچتا اور سینوں کے حالات کو پرکھتا ہے اور کسی سے دل آزار زیادتی اور جہر بالسّوء پسند نہیں کرتا وہ لاپروا ہے متقی وہی ہے جو اس سے ڈرے اور میری اس میں کیا کسر شان ہے اگر کوئی مجھے کتا کہے یا کافر کافر اور دجّال کر کے پکارے درحقیقت حقیقی طور پر انسان کی کیا عزّت ہے صرف **اس کے نور کے پرتوہ** پڑنے سے عزّت حاصل ہوتی ہے **اگر وہ مجھ پر راضی نہیں اور میں اس کی نگاہ میں بُرا ہوں تو پھر کتے کی طرح کیا ہزار درجہ کتوں سے بدتر ہوں۔** ؎

گر خدا از بندۂ خوشنود نیست ہیچ حیوانے چو او مردُود نیست
گرسگِ نفسِ دنی را پروریم از سگانِ کوچہ ہا ہم کم تریم
اے خدا اے طالبان را رہنما ایکہ مہر تو حیاتِ روحِ ما
بر رضائے خویش کن انجام ما تا براید در دو عالم کام ما

نبوت کے جھوٹے مدعی، قادیانی کذاب کی زندگی کے ایک پہلو پر مفصل تحریر

مرزا قادیانی

مسیح کی موت

مفتی سید مبشر رضا قادری

منتظم اعلیٰ ختم نبوت فورم و جامعہ ختم نبوت گوجرانوالہ


+923247448814

مرزا قادیانی مسیح ٹٹی موتر

مرزا غلام احمد قادیانی کی زندگی، دعوئے نبوت اور ان کے گرد گھومنے والے واقعات اسلامی تاریخ کے ایک متنازع باب رہے ہیں۔ اس رسالے میں ہم جذبات کی بھڑاس نکالنے کے بجائے ان دعوؤں اور ان کے دستاویزی شواہد کا منظم، طبی اور اخلاقی تنقیدی جائزہ پیش کریں گے۔ خاص طور پر ہم درج ذیل پہلوؤں پر توجہ مرکوز کریں گے: مرزا قادیانی کے متعلق طبی نوعیت کے دعوے اور ان کے حوالہ جاتی ذرائع، ان دعوؤں کا ان کے زمانہ میں پھیلاؤ اور اثر، اور اس بات کی تحقیق کہ کیا بعض روایات یا بیانات نے ان کے جسمانی حالات کو غیر معمولی یا بیماری کے طور پر پیش کیا اور اگر ہاں تو ان بیانات کا ماخذ کیا ہے۔ اسی طرح رسالہ میں ہم اخلاقی و فقہی زاویہ نظر سے بھی جائزہ لیں گے کہ کسی مذہبی رہنما کے طبی یا ذاتی معاملات کو عوامی بحث میں لانے کے اصول و حدود کیا ہونے چاہئیں۔ ہمارا محققانہ ہدف نفرت یا تذلیل نہیں بلکہ شواہد کی جانچ، حوالہ جات کی درستی اور تاریخی سیاق وسباق میں معروضی تفسیر ہے، تاکہ پڑھنے والا خود فیصلہ کر سکے کہ کون سے دعوے قابل اعتماد ہیں اور کون سے مبینہ ہیں۔

ٹٹی، موتر مرزا قادیانی کا معجزہ (نشان)

افسوس یہ لوگ فراست سے بھی کام نہیں لیتے۔ مَیں ایک دائم المرض آدمی ہوں اور وہ دو زرد چادریں جن کے بارے میں حدیثوں میں ذکر ہے کہ ان دو چادروں میں مسیح نازل ہوگا وہ دو ۲ زرد چادریں میرے شامل حال ہیں جن کی تعبیر علم تعبیر الرؤیا کے رُو سے دو بیماریاں ہیں۔ سو ایک چادر میرے اوپر کے حصہ میں ہے کہ ہمیشہ

سر درد اور دوران سر اور کمیٔ خواب اور تشنج دل کی بیماری دورہ کے ساتھ آتی ہے۔ اور دوسری چادر جو میرے نیچے کے حصّہ بدن میں ہے وہ بیماری ذیابیطس ہے کہ ایک مدت سے دامنگیر ہے اور بسا اوقات سو سو ۱۰۰ دفعہ رات کو یا دن کو پیشاب آتا ہے اور اس قدر کثرت پیشاب سے جس قدر عوارض ضعف وغیرہ ہوتے ہیں وہ سب میرے شامل حال رہتے ہیں۔ بسا اوقات میرا یہ حال ہوتا ہے کہ نماز کے لئے جب زینہ چڑھ کر اوپر جاتا ہوں تو مجھے اپنی ظاہر حالت پر امید نہیں ہوتی کہ زینہ کی ایک سیڑھی سے دوسری سیڑھی پر پاؤں رکھنے تک مَیں زندہ رہوں گا۔ اب جس شخص کی زندگی کا یہ حال ہے کہ ہر روز موت کا سامنا اس کے لئے موجود ہوتا ہے اور ایسے مرضوں کے انجام کی نظیریں بھی موجود ہیں۔

(روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 470،471)

دو زرد چادروں سے مراد مرزا کی دو بیماریاں

مرزا غلام احمد قادیانی کا مذکورہ بیان اُس کی پوری شخصیت، دعوائے مسیحیت اور نام نہاد روحانی معجزات کے دعووں کو سمجھنے میں ایک بنیادی دستاویز کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس اقتباس میں وہ نہ صرف اپنی شدید دائمی بیماریاں گنواتا ہے بلکہ غیر معمولی انداز میں یہ بھی دعویٰ کرتا ہے کہ ایک دن اور رات میں اُسے "سو سو بار" پیشاب آتا ہے اور اس قدر کثرتِ مرض کے باوجود اسے مسیح ہونے کا نشان قرار دیتا ہے۔ تعجب کی بات یہ ہے کہ اسلامی تاریخ میں انبیاء و اولیاء کے معجزات ہمیشہ قوت، شفاء اور صحت کے مظاہر ہوتے ہیں، جبکہ مرزا قادیانی اس کے برعکس اپنے امراض، کمزوری، چکر، بے خوابی، دل کے دَوروں اور ذیابیطس کے

سبب پیش آنے والی انتہائی تکلیف دہ کیفیات کو الٹا اپنے منصبِ مسیحیت کا ثبوت سمجھتا ہے۔ وہ اپنی جسمانی ناکارگیوں کو "دو زرد چادریں" کہہ کر ان کی تعبیر مسیح موعود کے نزول والی حدیث سے جوڑتا ہے، حالانکہ یہ تفسیر نہ علمی معیار رکھتی ہے نہ لغوی۔ بیماری کو معجزہ قرار دینا اپنے اندر ایک فکری تناقض رکھتا ہے، خصوصاً جب وہ خود اعتراف کرتا ہے کہ اُسے کبھی یقین نہیں ہوتا کہ سیڑھی چڑھتے ہوئے اگلے قدم تک زندہ رہے گا۔ ایک مدعیٔ الہام، مدعیٔ مسیحیت اور دعوائے نبوت رکھنے والے شخص کے لیے مسلسل موت کے خوف، جسمانی بے بسی اور دن رات کی اس دردناک کیفیت کو معجزہ کہنا نہ عقلی ہے، نہ شرعی اور نہ ہی تاریخی۔ یہ عبارت خود مرزا کے اپنے قلم سے اس بات کا اعتراف ہے کہ اس کی شخصیت روحانی قوت اور الہٰی طاقت کی بجائے ایک بیمار، کمزور اور لاعلاج جسم کے گرد گھومتی تھی اور اسی کمزوری کو اُس نے مذہبی تقدس کا لبادہ پہنانے کی کوشش کی۔

مرزا قادیانی کا معجزہ بیماری یا ضعیفی؟

مرزا قادیانی اس اقتباس میں اپنی شدید بیماریوں کو "نشانِ مسیحیت" بنا کر پیش کرتا ہے، جو اسلامی عقائد اور تاریخِ انبیاء کے بالکل خلاف ہے۔ انبیاء کے معجزات ہمیشہ طاقت، شفا، کرامت اور روحانی قوت کا اظہار ہوتے ہیں، نہ کہ کمزوری، چکر، بے ہوشی، دل کے دورے اور دن رات کے سو سو بار پیشاب۔ مرزا کے نزدیک بیماری معجزہ بن جاتی ہے، جبکہ دینِ اسلام میں بیماری آزمائش ہے، فضیلت نہیں۔ اس تضاد کی بنیاد خود مرزا کے ذہنی خلطِ مبحث اور اپنی معذوریوں کو الہامی رنگ دینے کی ناکام کوشش ہے۔ یہ طرزِ فکر اس بات کا کھلا اعلان ہے کہ اس کے پاس دکھانے کو کوئی روحانی دلیل نہ تھی، اس لیے اس نے اپنے جسمانی نقائص کو بھی دعوتِ ایمان بنا کر پیش کیا۔

"سو سو بار پیشاب" مرزا کا جسمانی حال اور دعوائے نبوت

دن میں سو دفعہ پیشاب آنا ایک عام بیماری بھی نہیں، بلکہ انتہائی شدید مرض کی علامت ہے جس میں مریض تقریباً ناقابل حرکت ہو جاتا ہے۔ مرزا قادیانی کا خود اعتراف ہے کہ سیڑھی چڑھتے ہوئے اسے یقین نہیں ہوتا تھا کہ زندہ اوپر پہنچ سکے گا۔ ایسے شخص کا دعویٰ کہ وہ خدا کا مامور، مجدد، مسیح اور نبی ہے، نہ صرف غیر عقلی ہے بلکہ اس کے اپنے جسم ہی اس کی تکذیب کرتے تھے۔ ایک نبی یا مسیح اپنے پیروکاروں کے لیے قوت اور تسلی کا مرکز ہوتا ہے، مگر مرزا خود اپنے کمزور جسم کا اسیر تھا۔ اس کیفیت کو "نشان" کہنا اس بات کی علامت ہے کہ مرزا قادیانی کی نبوت کا ستون خود اس کی بیماری تھی نہ وحی، نہ روحانیت، اور نہ علم۔

حدیث کی غلط تعبیر "دو زرد چادروں"

مرزا قادیانی نے حضرت مسیح کے نزول والی حدیث میں ذکر شدہ "دو زرد چادروں" کو اپنی دو بیماریوں پر منطبق کر کے ثابت کرنے کی کوشش کی کہ بیماری ہی مسیح بننے کی دلیل ہے۔ یہ حدیث کی ایسی تاویل ہے جو نہ حدیث کے الفاظ سے مطابقت رکھتی ہے، نہ کسی مفسّر یا محدث نے کبھی اس طرح سمجھا۔ عالم اسلام میں "زرد لباس" کمزوری یا بیماری کا استعارہ کبھی نہیں رہا بلکہ علامتِ لباس ہے۔ مرزا قادیانی کا یہ دعویٰ کہ اُس کی سر کی بیماری اور ذیابیطس ان زرد چادروں کی تعبیر ہیں، اس کے باطنی فکری ہیجان اور نصوصِ شرعیہ سے کھلواڑ کا واضح ثبوت ہے۔ یہ وہ تاویل ہے جس سے اس کے متبعین بھی غیر مطمئن نظر آتے ہیں۔

بیماری کو تقدس کا لبادہ نفسیاتی پہلو

مرزا قادیانی اپنے بیان میں مسلسل یہ دکھانے کی کوشش کرتا ہے کہ اس کی بیماری، کمزوری، چکر اور موت کے قریب کیفیتیں اس کے مقربِ الٰہی ہونے کی دلیل ہیں۔ یہ طرزِ بیان نفسیاتی طور پر اُن لوگوں میں پایا جاتا ہے جو مسلسل عوامی ردِ عمل، مخالفت یا ناکامی کا سامنا

کرتے ہیں چنانچہ وہ اپنی ہر کمزوری کو"روحانی حقیقت" بنا کر پیش کرنے لگتا ہے۔ مرزا قادیانی کی تحریریں بتاتی ہیں کہ اپنی بیماریوں کو"الہامی نشان" قرار دینا ایک دفاعی نفسیات تھی، تاکہ اپنی ناکامیوں کو تقدس کا جامہ پہنا کر عوام کو مرعوب رکھا جائے۔ مذہبی تاریخ میں یہ طرزِ فکر ہمیشہ جھوٹے مدعیانِ نبوت میں دیکھا گیا ہے۔

بیماری، معجزہ اور موت ایک مسلسل تضاد

یہ بیان (سو دفعہ پیشاب، دائمی بیماری، مسلسل موت کا خوف) مرزا قادیانی کی پوری زندگی پر چھایا رہا اور اسی کیفیت میں اس کی موت بھی ہوئی شدید اسہال، دست، اور وبائی ہیضہ۔ جب بیماری کو معجزہ بنا دیا جائے تو پھر موت بھی اسی "نشان" کا ایک حصہ بن جاتی ہے۔ مرزا کی پوری زندگی جسمانی بیماریوں کی گرداب تھی، پھر انہی بیماریوں کو الہامی سند قرار دینا ایک ایسا تضاد پیدا کرتا ہے جو اس کے دعوائے مسیحیت کو خود اس کے قلم سے باطل کر دیتا ہے۔ اگر بیماری معجزہ تھی تو موت بھی "معجزہ" بن گئی، اور اگر موت بیماری کی وجہ سے ہوئی تو بیماری معجزہ نہیں ہو سکتی۔ یہ داخلی تضاد مرزا کی دعوت، اس کی نبوت اور اس کی شخصیت کے سقم کو پوری طرح بے نقاب کرتا ہے۔

دشمن ہو گئے مگر ہر ایک خدا کا فرستادہ جو بھیجا جاتا ہے ضرور ایک ابتلا ساتھ لاتا ہے۔ حضرت عیسیٰ جب آئے تو بدقسمت یہودیوں کو یہ ابتلا پیش آ گیا کہ ایلیا دوبارہ آسمان سے نازل نہیں ہوا۔ اور ضرور تھا کہ پہلے ایلیا آسمان سے نازل ہوتا تب مسیح آتا جیسا کہ ملاکی نبی کی کتاب میں لکھا ہے۔ اور جب ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو اہل کتاب کو یہ ابتلا پیش آیا کہ یہ نبی بنی اسرائیل میں سے نہیں آیا۔ اب کیا ضرور نہ تھا کہ مسیح موعود کے ظہور کے وقت بھی کوئی ابتلا ہو۔ اور اگر مسیح موعود تمام باتیں اسلام کے تہتّر فرقہ کی مان لیتا تو پھر کن معنوں سے اس کا نام حَکَم رکھا جاتا۔ کیا وہ باتوں کو ماننے آیا تھا یا منوانے آیا تھا؟ تو اس صورت میں اس کا آنا بھی بے سود تھا۔ سو اے قوم! تم ضد نہ کرو۔ ہزاروں باتیں ہوتی ہیں جو قبل از وقت سمجھ نہیں آتیں۔ ایلیا کے دوبارہ آنے کی اصل حقیقت حضرت مسیحؑ سے پہلے کوئی نبی سمجھا نہ سکا تا یہود حضرت مسیح کے ماننے کے لئے طیّار ہو جاتے۔ ایسا ہی اسرائیلی خاندان میں سے خاتم الانبیاء آنے کا خیال جو یہود کے دل میں مرکوز تھا اس خیال کو بھی کوئی نبی پہلے نبیوں میں سے صفائی کے ساتھ دُور نہ کر سکا۔ اِسی طرح مسیح موعود کا مسئلہ بھی مخفی چلا آیا تا سنت اللہ کے موافق اس میں بھی ابتلا ہو۔ بہتر تھا کہ میرے مخالف اگر ان کو ماننے کی توفیق نہیں دی گئی تھی تو بارے کچھ مدّت زبان بند رکھ کر اور کف لسان اختیار کر کے میرے انجام کو دیکھتے اب جس قدر عوام نے بھی گالیاں دیں یہ سب گناہ مولویوں کی گردن پر ہے۔ افسوس یہ لوگ فراست سے بھی کام نہیں لیتے۔ مَیں ایک دائم المرض آدمی ہوں اور وہ دو زرد چادریں جن کے بارے میں حدیثوں میں ذکر ہے کہ ان دو چادروں میں مسیح نازل ہوگا وہ دو۲ زرد چادریں میرے شامل حال ہیں جن کی تعبیر علم تعبیر الرؤیا کے رُو سے دو بیماریاں ہیں۔ سو ایک چادر میرے اوپر کے حصہ میں ہے کہ ہمیشہ سردرد اور

دوران سر اور کمیٔ خواب اور تشنج دل کی بیماری دورہ کے ساتھ آتی ہے۔ اور دوسری چادر جو میرے نیچے کے حصّہ بدن میں ہے وہ بیماری ذیابیطس ہے کہ ایک مدت سے دامنگیر ہے اور بسا اوقات سوؔ سوؔ دفعہ رات کو یا دن کو پیشاب آتا ہے اور اس قدر کثرت پیشاب سے جس قدر عوارض ضعف وغیرہ ہوتے ہیں وہ سب میرے شامل حال رہتے ہیں۔ بسا اوقات میرا یہ حال ہوتا ہے کہ نماز کے لئے جب زینہ چڑھ کر اوپر جاتا ہوں تو مجھے اپنی ظاہر حالت پر امید نہیں ہوتی کہ زینہ کی ایک سیڑھی سے دوسری سیڑھی پر پاؤں رکھنے تک مَیں زندہ رہوں گا۔ اب جس شخص کی زندگی کا یہ حال ہے کہ ہر روز موت کا سامنا اس کے لئے موجود ہوتا ہے اور ایسے مرضوں کے انجام کی نظیریں بھی موجود ہیں تو وہ ایسی خطرناک حالت کے ساتھ کیونکر افترا پر جرأت کر سکتا ہے اور وہ کس صحت کے بھروسے پر کہتا ہے کہ میری اَسّی برس کی عمر ہوگی حالانکہ ڈاکٹری تجارب تو اس کو موت کے پنجہ میں ہر وقت پھنسا ہوا خیال کرتے ہیں۔ ایسی مرضوں والے مدقوق کی طرح گداز ہو کر جلد مر جاتے ہیں یا کاربینکل یعنی سرطان سے اُن کا خاتمہ ہو جاتا ہے تو پھر جس زور سے میں ایسی حالت پُرخطر میں تبلیغ میں مشغول ہوں کیا کسی مفتری کا کام ہے۔ جب مَیں بدن کے اوپر کے حصہ میں ایک بیماری۔ اور بدن کے نیچے کے حصّے میں ایک دوسری بیماری دیکھتا ہوں تو میرا دل محسوس کرتا ہے کہ یہ وہی دو چادریں ہیں جن کی خبر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے۔

مَیں محض نصیحتًا لِلّٰہ مخالف علماء اور ان کے ہم خیال لوگوں کو کہتا ہوں کہ گالیاں دینا اور بدزبانی کرنا طریق شرافت نہیں ہے۔ اگر آپ لوگوں کی یہی طینت ہے تو خیر آپ کی مرضی۔ لیکن اگر مجھے آپ لوگ کاذب سمجھتے ہیں تو آپ کو یہ بھی تو اختیار ہے کہ مساجد میں اکٹھے ہو کر یا الگ الگ میرے پر بددعائیں کریں

سو سو دفعہ پیشاب اور خارش

مجھے اس وقت ایک اپنا سرگذشت قصّہ یاد آیا ہے اور وہ یہ کہ مجھے کئی سال سے ذیابیطس کی بیماری ہے۔ پندرہ بیس مرتبہ روز پیشاب آتا ہے اور بعض وقت سوسو دفعہ ایک ایک دن میں پیشاب آیا ہے اور بوجہ اس کے کہ پیشاب میں شکر ہے۔ کبھی کبھی خارش کا عارضہ بھی ہو جاتا ہے اور کثرت پیشاب سے بہت ضعف تک نوبت پہنچتی ہے۔

(روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 434)

مرزا قادیانی کو کثرت بول کی مستقل بیماری

اس دوسرے حوالہ میں بھی مرزا قادیانی اپنی شدید بیماری، کثرتِ پیشاب اور جسمانی کمزوری کا اعتراف کرتا ہے، جو اس کے پہلے دعووں کی ایک تسلسل والی کڑی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ پندرہ بیس دفعہ روز اور بعض اوقات سوسو دفعہ ایک دن میں پیشاب آتا تھا۔ یہ صرف عارضی حدوث نہیں بلکہ دائمی و مستقل مرض کا اظہار ہے، جس کا ذکر وہ اپنی متعدد کتابوں میں کرتا رہا۔ اس تسلسل سے واضح ہوتا ہے کہ مرزا کی پوری زندگی بیماری، کمزوری اور جسمانی بے بسی کے گرد گھومتی تھی۔ ایسے شخص کی طرف روحانی و عقلی قیادت منسوب کرنا فہم و احتیاط دونوں کی توہین ہے۔

"سو سو دفعہ پیشاب" طبی معجزہ یا تشویشناک مرض؟

دن میں سو دفعہ پیشاب آنا کوئی روحانی علامت نہیں، بلکہ ایک انتہائی خطرناک طبی حالت ہے جو مریض کو بے بس کر دیتی ہے۔ مرزا قادیانی کا دعویٰ کہ اسے ذیابیطس کے باعث یہ حالت لاحق ہوئی، اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ شدید جسمانی ناکارگی کا شکار تھا۔ ذیابیطس کی اس سطح پر مریض نہ چل سکتا ہے، نہ عبادت کر سکتا ہے، نہ مسلسل تحریر لکھ سکتا ہے۔

لیکن حیرت یہ ہے کہ مرزا اسی بیماری کو الہامی نشان اور دو زرد چادروں کی تعبیر قرار دیتا ہے۔ یہ وہ باطنی فکری تضاد ہے جس نے بیماری کو معجزہ، اور کمزوری کو قوت بن کر پیش کرنے کی ناکام کوشش کی۔

مرزا قادیانی کی بیماریاں اور نفسیاتی کیفیت

ذیابیطس، کثرتِ پیشاب، قوتِ مدافعت کی کمزوری اور خارش جیسی حالتیں مریض میں شدید بے چینی، اعصابی دباؤ، ذہنی انتشار اور نفسیاتی ہیجان پیدا کرتی ہیں۔ مرزا قادیانی نے بار باران بیماریوں کا ذکر کیا، جو اس کی تحریروں میں نمایاں اضطراب، بددلی اور حد سے بڑھا ہوا دفاعی طرزِ فکر ظاہر کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ ہر جسمانی تکلیف کو بھی روحانی فضیلت بنانے کی کوشش کرتا ہے۔ اس نفسیاتی کمزوری کا نتیجہ یہ نکلا کہ اس نے بیماری کو نہ صرف الہامی نشانی بنا ڈالا بلکہ ان بیماریوں کے باعث آنے والی بے آرامی اور خارش تک کو بھی تقدس کا حصہ قرار دیا۔

ایک بیمارِ جسمانی کا روحانی پیشوا بننے کا دعویٰ

اسلام میں نبی وہ ہوتا ہے جو جسمانی طور پر بھی مضبوط، متوازن اور اعلیٰ قوتِ برداشت کا حامل ہو۔ مگر مرزا قادیانی خود بیان کرتا ہے کہ اسے کثرتِ مرض سے بہت ضعف ہو جاتا تھا، یہاں تک کہ چلنے کی سکت بھی کم رہ جاتی تھی۔ یہ وہی بیماری ہے جس کا ذکر وہ پہلی عبارت میں معجزہ کہہ کر کر چکا تھا۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا ایک شدید بیمار، مسلسل خارش اور کمزوری میں مبتلا شخص ملت کی رہنمائی کر سکتا ہے؟ کیا وہ جسے دن میں سو بار پیشاب آتا ہو، ایک بڑے روحانی منصب کا بوجھ اٹھا سکتا ہے؟ مرزا کے اپنے اعترافات اس سوال کا جواب خود دیتے ہیں۔

بیماری کی شدت اور مرزا قادیانی کی موت

ذیابیطس، کثرتِ پیشاب، کمزوری اور خارش...... یہ تمام وہ عوارض ہیں جو بعد میں شدید اسہال، ہیضہ اور دستوں کے سبب مرزا کی موت کا پیش خیمہ بنے۔ یہ حوالہ اس بات کی ایک اور دستاویز ہے کہ مرزا کی جسمانی حالت کبھی بھی ایک روحانی رہنما یا دعوائے نبوت رکھنے والے شخص کے معیار تک پہنچ نہ سکی۔ اس کی زندگی بیماریوں میں ڈوبی رہی، اور اسی بیماری نے اس کا خاتمہ بھی لٹرین میں ہی کیا۔ جب بیماری کو معجزہ کہا جائے اور پھر وہی بیماری موت کا سبب بنے تو دعویٰ کے سارے ستون خود بخود گر جاتے ہیں۔

اپیل برائے مالی معاونت

جامعہ ختمِ نبوت گوجرانوالہ میں تقابل ادیان و مذاہب اور درسِ نظامی کی اعلیٰ تعلیم جاری ہے، جہاں طلبہ کو دینی و علمی میدان میں مضبوط بنیاد فراہم کی جاتی ہے۔ موجودہ دور کی شدید مہنگائی کے باعث جامعہ کے تعلیمی و انتظامی اخراجات میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے۔ ان حالات میں ہم مخیر حضرات سے دل کی گہرائیوں سے اپیل کرتے ہیں کہ ماہانہ بنیادوں پر 20، 30 یا 50 ڈالر (یا اپنی استطاعت کے مطابق) مستقل معاونت فرما کر اس صدقہ جاریہ میں حصہ لیں۔ آپ کا تھوڑا سا تعاون بھی ہمارے طلبہ کی تعلیم اور جامعہ کے انتظامات کے لیے بہت بڑی مدد ثابت ہو سکتا ہے۔ فنڈز ارسال کرنے کے لیے جامعہ کا بینک اکاؤنٹ، جیز کیش، یا ایزی پیسہ نمبر درج ذیل ہے: (00923247448814) اللہ تعالیٰ آپ کے رزق میں برکت، صحت و سلامتی، اور دین کی خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

پیدا کرتا ہے جن سے اب یورپ بھی دن بدن واقف ہوتا جاتا ہے آخر جیسے بہت سے تجارب کے بعد طلاق کا قانون پاس ہو گیا ہے اسی طرح کسی دن دیکھو لوگے کہ تنگ آ کر اسلامی پردہ کے مشابہ یورپ میں بھی کوئی قانون شائع ہوگا ورنہ انجام یہ ہوگا کہ چار پایوں کی طرح عورتیں اور مرد ہو جائیں گے اور مشکل ہوگا کہ یہ شناخت کیا جائے کہ فلاں شخص کس کا بیٹا ہے اور وہ لوگ کیونکر پاک دل ہوں۔ پاک دل تو وہ ہوتے ہیں جن کی آنکھوں کے آگے ہر وقت خدا رہتا ہے اور نہ صرف ایک موت اُن کو یاد ہوتی ہے بلکہ وہ ہر وقت عظمتِ الٰہی کے اثر سے مرتے رہتے ہیں مگر یہ حالت شراب خوری میں کیونکر پیدا ہو۔ شراب اور خدا ترسی ایک وجود میں اکٹھی نہیں ہو سکتی۔ خونِ مسیح کی دلیری اور شراب کا جوش تقویٰ کی بیخ کنی میں کامیاب ہو گیا ہے۔ ہم اندازہ نہیں لگا سکتے کہ آیا کفارہ کے مسئلہ نے یہ خرابیاں زیادہ پیدا کی ہیں یا شراب نے۔ اگر اسلام کی طرح پردہ کی رسم ہوتی تو پھر بھی کچھ پردہ رہتا۔ مگر یورپ تو پردہ کی رسم کا دشمن ہے۔ ہم یورپ کے اس فلسفہ کو نہیں سمجھ سکتے اگر وہ اس اصرار سے باز نہیں آتے تو شوق سے شراب پیا کریں کہ اس کے ذریعہ سے کفارہ کے فوائد بہت ظاہر ہوتے ہیں کیونکہ مسیح کے خون کے سہارے پر جو لوگ گناہ کرتے ہیں شراب کے وسیلہ سے ان کی میزان بڑھتی ہے۔ ہم اس بحث کو زیادہ طول نہیں دینا چاہتے کیونکہ فطرت کا تقاضا الگ الگ ہے۔ ہمیں تو ناپاک چیزوں کے استعمال سے کسی سخت مرض کے وقت بھی ڈر لگتا ہے۔ چہ جائیکہ پانی کی جگہ بھی شراب پی جائے۔ مجھے اس وقت ایک اپنا سرگذشت قصّہ یاد آیا ہے اور وہ یہ کہ مجھے کئی سال سے ذیابیطس کی بیماری ہے۔ پندرہ بیس مرتبہ روز پیشاب آتا ہے اور بعض وقت سو سو دفعہ ایک ایک دن میں پیشاب آیا ہے اور بوجہ اس کے کہ پیشاب میں شکر ہے۔ کبھی کبھی خارش کا عارضہ بھی ہو جاتا ہے اور کثرت پیشاب سے بہت ضعف تک نوبت پہنچتی ہے۔ ایک دفعہ مجھے ایک دوست نے یہ صلاح دی کہ ذیابیطس

کثرتِ دست (ٹٹیاں آنا)

مثال کے طور پر ظاہر کرتا ہوں کہ مجھے دو مرض دامنگیر ہیں۔ایک جسم کے اوپر کے حصّہ میں کہ سر درد اور دورانِ سر اور دورانِ خون کم ہو کر ہاتھ پَیر سرد ہو جانا نبض کم ہو جانا۔ دوسرے جسم کے نیچے کے حصّہ میں کہ پیشاب کثرت سے آنا اور اکثر دست آتے رہنا۔ یہ دونوں بیماریاں قریباً بیس ۲۰ برس سے ہیں۔ کبھی دعا سے ایسی رخصت ہو جاتی ہیں کہ گویا دُور ہو گئیں۔مگر پھر شروع ہو جاتی ہیں۔ایک دفعہ مَیں نے دُعا کی کہ یہ بیماریاں بالکل دُور کر دی جائیں تو جواب ملا کہ ایسا نہیں ہو گا۔

(روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 435)

بیماری کو روحانی نشان کہنا، عقل و دین کے خلاف دعویٰ

اس اقتباس میں مرزا غلام قادیانی اپنی طویل 20 سالہ بیماریوں کا ذکر کرتے ہوئے عجیب دعویٰ کرتا ہے کہ اسے دعا کے بعد جواب ملا کہ یہ بیماریاں دور نہیں کی جائیں گی۔اس بات کو وہ ایک "روحانی اشارہ" بنا کر پیش کرتا ہے، گویا بیمار رہنا ہی اس کے حقانیت کی دلیل ہے۔حالانکہ اسلام میں بیماری انسان کے گناہوں کا کفارہ ہوتی ہے، مگر کوئی رسول یا ولی ہمیشہ بیمار رہنے کو معجزہ بنا کر پیش نہیں کرتا۔پچھلے حوالوں میں بھی مرزا نے سوسو بار پیشاب آنا، بیسیوں بار دست آنا، خارش، کمزوری، اور شوگر جیسی بیماریوں کو مخصوص برکت کے طور پر دکھایا یہ طرزِ فکر واضح ذہنی و روحانی گمراہی کی علامت ہے۔

کثرتِ پیشاب اور کثرتِ دست کو مسلسل بیماری نہیں بلکہ روحانی تقدیر کہنا

مرزا کے اس بیان میں ایک اور خطرناک پہلو یہ ہے کہ وہ بیس سال سے لگی رہنے والی

دائمی بیماری کو اللہ کی طرف سے تقدیری جبری حالت بتاتا ہے کہ" دعا کے باوجود یہ نہیں جائے گی"۔ یہ وہی ذہنیت ہے جو پہلے حوالوں میں بھی نظر آئی۔ایک دن میں 100 بار پیشاب آنا بار بار دست، خارش، شدید کمزوری، پیشاب میں شکر، ان سب کو وہ اپنے نشانوں کا حصہ بتاتا ہے۔ اس طرزِفکر سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ مرزا بیماری کو نبوت کے دعویٰ کے ساتھ چپکا کر اسے اپنی صداقت کا ثبوت بنانا چاہتا تھا۔

بیماری کو نبوت کی دلیل بنانا

عام انسانوں میں بیماری کے ذکر کا مقصد علاج ہوتا ہے، مگر مرزا کا مقصد جذباتی استحصال ہے۔اس کے مطابق جہاں دعا کی جاتی ہے، وہ وقتی طور پر ٹھیک ہوجاتا ہے۔مگر پھر بیماریاں اللہ کی طرف سے واپس ڈال دی جاتی ہیں۔ یہ طریقہ کار بالکل وہی ہے جو جھوٹے مدعیانِ نبوت استعمال کرتے ہیں۔اپنی کمزوریاں بڑھا چڑھا کر بیان کرو۔اسے غیب کی نشانی بنا دو۔پیروکاروں کو یقین دلادو کہ یہ خاص حالت صرف " برگزیدہ" لوگوں پر آتی ہے۔اسی تسلسل میں پہلے حوالوں میں سوسو بار پیشاب آنا، خارش، کمزوری اور شوگر کو بھی ایک روحانی کرامت کی طرح دکھایا گیا۔

20 سال سے مسلسل دست و پیشاب

کثرتِ پیشاب اور کثرتِ دست دونوں شدید جسمانی بیماریوں کی علامات ہیں، خصوصاً:

Diabetic polyuria

Irritable bowel syndrome

Chronic infection

Nerve damage

یہ تمام حالتیں نبوت کی دلیل نہیں بن سکتیں۔ یہاں یہ بھی غور طلب ہے کہ مرزا نے اپنی

بیماریوں کو ایسی تفصیلات کے ساتھ بیان کیا جو ایک عام انسان اپنی عزت کی وجہ سے چھپاتا ہے، مگر مرزا نے انہیں نہ صرف بیان کیا بلکہ اپنی کتابوں میں چھپوا کر معجزہ بنایا۔ یہ طرزِ عمل شدید نفسیاتی توجہ (attention seeking) اور خود ساختہ روحانی عظمت کا نمونہ ہے۔

"دعا کا قبول نہ ہونا" نبی کے مقام کے سراسر خلاف

مرزا کے الفاظ: "میں نے دعا کی کہ یہ بیماریاں دور کر دی جائیں مگر جواب ملا کہ ایسا نہیں ہوگا"۔ یہاں دو باتیں نہایت اہم ہیں:

☆ مرزا کی دعا مستقل طور پر رد ہو رہی ہے۔

☆ جواب بھی ایک ایسی بات "الہام" کی صورت میں آیا جو قرآن و سنت کے خلاف ہے۔

قرآن میں انبیاء کی دعائیں عظیم مقامات پر قبول ہوئیں حضرت یونس علیہ السلام کی دعا حضرت ایوب علیہ السلام کی شفا، حضرت زکریا علیہ السلام کی اولاد کوئی نبی اپنی مستقل بیماری کو "دعا کی عدم قبولیت کے ذریعے نبوت کی دلیل" نہیں بناتا۔ مرزا کے اس بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس کی بیماری نہ صرف جسمانی تھی بلکہ روحانی کیفیت کا خلل بھی اس کے پورے نظامِ فکر کو گھیر چکا تھا۔

بدنظمی، گندگی اور کمزور جسمانی ساخت

پہلے دو حوالوں میں: سو سو بار پیشاب، بار بار پاخانہ، کمزوری، شوگر، خارش، جسمانی ناتوانی اور اب تیسرے حوالہ میں انہی بیماریوں کا بیس سالہ تسلسل اور الہامی وجہ شامل کر کے مرزا نے اپنی کمزوریوں کو روحانی عظمت کا لباس پہنانے کی کوشش کی ہے۔ یہ پورا پیکج ایک ایسے شخص کا ذہنی خاکہ پیش کرتا ہے جو اپنی بیماری کو نبوت کے ثبوت میں تبدیل کرنا چاہتا تھا اور یہی اس کی گمراہی کی اصل جڑ ہے۔

کے لئے افیون مفید ہوتی ہے۔ پس علاج کی غرض سے مضائقہ نہیں کہ افیون شروع کر دی جائے مَیں نے جواب دیا کہ یہ آپ نے بڑی مہربانی کی کہ ہمدردی فرمائی لیکن اگر مَیں ذیابیطس کے لئے افیون کھانے کی عادت کرلوں تو مَیں ڈرتا ہوں کہ لوگ ٹھٹھا کر کے یہ نہ کہیں کہ پہلا مسیح تو شرابی تھا اور دوسرا افیونی۔

پس اس طرح جب مَیں نے خدا پر توکّل کی تو خدا نے مجھے ان خبیث چیزوں کا محتاج نہیں کیا اور بارہا جب مجھے غلبہ مرض کا ہوا تو خدا نے فرمایا کہ دیکھ مَیں نے تجھے شفا دیدی تب اسی وقت مجھے آرام ہوگیا۔ انہیں باتوں سے مَیں جانتا ہوں کہ ہمارا خدا ہر ایک چیز پر قادر ہے☆۔ جھوٹے ہیں وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ نہ اُس نے رُوح پیدا کی اور نہ ذرّات اجسام۔ وہ خدا سے غافل ہیں۔ ہم ہر روز اُس کی نئی پیدائش دیکھتے ہیں اور ترقیات سے نئی رُوح وہ ہم میں پھونکتا ہے۔ اگر وہ نیست سے ہست کرنے والا نہ ہوتا تو ہم تو زندہ ہی مر جاتے۔ عجیب ہے وہ خدا جو ہمارا خدا ہے۔ کون ہے جو اس کی مانند ہے اور عجیب ہیں اُس کے کام۔ کون ہے جس کے کام اس کی مانند ہیں۔ وہ قادر مطلق ہے ہاں بعض وقت حکمت اس کی ایک کام کرنے سے اُسے روکتی ہے۔ چنانچہ مثال کے طور پر ظاہر کرتا ہوں کہ مجھے دو مرض دامنگیر ہیں۔ ایک جسم کے اوپر کے حصّہ میں کہ سر درد اور دورانِ سر اور دورانِ خون کم ہو کر ہاتھ پَیر سرد ہو جانا نبض کم ہو جانا۔ دوسرے جسم کے نیچے کے حصّہ میں کہ پیشاب کثرت سے آنا اور اکثر دست آتے رہنا۔ یہ دونوں بیماریاں قریباً بیس۲۰ برس سے ہیں۔ کبھی دعا سے ایسی رخصت ہو جاتی ہیں کہ گویا دُور ہو گئیں۔ مگر پھر شروع ہو جاتی ہیں۔ ایک دفعہ مَیں نے دُعا کی کہ یہ بیماریاں بالکل دُور کر دی جائیں تو جواب ملا کہ ایسا نہیں ہوگا۔

☆ انسان جب تک خود خدا کی تجلّی سے اور خدا کے وسیلہ سے اس کے وجود پر اطلاع نہ پاوے تب تک وہ خدا کی پرستش نہیں کرتا بلکہ اپنے خیال کی پرستش کرتا ہے محض خیال کی پرستش کرنا اندرونی گندگی کو صاف نہیں کرتا۔ ایسے لوگ تو پرمیشر کے خود پرمیشر بنتے ہیں کہ خود اس کا پتہ آپ لگاتے ہیں۔ منہ

مرزا قادیانی کی موت اسہال اور لٹرین میں ہلاکت

بیان کیا مجھ سے حضرت والدہ صاحبہ نے کہ جب حضرت مسیح موعود آخری بیماری بیمار ہوئے اور آپ کی حالت نازک ہوئی تو میں نے گھبرا کر کہا ''اللہ یہ کیا ہونے لگا ہے'' اس پر حضرت صاحب نے فرمایا ''یہ وہی ہے جو میں کہا کرتا تھا'' خاکسار مختصراً عرض کرتا ہے کہ حضرت مسیح موعود ۲۵ رمئی ۱۹۰۸ء یعنی پیر کی شام کو بالکل اچھے تھے رات کو عشاء کی نماز کے بعد خاکسار باہر سے مکان میں آیا تو میں نے دیکھا کہ آپ والدہ صاحبہ کے ساتھ پلنگ پر بیٹھے ہوئے کھانا کھا رہے تھے۔ میں اپنے بستر پر جا کر لیٹ گیا اور پھر مجھے نیند آ گئی۔ رات کے پچھلے پہر صبح کے قریب مجھے جگایا گیا یا شاید لوگوں کے چلنے پھرنے اور بولنے کی آواز سے میں خود بیدار ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود اسہال کی بیماری سے سخت بیمار ہیں اور حالت نازک ہے اور اِدھر اُدھر معالج اور دوسرے لوگ کام میں لگے ہوئے ہیں۔ جب میں نے پہلی نظر حضرت مسیح موعود کے اوپر ڈالی تو میرا دل بیٹھ گیا۔ کیونکہ میں نے ایسی حالت آپ کی اس سے پہلے نہ دیکھی تھی اور میرے دل پر یہی اثر پڑا کہ یہ مرض الموت ہے۔ اس وقت آپ بہت کمزور ہو چکے تھے۔ اتنے میں ڈاکٹر نے نبض دیکھی تو ندارد۔ سب سمجھے کہ وفات پا گئے اور یکدم سب پر ایک سناٹا چھا گیا مگر تھوڑی دیر کے بعد نبض میں پھر حرکت پیدا ہوئی مگر حالت بدستور نازک تھی اتنے میں صبح ہو گئی اور حضرت مسیح موعود کی چارپائی کو باہر صحن سے اُٹھا کر اندر

کمرے میں لے آئے جب ذرا اچھی روشنی ہوگئی تو حضرت مسیح موعود نے پوچھا کیا نماز کا وقت ہو گیا ہے؟ غالباً شیخ عبدالرحمن صاحب قادیانی نے عرض کیا کہ حضور ہو گیا ہے ۔آپ نے بستر پر ہی ہاتھ مار کر تیمم کیا اور لیٹے لیٹے ہی نماز شروع کر دی مگر آپ اسی حالت میں تھے کہ غشی سی طاری ہوگئی اور نماز کو پورا نہ کر سکے ۔تھوڑی دیر کے بعد آپ نے پھر دریافت فرمایا کہ صبح کی نماز کا وقت ہو گیا ہے عرض کیا گیا حضور ہو گیا ہے آپ نے پھر نیت باندھی مگر مجھے یاد نہیں کہ نماز پوری کر سکے یا نہیں ۔اس وقت آپ کی حالت سخت کرب اور گھبراہٹ کی تھی ۔غالباً آٹھ یا ساڑھے آٹھ بجے ڈاکٹر نے پوچھا کہ حضور کو خاص طور پر کیا تکلیف محسوس ہوتی ہے ۔مگر آپ جواب نہ دے سکتے اس لئے کاغذ قلم دوات منگوائی گئی اور آپ نے بائیں ہاتھ پر سہارا لے کر بستر سے کچھ اُٹھ کر لکھنا چاہا مگر بمشکل دو چار الفاظ لکھ سکے اور پھر بوجہ ضعف کے کاغذ کے اوپر قلم گھسٹتا ہوا چلا گیا اور آپ پھر لیٹ گئے ۔یہ آخری تحریر جس میں غالباً زبان کی تکلیف کا اظہار تھا اور کچھ حصّہ پڑھا نہیں جاتا تھا جناب والدہ صاحبہ کو دے دی گئی ۔نو بجے کے بعد حضرت صاحب کی حالت زیادہ نازک ہوگئی اور تھوڑی دیر کے بعد آپ کو غرغرہ شروع ہو گیا۔غرغرہ میں کوئی آواز وغیرہ نہیں تھی بلکہ صرف سانس لمبا لمبا اور کھیچ کھیچ کر آتا تھا خاکسار اس وقت آپ کے سرہانے کھڑا تھا۔ یہ حالت دیکھ کر والدہ صاحبہ کو جو اس وقت ساتھ والے کمرے میں تھیں اطلاع دی گئی وہ مع چند گھر کی مستورات کے آپ کی چارپائی کے پاس آ کر

زمین پر بیٹھ گئیں ۔اس وقت ڈاکٹر محمد حسین شاہ صاحب لاہوری نے آپ کی چھاتی میں پستان کے پاس انجکشن یعنی دوائی کی پچکاری کی جس سے وہ جگہ کچھ اُبھر آئی مگر کچھ افاقہ محسوس نہ ہوا بلکہ بعض لوگوں نے بُرا منایا کہ اس حالت میں آپ کو کیوں یہ تکلیف دی گئی ہے ۔ تھوڑی دیر تک غرغرہ کا سلسلہ جاری رہا اور ہر آن سانسوں کے درمیان کا وقفہ لمبا ہوتا گیا حتّٰی کہ آپ نے ایک لمبا سانس لیا اور آپ کی روح رفیق اعلیٰ کی طرف پرواز کر گئی ۔

(سیرت المہدی جلد اول صفحہ 10،9)

مرزا کی آخری رات، اچانک اسہال کی یلغار

25 مئی 1908 کی شام مرزا قادیانی بالکل صحت مند دکھائی دیتا تھا کھانا کھا رہا تھا، بیوی کے ساتھ پلنگ پر بیٹھا تھا اور کوئی غیر معمولی کیفیت نہ تھی ۔مگر رات کے آخری حصے میں اچانک شدید اسہال اور دست نے اس پر یلغار کر دی، اور وہ چند ہی گھنٹوں میں نزع کی حالت تک پہنچ گیا۔اس اچانک اور شدید اسہال کو خود قادیانی کتب نے مرضِ موت قرار دیا ہے، حتیٰ کہ اس کا اپنا بیٹا بشیر احمد یہ اعتراف کرتا ہے کہ ”میں نے ایسی حالت پہلے کبھی نہ دیکھی تھی“ اور ”دل پر یہی اثر پڑا کہ یہ مرض الموت ہے“ ۔طبی اعتبار سے یہ علامات وبائی ہیضہ کی ہیں، جس میں مریض اچانک بار بار پاخانہ اور پانی کی کمی کے باعث چند گھنٹوں میں ڈھیر ہو جاتا ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ مرزا قادیانی نہ نماز ٹھیک سے پڑھ پا رہا تھا، نہ بیٹھ سکتا تھا، نہ سانس درست چل رہی تھی ۔ یہ سب اس حقیقت کی طرف واضح اشارہ ہے کہ جس بیماری کو وہ پوری زندگی ”خدائی نشان“ کہتا رہا، اسی بیماری نے آخر کار اس کو تباہ کر دیا۔

نماز میں غشی، کمزوری اور بستر سے اٹھ نہ سکنا

جب صبح کے قریب مرزا قادیانی کو نماز کے لیے اٹھایا گیا تو وہ اتنا کمزور تھا کہ نہ وضو کر سکتا تھا، نہ بیٹھ سکتا تھا۔ بستر پر لیٹے لیٹے تیمم کیا، نماز شروع کی، مگر غشی طاری ہوگئی اور نماز پوری نہ ہوسکی۔ بعد میں دوبارہ کوشش کی لیکن پھر معلوم نہ ہوسکا کہ نماز مکمل کر سکا یا نہیں۔ یہ کیفیت اس بات کا ثبوت ہے کہ شدید اسہال کے باعث جسم کا پانی ختم ہو چکا تھا، نبض کمزور ہوگئی تھی، دماغی توازن بگڑ چکا تھا اور جسم جواب دے رہا تھا۔ طبی اصول کے مطابق مسلسل اسہال اور پانی کی کمی کے باعث مریض کا دماغ آکسیجن سے محروم ہونے لگتا ہے، جس سے غشی، کمزوری، بے ہوشی اور پھر "غرغرہ" کی کیفیت شروع ہو جاتی ہے۔ قادیانی کتاب "سیرت المہدی" میں یہی منظر بیان ہوا ہے جب مرزا قادیانی کی سانس رک رک کر چلنے لگی، فاصلہ بڑھتا گیا، اور گھر والوں نے سمجھ لیا کہ اب جان بچنا ناممکن ہے۔ یہ کیفیت کسی روحانی نشان کی نہیں بلکہ ایک شدید متعدی بیماری کی آخری منزل ہے۔

غرغرہ ہیضہ سے موت کی حتمی علامتیں

مرزا قادیانی کی حالت ایسی نازک تھی کہ ڈاکٹر نے فوراً سینے میں انجکشن لگایا، مگر کوئی افاقہ نہ ہوا بلکہ قادیانی گھرانے کے بعض افراد نے اس عمل کو برا جانا کہ ایسی حالت میں انجکشن کیوں لگایا۔ اس کے بعد جس کیفیت کا ذکر بشیر احمد نے کیا "غرغرہ شروع ہوگیا، سانس کھینچ کھینچ کر آتا تھا، وقفہ لمبا ہوتا جا رہا تھا" یہ ہیضہ اور جان لیوا اسہال کے آخری لمحوں کی کلاسیکی علامات ہیں۔ جب جسم میں پانی ختم ہو جائے تو خون گاڑھا ہو جاتا ہے، دل کمزور پڑ جاتا ہے، اور سانس لمبا، کھنچتا ہوا اور بے ربط ہونے لگتا ہے۔ یہی کیفیت "غرغرہ" کہلاتی ہے، جس کے بعد چند ہی لمحات میں سانس ٹوٹ جاتا ہے۔ قادیانی لٹریچر خود یہ منظر لفظ بہ لفظ بیان کرتا ہے۔ آخر کار ایک لمبا سانس آیا، وقفہ طویل ہوا، اور مرزا قادیانی کی موت ہوگئی۔ وہی بیماری، وہی

علامتیں، وہی نزع کی کیفیت، جنہیں اس نے ساری زندگی "الہامی نشان" قرار دیا تھا۔

مرزا قادیانی کی موت لٹرین میں گر کر

قادیانی مؤرخین نے واضح طور پر اعتراف کیا ہے کہ اس آخری مرض میں مرزا قادیانی بار بار لٹرین جاتا رہا، اور اسی کیفیت میں اس کی حالت بگڑتی گئی۔ متعدد قادیانی روایات اور "سیرت المہدی" کے بیان سے ثابت ہے کہ آخری وقت وہ لٹرین ہی میں گرا۔ یعنی وہ جس بیماری کو ساری زندگی "خدائی نشان" کہتا رہا سو دفعہ پیشاب، مسلسل اسہال، بار بار دست آخرکار اسی بیماری نے اس کا خاتمہ کر دیا۔ سب سے بڑی حقیقت یہ ہے کہ جس نے خود کو "مسیح موعود" کہا، وہ ایک عام وبائی مرض میں لٹرین کی اذیت میں مر گیا۔ نہ کوئی معجزہ ظاہر ہوا، نہ کوئی الہامی مدد آئی، بلکہ اس کے اپنے گھر والے کہتے ہیں کہ حالت اتنی خراب تھی کہ دل بیٹھ گیا اور یہ مرض الموت ہے۔ دعووں کی عمارت گر چکی تھی، اور حقیقت کی ضرب یہ تھی کہ اس کا انجام اسی گندگی، اسی بیماری اور اسی ذلت میں ہوا جو زندگی بھر اس کا پیچھا کرتی رہی۔

سیرت المہدی کی روایت نمبر 12 کا کچھ حصہ ابھی آپ کو بیان کیا گیا اور اس پر تبصرہ کیا گیا ہے مزید آگے لکھا ہے کہ:

پہلا دست کھانے کے وقت

> خاکسار نے والدہ صاحبہ کی یہ روایت جو شروع میں درج کی گئی ہے جب دوبارہ والدہ صاحبہ کے پاس برائے تصدیق بیان کی اور حضرت مسیح موعودؑ کی وفات کا ذکر آیا تو والدہ صاحبہ نے فرمایا کہ حضرت مسیح موعود کو پہلا دست کھانا کھانے کے وقت آیا تھا مگر اس کے بعد تھوڑی دیر تک ہم لوگ آپ کے پاؤں دباتے رہے اور آپ آرام سے لیٹ کر سو گئے۔ اور میں بھی سو گئی لیکن کچھ دیر کے بعد آپ کو پھر

حاجت محسوس ہوئی اور غالباً ایک یا دو دفعہ رفع حاجت کے لئے آپ پاخانہ تشریف لے گئے۔ اس کے بعد آپ نے زیادہ ضعف محسوس کیا تو اپنے ہاتھ سے مجھے جگایا۔ میں اٹھی تو آپ کو اتنا ضعف تھا کہ آپ میری چارپائی پر ہی لیٹ گئے اور میں آپکے پاؤں دبانے کے لئے بیٹھ گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد حضرت صاحب نے فرمایا تم اب سو جاؤ۔ میں نے کہا نہیں میں دباتی ہوں۔ اتنے میں آپ کو ایک اور دست آیا مگر اب اس قدر ضعف تھا کہ آپ پاخانہ نہ جاسکتے تھے اسلئے میں نے چارپائی کے پاس ہی انتظام کر دیا اور آپ وہیں بیٹھ کر فارغ ہوئے اور پھر اُٹھ کر لیٹ گئے اور میں پاؤں دباتی رہی مگر ضعف بہت ہوگیا تھا اس کے بعد ایک اور دست آیا اور پھر آپ کو ایک قے آئی۔ جب آپ قے سے فارغ ہو کر لیٹنے لگے تو اتنا ضعف تھا کہ آپ لیٹتے لیٹتے پشت کے بل چارپائی پر گر گئے اور آپ کا سر چارپائی کی لکڑی سے ٹکرایا اور حالت دگرگوں ہوگئی۔ اس پر میں نے گھبرا کر کہا ''اللہ یہ کیا ہونے لگا ہے'' تو آپ نے فرمایا ''یہ وہی ہے جو میں کہا کرتا تھا'' خاکسار نے والدہ صاحبہ سے پوچھا کیا آپ سمجھ گئی تھیں کہ حضرت صاحب کا کیا منشاء ہے؟ والدہ صاحبہ نے فرمایا ''ہاں'' والدہ صاحبہ نے یہ بھی فرمایا کہ جب حالت خراب ہوئی اور ضعف بہت ہوگیا تو میں نے کہا مولوی صاحب (حضرت مولوی نورالدین صاحب) کو بلالیں؟ آپ نے فرمایا بلالو نیز فرمایا محمود کو جگالو۔ پھر میں نے پوچھا محمد علی خان یعنی نواب صاحب کو بلالوں؟ والدہ صاحبہ فرماتی ہیں کہ مجھے

یاد نہیں کہ حضرت صاحب نے اس کا کچھ جواب دیا، یا نہیں اور دیا تو کیا دیا۔

(سیرت المہدی جلد اول صفحہ 11،10)

وفات کا آغاز

اس روایت میں سب سے نمایاں نکتہ یہ ہے کہ مرزا قادیانی کی آخری بیماری کا آغاز کسی اچانک حادثے یا بیرونی سبب سے نہیں بلکہ کھانے کے وقت آنے والے پہلے دست سے ہوا۔ یہ بات اس پوری داستان کی بنیاد بن جاتی ہے کہ جس بیماری کو وہ زندگی بھر معمولی اور اپنا "نشان" قرار دیتا رہا، وہی بیماری اس کے انجام کی تمہید بنی۔ کھانے کے فوراً ساتھ ہی دست آنا اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ معدہ و آنتوں کا نظام بالکل ناکارہ ہو چکا تھا اور جسم اندر سے ٹوٹ چکا تھا۔

"پہلا دست کھانے کے وقت"

سیرت المہدی کی روایت میں یہ بات غیر معمولی اہمیت رکھتی ہے کہ مرزا قادیانی کی وفات کی داستان کسی روحانی کیفیت، دعا، الہام یا عبادت سے نہیں بلکہ "پہلے دست" کے ذکر سے شروع ہوتی ہے۔ نصرت جہاں بیگم کے بیان کے مطابق مرزا قادیانی کو کھانا کھاتے وقت پہلا دست آیا۔ یہی جملہ پوری موت کی روداد کی بنیاد بن جاتا ہے اور یہی سے مرض الموت کا آغاز شمار کیا جاتا ہے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ بیماری کی ابتدا کسی اچانک حادثے سے نہیں بلکہ نظامِ ہضم کی شدید خرابی سے ہوئی، جو فوراً ہی بے قابو صورت اختیار کر گئی۔

کھانا اور دست، ترتیب کا ابہام

یہاں ایک نہایت معنی خیز ابہام خود روایت میں موجود ہے کہ پہلے کھانا آیا یا پہلے دست۔ اس جملے کا اسلوب بتاتا ہے کہ حالت اس قدر اچانک اور شدید تھی کہ ترتیب بھی واضح نہ

رہ سکی۔ یہ ابہام خود اس بات کی علامت ہے کہ جسم کا کنٹرول ختم ہو چکا تھا۔ عام حالات میں کھانا ایک باقاعدہ عمل ہوتا ہے، لیکن یہاں کھانا دست کے حملے میں دب کر رہ جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ناقدین یہ سوال اٹھاتے ہیں کہ جب موت کی داستان کا پہلا جملہ ہی دست سے شروع ہو، تو یہ بیماری محض ایک اتفاق نہیں بلکہ مرکزی سببِ وفات تھی۔

آغاز ہی سے "ٹٹی موتر" کا تسلسل

نصرت جہاں بیگم کی روایت میں یہ بات قابلِ غور ہے کہ پہلا دست آنے کے بعد کوئی لمبا وقفہ نہیں ملتا، بلکہ فوراً ہی پاؤں دبانے، لیٹنے، دوبارہ حاجت، پھر مزید ضعف اور پھر چارپائی کے پاس انتظام تک بات پہنچ جاتی ہے۔ گویا وفات کی پوری کہانی دست، ضعف اور بے بسی کے گرد گھومتی ہے۔ اس تسلسل سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ مرزا قادیانی کی موت کسی ایک لمحے کا واقعہ نہیں بلکہ کثرتِ دست کے ایک مسلسل عمل کا نتیجہ تھی۔

کھانے کے وقت دست مرضِ وبائی کی علامت

طبی نقطۂ نظر سے کھانے کے وقت یا فوراً بعد دست آنا شدید معدی یا وبائی اسہال کی واضح علامت سمجھا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ناقدین اس روایت کو مرزا قادیانی کی موت کو وبائی ہیضہ یا شدید اسہال سے جوڑتے ہیں۔ اگر موت کا آغاز کھانے کے وقت آنے والے دست سے ہو، تو یہ بات خود بخود اس دعوے کو کمزور کر دیتی ہے کہ وفات کسی عام کمزوری یا بڑھاپے کا نتیجہ تھی۔

موت کی داستان کا بیانیہ تقدس نہیں، بیماری

یہ امر بھی نہایت اہم ہے کہ نصرت جہاں بیگم کے بیان میں موت کی ابتدا کسی تقدسی منظر سے نہیں ہوتی۔ نہ ذکرِ الٰہی، نہ کوئی خاص دعا، نہ کوئی روحانی اشارہ بلکہ آغاز ہوتا ہے "پہلا دست" سے۔ یہی اس بیانیے کی اصل روح ہے۔ اس سے ناقدین یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ جس

شخص نے زندگی بھر کثرتِ پیشاب و دست کو اپنا "نشان" کہا، اسی نشان نے اس کی وفات کی کہانی کا پہلا باب بھی لکھا۔

ابتدا بھی وہی، انتہا بھی وہی

اس پوری روایت کا خلاصہ یہی بنتا ہے کہ مرزا قادیانی کی موت کا آغاز ٹٹیوں سے ہوا اور انجام بھی اسی بیماری کے ہاتھوں ہوا۔ کھانا ثانوی ہو گیا، دست بنیادی بن گیا۔ اسی نکتے کو بنیاد بنا کر رسالہ "مسیح ٹٹی موتر" میں یہ موقف قائم کیا جاتا ہے کہ جس چیز کو مرزا قادیانی اپنی زندگی میں معجزہ اور نشان کہتا رہا، وہی چیز اس کی موت کی تمہید بھی بنی اور انجام بھی۔

وقتی سکون یا فریبِ صحت

بیان میں آیا ہے کہ پہلے دست کے بعد پاؤں دبائے گئے، کچھ دیر آرام ہوا اور وہ سو گیا۔ یہ وقتی سکون دراصل فریبِ صحت تھا، حقیقی افاقہ نہیں۔ یہی وہ نکتہ ہے جو اس پوری وفات کی روداد میں بار بار سامنے آتا ہے کہ بیماری دبتی نہیں، وقفہ لے کر دوبارہ زیادہ شدت سے حملہ آور ہوتی ہے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ مرض جڑ پکڑ چکا تھا اور اب واپسی ممکن نہیں رہی تھی۔

بار بار رفع حاجت اور بڑھتا ہوا ضعف

روایت کے مطابق ایک یا دو مرتبہ پھر رفع حاجت کے لیے جانا پڑا، جس کے بعد ضعف اس حد تک بڑھ گیا کہ خود چلنے پھرنے کی سکت باقی نہ رہی۔ یہ کیفیت اس بات کو مزید مستحکم کرتی ہے کہ مرزا قادیانی کی زندگی کا آخری باب کثرتِ دست اور شدید جسمانی ناتوانی کے گرد گھوم رہا تھا۔ یہی وہ حالت ہے جسے وہ خود اپنی تحریروں میں سالہا سال بیان کرتا رہا، مگر یہاں وہی بیماری زندگی کا چراغ گل کر رہی ہے۔

چارپائی پر ہی پاخانے کا انتظام

یہ روایت کا سب سے چونکا دینے والا اور فیصلہ کن حصہ ہے کہ ضعف اس قدر بڑھ گیا کہ

پاخانے کے لیے جانا ممکن نہ رہا اور چارپائی کے پاس ہی انتظام کیا گیا۔ یہ منظر اس رسالے کے عنوان "مسیح ٹٹی موتر" کی عملی تصویر ہے۔ ایک خود ساختہ مسیح، جس کے دعوے آسمانوں تک تھے، آخری لمحات میں اس حالت کو پہنچ گیا کہ بنیادی انسانی ضرورت بھی بستر سے ہٹ کر پوری نہ ہو سکی۔

"چارپائی کے قریب رفعِ حاجت کا انتظام" اور واقعۂ وفات کی تعبیر

سیرت المہدی کی زیرِ بحث روایت میں جو بات غیر معمولی اہمیت رکھتی ہے، وہ یہ ہے کہ بیماری کے آخری مرحلے میں مرزا قادیانی اس قدر ناتواں ہو چکا تھا کہ رفعِ حاجت کے لیے باقاعدہ بیت الخلا تک جانا ممکن نہ رہا۔ روایت کے الفاظ واضح کرتے ہیں کہ شدید ضعف کے باعث چارپائی کے قریب ہی رفعِ حاجت کا انتظام کیا گیا۔ اس مقام پر مصنف کا استدلال یہ ہے کہ یہ کیفیت محض عارضی سہولت نہیں بلکہ اس امر کی علامت ہے کہ مریض مکمل طور پر بستر سے وابستہ (bed-ridden) ہو چکا تھا۔

تحقیقی زاویے سے دیکھا جائے تو برصغیر کے اس دور میں جب کسی مریض کے لیے "چارپائی کے پاس انتظام" کیا جاتا تھا تو اس کا مطلب یہ ہوتا تھا کہ مریض حرکت، نقل و حمل اور جسمانی کنٹرول سے تقریباً محروم ہو چکا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض ناقدین اس کیفیت کو اس مفہوم میں لیتے ہیں کہ مریض عملی طور پر اسی جگہ آخری سانسوں میں تھا جہاں رفعِ حاجت کا انتظام کیا گیا، اور وہیں اس کی حالت ناقابل واپسی مرحلے میں داخل ہو گئی۔

اسی نکتے سے بعض اہلِ تنقید یہ ربط قائم کرتے ہیں کہ مرزا قادیانی کی وفات کا جو عمومی تاثر "لٹرین میں موت" کے عنوان سے بیان کیا جاتا ہے، وہ دراصل اسی روایت کے اس حصے کی تشریح ہے، نہ کہ کوئی علیحدہ یا من گھڑت قصہ۔ یعنی دعویٰ یہ نہیں کیا جاتا کہ وہ باقاعدہ

عوامی بیت الخلا میں فوت ہوا، بلکہ یہ استدلال پیش کیا جاتا ہے کہ آخری لمحات میں اس کا جسمانی انجام رفعِ حاجت سے جڑی ہوئی حالت میں ہوا اور موت نے اسی کیفیت میں آلیا۔

یہاں یہ نکتہ بھی قابلِ توجہ ہے کہ خود روایت نگار اس حالت کو انتہائی ضعف، بار بار دست، قے، بے ہوشی اور جسمانی انہدام کے تسلسل میں بیان کرتا ہے۔ اس پورے بیانیے میں کہیں بھی اچانک افاقہ، روحانی غلبہ یا غیر معمولی جسمانی استحکام کا ذکر نہیں ملتا۔ اس لیے ناقدین کے نزدیک "چارپائی کے پاس پاخانے کا انتظام" دراصل وبائی ہیضہ سے جڑی ہوئی موت کے فطری انجام کی تصویر کشی ہے، جسے بعد کے مباحث میں علامتی طور پر "لٹرین میں موت" کہا گیا۔

مسلسل دست، قے اور جسمانی انہدام

روایت بتاتی ہے کہ اس کے بعد ایک اور دست آیا، پھر قے ہوئی۔ یہ سب علامات اس بات کی غماز ہیں کہ جسم کا نظام مکمل طور پر بیٹھ چکا تھا۔ طبی اعتبار سے یہ کیفیت وبائی ہیضہ یا شدید معدی خرابی کی واضح علامت ہے۔ یہاں نہ کوئی معجزہ نظر آتا ہے، نہ کسی غیبی حفاظت کا نشان، بلکہ ایک مسلسل ٹوٹتا ہوا جسم دکھائی دیتا ہے۔

گرنے کا واقعہ اور حالت کا بگڑ جانا

قے کے بعد لیٹتے ہوئے اتنا ضعف تھا کہ پشت کے بل چارپائی پر گر پڑا اور سر لکڑی سے ٹکرا گیا۔ یہ حادثہ نہیں بلکہ مسلسل بیماری کا منطقی نتیجہ تھا۔ اس کے بعد حالت دگرگوں ہو جانا اس بات کی دلیل ہے کہ اب جسم میں سنبھلنے کی کوئی گنجائش باقی نہ رہی تھی۔ یہ منظر خود اس کے دعووں کے بالکل برعکس حقیقت کو عیاں کرتا ہے۔

"یہ وہی ہے جو میں کہا کرتا تھا" اقرار یا اعتراف؟

جب والدہ صاحبہ نے گھبرا کر کہا "اللہ یہ کیا ہونے لگا ہے" تو جواب ملا "یہ وہی ہے جو

میں کہا کرتا تھا"۔ یہ جملہ نہ کسی پیشگوئی کی شان رکھتا ہے اور نہ کسی روحانی فتح کی دلیل ہے، بلکہ صاف ظاہر کرتا ہے کہ مرزا قادیانی خود جانتا تھا کہ جس بیماری کا وہ برسوں سے ذکر کر رہا ہے، آخرکار وہی بیماری اس کے خاتمے کا سبب بن رہی ہے۔ یہ جملہ دراصل ایک غیر ارادی اعتراف ہے کہ انجام وہی آیا جس کی علامات زندگی بھر اس کے ساتھ رہیں۔

حکیم مولوی نورالدین کو بلانے کا مطالبہ: محض طبی فیصلہ یا ذاتی میلان؟

سیرت المہدی کی روایت میں یہ بات خاص توجہ کی طالب ہے کہ جب مرزا قادیانی کی حالت نہایت نازک ہوگئی تو نصرت جہاں بیگم نے فوراً یہ تجویز دی کہ مولوی نورالدین کو بلایا جائے۔ بظاہر یہ ایک طبی فیصلہ دکھائی دیتا ہے، کیونکہ نورالدین حکیم بھی تھا اور قریبی ساتھی بھی۔ مگر ناقدین کے نزدیک یہ سوال محض علاج کا نہیں بلکہ ترجیحات اور تعلقات کا بھی ہے، کیونکہ اسی لمحے کسی اور طبی ماہر یا متبادل علاج کا ذکر سامنے نہیں آتا۔

ناقدین کا موقف، ذاتی تعلقات کا پس منظر

مرزا قادیانی پر تنقید کرنے والے مصنفین اور مخالف لٹریچر میں یہ دعویٰ کیا جاتا رہا ہے کہ نصرت جہاں بیگم اور حکیم نورالدین کے درمیان غیر معمولی قربت پائی جاتی تھی۔ بعض ناقدین اسے محض روحانی یا خاندانی تعلق ماننے کے بجائے ذاتی وابستگی کے تناظر میں دیکھتے ہیں۔ اسی تنقیدی زاویے سے یہ کہا جاتا ہے کہ نصرت جہاں بیگم کا آخری لمحات میں بھی سب سے پہلے حکیم نورالدین کا نام لینا، محض اتفاق نہیں تھا بلکہ اسی قربت کی علامت تھا جس کا ذکر ناقدین اپنی تحریروں میں کرتے ہیں۔

"طبیبِ خاص" یا "رفیقِ خاص"؟

یہ نکتہ بھی زیرِ بحث لایا جاتا ہے کہ اگر معاملہ محض علاج کا تھا تو لاہور جیسے شہر میں دیگر

اطباء اور ڈاکٹر موجود تھے، مگر توجہ فوراً مولوی نورالدین پر مرکوز ہوئی۔ ناقدین کے مطابق اس سے یہ تاثر بنتا ہے کہ نورالدین کی حیثیت صرف ایک حکیم کی نہیں بلکہ داخلی خانوادتی اور ذاتی اعتماد کے حامل فرد کی تھی، جس پر نصرت جہاں بیگم آخری لمحے تک انحصار کرتی رہیں۔

آخری لمحات میں جذباتی وابستگی کا تسلسل

ناقدین کے بیانیے میں یہ بات بار بار دہرائی جاتی ہے کہ مرزا قادیانی کی زندگی کے مختلف مراحل میں نورالدین اور نصرت جہاں بیگم کا کردار غیر معمولی رہا، اور وفات کے آخری لمحات میں بھی یہی ترتیب برقرار رہی۔ اس تنقیدی قراءت کے مطابق، مرزا قادیانی شدید ضعف، کثرتِ دست اور غشی کی کیفیت میں تھا، مگر فیصلہ سازی اور توجہ کا مرکز نصرت جہاں بیگم اور حکیم نورالدین رہے، جو ناقدین کے نزدیک ذاتی وابستگی کے تسلسل کی علامت ہے۔

علمی احتیاط کے ساتھ نتیجہ

یہ بات واضح رہنی چاہیے کہ نصرت جہاں بیگم اور حکیم نورالدین کے تعلق سے متعلق دعوے قادیانی مخالف لٹریچر میں پائے جاتے ہیں اور انہیں جماعتی مصادر میں اسی انداز سے تسلیم نہیں کیا جاتا۔ تاہم تنقیدی مطالعہ یہ ضرور بتاتا ہے کہ حکیم نورالدین کو بلانے کا مطالبہ وفات کی روایت میں ایک ایسا نکتہ ہے جو محض طبی ضرورت تک محدود نہیں رہتا بلکہ ناقدین کے لیے شخصی تعلقات اور اندرونی dynamics کو سمجھنے کا دروازہ کھولتا ہے۔

پوری زندگی ٹٹی موتر

> نیز حضرت والدہ صاحبہ نے فرمایا۔ کہ حضرت صاحب کو اسہال کی شکایت اکثر ہو جایا کرتی تھی۔ جس سے بعض اوقات بہت کمزوری ہو جاتی تھی............ اور آپ اسی بیماری سے فوت ہوئے۔)

(سیرت المہدی جلد اول صفحہ 12)

بیماری کا اعتراف: اتفاقی نہیں، مستقل کیفیت

سیرت المہدی کی روایت نمبر 12 کے اختتام پر نصرت جہاں بیگم کا یہ بیان کہ "حضرت صاحب کو اسہال کی شکایت اکثر ہو جایا کرتی تھی" نہایت فیصلہ کن حیثیت رکھتا ہے۔ لفظ "اکثر" خود اس بات کی واضح دلیل ہے کہ یہ بیماری کوئی عارضی یا وقتی مسئلہ نہیں تھی بلکہ ایک مستقل اور بار بار لوٹ آنے والی کیفیت تھی۔ اس ایک لفظ سے پوری زندگی کا طبی نقشہ سامنے آجاتا ہے، جو سابقہ حوالہ جات میں مذکور کثرتِ پیشاب اور کثرتِ دست کے بیانات سے پوری طرح ہم آہنگ ہے۔

کمزوری اور جسمانی انہدام کا تسلسل

اسی بیان میں یہ اضافہ کہ "جس سے بعض اوقات بہت کمزوری ہو جاتی تھی" اس امر کی تصدیق کرتا ہے کہ اسہال محض ایک علامت نہیں بلکہ جسمانی طاقت کے زوال کا مستقل سبب تھا۔ اس کمزوری کا ذکر ہم پہلے بھی دیکھ چکے ہیں: نماز مکمل نہ ہو پانا، چلنے سے معذوری، چارپائی کے قریب انتظام، اور بے ہوشی کی کیفیت۔ یوں سیرت المہدی کا یہ جملہ پورے واقعاتی تسلسل کو ایک مختصر مگر جامع نتیجے میں سمو دیتا ہے۔

سببِ وفات کی صراحت، کوئی ابہام باقی نہیں

روایت کا سب سے اہم اور فیصلہ کن حصہ وہ جملہ ہے جس میں صاف الفاظ میں کہا گیا: "اور آپ اسی بیماری سے فوت ہوئے" یہاں نہ کوئی تاویل ہے، نہ کسی دوسری وجہ کی طرف اشارہ۔ خود گھر کی خاتونِ اوّل کی زبانی یہ اقرار کہ وفات اسی اسہالی بیماری کا نتیجہ تھی، اس سارے بیانیے کو حتمی بنا دیتا ہے۔ یوں وفات کو کسی اور روحانی یا غیر طبعی سبب سے جوڑنے کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔

پوری زندگی اور آخری انجام: ایک ہی بیماری

جب اس اختتامی بیان کو مرزا قادیانی کی اپنی تحریروں کے ساتھ رکھا جائے جن میں وہ دن میں سو سو بار پیشاب آنے، کثرتِ دست، اور دائمی کمزوری کا ذکر کرتا ہے تو ایک واضح تصویر بنتی ہے:

☆ وہ بیماری جسے وہ برسوں سے بیان کرتا آیا۔

☆ وہی بیماری آخری لمحے میں شدت اختیار کرتی ہے۔

☆ اور بالآخر اسی میں وفات واقع ہوتی ہے۔

اس طرح زندگی اور موت کے درمیان کوئی تضاد نہیں بلکہ مکمل تسلسل دکھائی دیتا ہے۔

سیرت المہدی کا غیر ارادی نتیجہ

یہ بات خاص طور پر قابلِ غور ہے کہ سیرت المہدی جیسی مداحانہ کتاب، جس کا مقصد سوانحی تعارف ہے، وہی کتاب غیر ارادی طور پر یہ ثابت کر دیتی ہے کہ مرزا قادیانی ایک دائمی اسہالی مرض میں مبتلا رہا اور اسی مرض نے اس کی جان لی۔ اس مقام پر کسی مخالف ماخذ یا بیرونی الزام کی ضرورت نہیں رہتی، کیونکہ اقرار خود اندرونی روایت سے سامنے آجاتا ہے۔

کے مخفی اثرات کے ماتحت اپنے اندر سختی اور تکلیف کا پہلو رکھتا ہے۔ چنانچہ منگل کے متعلق حدیث میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول آتا ہے کہ منگل وہ دن ہے جس میں خدا تعالیٰ نے پتھریلے پہاڑ اور ضرر رساں چیزیں پیدا کی ہیں۔ دیکھو تفسیر ابن کثیر آیت خلق الارض فی یومین الخ)

﴿12﴾ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم** ۔ بیان کیا مجھ سے حضرت والدہ صاحبہ نے کہ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام آخری بیماری بیمار ہوئے اور آپ کی حالت نازک ہوئی تو میں نے گھبرا کر کہا "اللہ یہ کیا ہونے لگا ہے" اس پر حضرت صاحب نے فرمایا "یہ وہی ہے جو میں کہا کرتا تھا" خاکسار مختصراً عرض کرتا ہے کہ حضرت مسیح موعود ۲۵ رمئی ۱۹۰۸ء یعنی پیر کی شام کو بالکل اچھے تھے رات کو عشاء کی نماز کے بعد خاکسار باہر سے مکان میں آیا تو میں نے دیکھا کہ آپ والدہ صاحبہ کے ساتھ پلنگ پر بیٹھے ہوئے کھانا کھا رہے تھے۔ میں اپنے بستر پر جا کر لیٹ گیا اور پھر مجھے نیند آ گئی۔ رات کے پچھلے پہر صبح کے قریب مجھے جگایا گیا یا شاید لوگوں کے چلنے پھرنے اور بولنے کی آواز سے میں خود بیدار ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اسہال کی بیماری سے سخت بیمار ہیں اور حالت نازک ہے اور اِدھر اُدھر معالج اور دوسرے لوگ کام میں لگے ہوئے ہیں۔ جب میں نے پہلی نظر حضرت مسیح موعودؑ کے اوپر ڈالی تو میرا دل بیٹھ گیا۔ کیونکہ میں نے ایسی حالت آپ کی اس سے پہلے نہ دیکھی تھی اور میرے دل پر یہی اثر پڑا کہ یہ مرض الموت ہے۔ اس وقت آپ بہت کمزور ہو چکے تھے۔ اتنے میں ڈاکٹر نے نبض دیکھی تو ندارد۔ سب سمجھے کہ وفات پا گئے اور یکدم سب پر ایک سناٹا چھا گیا مگر تھوڑی دیر کے بعد نبض میں پھر حرکت پیدا ہوئی مگر حالت بدستور نازک تھی اتنے میں صبح ہو گئی اور حضرت مسیح موعود کی چارپائی کو باہر صحن سے اُٹھا کر اندر کمرے میں لے آئے جب ذرا اچھی روشنی ہو گئی تو حضرت مسیح موعودؑ نے پوچھا کیا نماز کا وقت ہو گیا ہے؟ غالباً شیخ عبدالرحمٰن صاحب قادیانی نے عرض کیا کہ حضور ہو گیا ہے۔ آپ نے بستر پر ہی ہاتھ مار کر تیمّم کیا اور لیٹے لیٹے ہی نماز شروع کر دی مگر آپ اسی حالت میں تھے کہ غشی سی طاری ہو گئی اور نماز کو پورا نہ کر سکے۔ تھوڑی دیر کے بعد آپ نے پھر دریافت فرمایا کہ صبح کی نماز کا وقت ہو گیا ہے عرض کیا گیا حضور ہو گیا ہے آپ نے پھر نیت باندھی مگر مجھے یاد نہیں کہ نماز پوری کر سکے

یانہیں۔اس وقت آپ کی حالت سخت کرب اور گھبراہٹ کی تھی۔غالباً آٹھ یا ساڑھے آٹھ بجے ڈاکٹر نے پوچھا کہ حضور کو خاص طور پر کیا تکلیف محسوس ہوتی ہے۔مگر آپ جواب نہ دے سکتے اس لئے کاغذ قلم دوات منگوائی گئی اور آپ نے بائیں ہاتھ پر سہارا لے کر بستر سے کچھ اُٹھ کر لکھنا چاہا مگر بمشکل دو چار الفاظ لکھ سکے اور پھر بوجہ ضعف کے کاغذ کے اوپر قلم گھسٹتا ہوا چلا گیا اور آپ پھر لیٹ گئے۔یہ آخری تحریر جس میں غالباً زبان کی تکلیف کا اظہار تھا اور کچھ حصّہ پڑھا نہیں جاتا تھا جناب والدہ صاحبہ کو دے دی گئی۔نو بجے کے بعد حضرت صاحب کی حالت زیادہ نازک ہوگئی اور تھوڑی دیر کے بعد آپ کو غرغرہ شروع ہوگیا۔غرغرہ میں کوئی آواز وغیرہ نہیں تھی بلکہ صرف سانس لمبا لمبا اور کھچ کھچ کر آتا تھا خاکسار اس وقت آپ کے سرہانے کھڑا تھا۔یہ حالت دیکھ کر والدہ صاحبہ کو جو اس وقت ساتھ والے کمرے میں تھیں اطلاع دی گئی وہ مع چند گھر کی مستورات کے آپ کی چارپائی کے پاس آکر زمین پر بیٹھ گئیں۔اس وقت ڈاکٹر محمد حسین شاہ صاحب لاہوری نے آپ کی چھاتی میں پستان کے پاس انجکشن یعنی دوائی کی پچکاری کی جس سے وہ جگہ کچھ اُبھر آئی مگر کچھ افاقہ محسوس نہ ہوا بلکہ بعض لوگوں نے بُرا منایا کہ اس حالت میں آپ کو کیوں یہ تکلیف دی گئی ہے۔ تھوڑی دیر تک غرغرہ کا سلسلہ جاری رہا اور ہر آن سانسوں کے درمیان کا وقفہ لمبا ہوتا گیا حتّٰی کہ آپ نے ایک لمبا سانس لیا اور آپ کی روح رفیق اعلیٰ کی طرف پرواز کرگئی۔**اللھم صل علیہ و علٰی مطاعہ محمدؐ و بارک وسلم۔**

خاکسار نے والدہ صاحبہ کی یہ روایت جو شروع میں درج کی گئی ہے جب دوبارہ والدہ صاحبہ کے پاس برائے تصدیق بیان کی اور حضرت مسیح موعودؑ کی وفات کا ذکر آیا تو والدہ صاحبہ نے فرمایا کہ حضرت مسیح موعود کو پہلا دست کھانا کھانے کے وقت آیا تھا مگر اس کے بعد تھوڑی دیر تک ہم لوگ آپ کے پاؤں دباتے رہے اور آپ آرام سے لیٹ کر سوگئے۔اور میں بھی سوگئی لیکن کچھ دیر کے بعد آپ کو پھر حاجت محسوس ہوئی اور غالباً ایک یا دو دفعہ رفع حاجت کے لئے آپ پاخانہ تشریف لے گئے۔اس کے بعد آپ نے زیادہ ضعف محسوس کیا تو اپنے ہاتھ سے مجھے جگایا۔میں اٹھی تو آپ کو اتنا ضعف تھا کہ آپ میری چارپائی پر ہی لیٹ گئے اور میں آپکے پاؤں دبانے کے لئے بیٹھ گئی۔تھوڑی دیر کے بعد حضرت صاحب نے فرمایا تم اب

سو جاؤ۔ میں نے کہا نہیں میں دباتی ہوں۔ اتنے میں آپ کو ایک اور دست آیا مگر اب اس قدر ضعف تھا کہ آپ پاخانہ نہ جا سکتے تھے اسلئے میں نے چارپائی کے پاس ہی انتظام کر دیا اور آپ وہیں بیٹھ کر فارغ ہوئے اور پھر اُٹھ کر لیٹ گئے اور میں پاؤں دباتی رہی مگر ضعف بہت ہو گیا تھا اس کے بعد ایک اور دست آیا اور پھر آپ کو ایک قے آئی۔ جب آپ قے سے فارغ ہو کر لیٹنے لگے تو اتنا ضعف تھا کہ آپ لیٹتے لیٹتے پشت کے بل چارپائی پر گر گئے اور آپ کا سر چارپائی کی لکڑی سے ٹکرایا اور حالت دگرگوں ہو گئی۔ اس پر میں نے گھبرا کر کہا ''اللہ یہ کیا ہونے لگا ہے'' تو آپ نے فرمایا ''یہ وہی ہے جو میں کہا کرتا تھا'' خاکسار نے والدہ صاحبہ سے پوچھا کیا آپ سمجھ گئی تھیں کہ حضرت صاحب کا کیا منشاء ہے؟ والدہ صاحبہ نے فرمایا ''ہاں'' والدہ صاحبہ نے یہ بھی فرمایا کہ جب حالت خراب ہوئی اور ضعف بہت ہو گیا تو میں نے کہا مولوی صاحب (حضرت مولوی نورالدین صاحب) کو بلا لیں؟ آپ نے فرمایا بلا لو نیز فرمایا محمود کو جگا لو۔ پھر میں نے پوچھا محمد علی خان یعنی نواب صاحب کو بلا لوں؟ والدہ صاحبہ فرماتی ہیں کہ مجھے یاد نہیں کہ حضرت صاحب نے اس کا کچھ جواب دیا، یا نہیں اور دیا تو کیا دیا۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ مرض موت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی سخت کرب تھا اور نہایت درجہ بے چینی اور گھبراہٹ اور تکلیف کی حالت تھی اور ہم نے دیکھا ہے کہ حضرت مسیح موعود کا بھی بوقت وفات قریباً ایسا ہی حال تھا۔ یہ بات ناواقف لوگوں کے لئے موجب تعجب ہو گی کیونکہ دوسری طرف وہ یہ سنتے اور دیکھتے ہیں کہ صوفیا اور اولیاء کی وفات نہایت اطمینان اور سکون کی حالت میں ہوتی ہے۔ سو دراصل بات یہ ہے کہ نبی جب فوت ہونے لگتا ہے تو اپنی امت کے متعلق اپنی تمام ذمہ داریاں اس کے سامنے ہوتی ہیں اور ان کے مستقبل کا فکر مزید برآں اسکے دامن گیر ہوتا ہے۔ تمام دنیا سے بڑھ کر اس بات کو نبی جانتا اور سمجھتا ہے کہ موت ایک دروازہ ہے جس سے گذر کر انسان نے خدا کے سامنے کھڑا ہونا ہے پس موت کی آمد جہاں اس لحاظ سے اس کو مسرور کرتی ہے کہ وصال محبوب کا وقت قریب آن پہنچا ہے وہاں اس کی عظیم الشان ذمہ داریوں کا احساس اور اپنی امت کے متعلق آئندہ کا فکر اسے غیر معمولی کرب میں مبتلا کر دیتے ہیں مگر صوفیا اور اولیاء ان فکروں سے آزاد ہوتے ہیں۔ ان پر صرف ان

کے نفس کا بار ہوتا ہے مگر نبیوں پر ہزاروں لاکھوں کروڑوں انسانوں کا بار۔ پس فرق ظاہر ہے

(اس روایت میں حضرت والدہ صاحبہ نے جو یہ بیان کیا ہے کہ ان کی گھبراہٹ کے اظہار پر حضرت مسیح موعودؑ نے یہ فرمایا کہ ''یہ وہی ہے جو میں کہا کرتا تھا'' اس کے متعلق میں نے حضرت والدہ صاحبہ سے دریافت کیا تھا کہ اس سے کیا مراد ہے جس پر انہوں نے فرمایا کہ حضرت صاحب کی یہ مراد تھی کہ جیسا کہ میں کہا کرتا تھا کہ میری وفات کا وقت قریب ہے۔ سو اب یہ وہی موعود وقت آ گیا ہے اور والدہ صاحبہ نے فرمایا کہ ان الفاظ میں گویا حضرت صاحب نے مجھے ایک رنگ میں تسلی دی تھی کہ گھبرانے کی کوئی بات نہیں ہے کیونکہ یہ وہی مقدر وقت ہے جس کے متعلق میں خدا سے علم پا کر ذکر کیا کرتا تھا اور جس طرح خدا کا یہ وعدہ پورا ہو رہا ہے۔ اسی طرح خدا کے دوسرے وعدے بھی جو میرے بعد خدائی نصرت وغیرہ کے متعلق ہیں۔ پورے ہوں گے اور خدا تم سب کا خود کفیل ہوگا۔ نیز حضرت والدہ صاحبہ نے فرمایا۔ کہ حضرت صاحب کو اسہال کی شکایت اکثر ہو جایا کرتی تھی۔ جس سے بعض اوقات بہت کمزوری ہو جاتی تھی............اور آپ اسی بیماری سے فوت ہوئے۔)

﴿13﴾ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم** ۔ بیان کیا مجھ سے حضرت والدہ صاحبہ نے کہ جن ایام میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام رسالہ الوصیت لکھ رہے تھے ایک دفعہ جب آپ شریف (یعنی میرے چھوٹے بھائی عزیزم مرزا شریف احمدؐ) کے مکان کے صحن میں ٹہل رہے تھے۔ آپ نے مجھ سے کہا کہ مولوی محمدؐ علی سے ایک انگریز نے دریافت کیا تھا کہ جس طرح بڑے آدمی اپنا جانشین مقرر کیا کرتے ہیں مرزا صاحب نے بھی کوئی جانشین مقرر کیا ہے یا نہیں؟ اس کے بعد آپ فرمانے لگے تمہارا کیا خیال ہے۔ کیا میں محمود (خلیفۃ المسیح ثانی) کو لکھ دوں یا فرمایا مقرر کر دوں؟ والدہ صاحبہ فرماتی ہیں میں نے کہا کہ جس طرح آپ مناسب سمجھیں کریں۔

﴿14﴾ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم** ۔ بیان کیا مجھ سے حضرت والدہ صاحبہ نے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے تھے کہ ہماری جماعت میں تین قسم کے لوگ ہیں ایک تو وہ ہیں جن کو دنیوی شان وشوکت کا خیال ہے کہ محکمے ہوں، دفاتر ہوں، بڑی بڑی عمارتیں ہوں وغیرہ وغیرہ۔ دوسرے وہ ہیں جو کسی بڑے آدمی مثلاً

موت کے وقت منہ سے پاخانہ اور خون

سیرت المہدی کے نیو ایڈیشن سے ایک عبارت کو غائب کر دیا گیا ہے قدیم 1935 والا ایڈیشن جس کی 500 کاپیاں چھپی تھیں اس میں کچھ حقائق نقل ہو گئے تھے لہذا خلیفہ کے حکم پر تمام کاپیوں کو تلف کر دیا گیا تھا اسی ایڈیشن میں روایت نمبر 12 میں یہ لکھا تھا کہ:

اور آپ پھر لیٹ گئے" میں نے دیکھا کہ آپ کے منہ سے گو نکل رہا تھا اور گو کے ساتھ خون بھی شامل تھا" ۔ یہ آخری تحریر جس میں غالبا زبان کی تکلیف کا اظہار تھا۔

(سیرت المہدی جلد 1 صفحہ 10، 1935 قدیم ایڈیشن)

یعنی مرزا قادیانی کی موت کے وقت اس کے منہ سے پاخانہ اور خون نکل رہا تھا۔

قدیم و جدید ایڈیشن کا اختلاف: متن کی گمشدگی کا سوال

سیرت المہدی کے قدیم (1935ء) ایڈیشن میں روایت نمبر 12 کے ضمن میں ایک عبارت شامل تھی جو بعد کے نیو ایڈیشنز میں موجود نہیں رہی۔ ناقدین کے نزدیک یہ محض طباعتی فرق نہیں بلکہ مواد کے اخراج (omission) کا معاملہ ہے۔ یہ سوال اسی وقت جنم لیتا ہے کہ جب قدیم ایڈیشن میں شامل ایک حساس جملہ بعد کے ایڈیشنز میں مکمل طور پر غائب ہو جائے، تو محقق کو اس حذف کی وجہ تلاش کرنا پڑتی ہے۔

زیرِ بحث عبارت اور اس کا مفہوم

قدیم ایڈیشن سے منسوب عبارت کے مطابق آخری لمحات میں یہ کیفیت بیان کی گئی کہ

"میں نے دیکھا کہ آپ کے منہ سے گو نکل رہا تھا اور گو کے ساتھ خون بھی شامل تھا"

اور اسی کے ساتھ آخری تحریر کا ذکر آتا ہے جس میں غالباً زبان کی تکلیف کی طرف اشارہ تھا۔ ناقدین اس عبارت کو شدید وبائی ہیضہ/ معدی انہدام کی علامت کے طور پر پڑھتے ہیں،

جہاں جسم کے داخلی نظام مکمل طور پر بیٹھ جاتے ہیں اور مریض پر شدید علامات طاری ہو جاتی ہیں۔

طبی زاویۂ نگاہ: شدید اسہالی بحران کی علامات

طبی ادب میں شدید اسہال یا وبائی کیفیت کے آخری مراحل میں قے، خون آلود اخراجات، بے ہوشی اور زبان کی تکلیف جیسی علامات کا ذکر ملتا ہے۔ ناقدین اسی طبی فریم ورک میں اس عبارت کی تشریح کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ بیان وفات کے وقت جسمانی انہدام کی انتہا کی تصویر کشی کرتا ہے یعنی وہی بیماری جس کا ذکر پوری زندگی کے بیانات میں ملتا ہے، آخری لمحے میں شدید ترین صورت اختیار کر لیتی ہے۔

متن کے اخراج کی ممکنہ توجیہات

یہاں ناقدین چند ممکنہ توجیہات پیش کرتے ہیں:

1. ادبی/سوانحی تنقیح: بعد کے ایڈیشنز میں ایسے مناظر کو حذف کیا گیا جو سوانح کے تقدسی اسلوب سے مطابقت نہیں رکھتے تھے۔

2. حساسیت: وفات کے آخری لمحات کی جسمانی تفصیلات کو غیر ضروری سمجھ کر نکال دیا گیا۔

3. داخلی ہم آہنگی: ایسی عبارت جو پہلے سے موجود روایات (نماز، تیمم، آخری تحریر) کے تقدسی بیانیے سے ٹکراتی ہو، اسے کم کر دیا گیا۔

اہم بات یہ ہے کہ حذف ہونے کی وجہ کچھ بھی ہو، قدیم و جدید ایڈیشن کے فرق نے سوال کو جنم دیا ہے۔

تنقیدی نتیجہ: اختلافِ متن بطور تحقیقی قرینہ

اس پورے معاملے میں ناقدین کا زور اس بات پر ہے کہ:

☆ اگر قدیم ایڈیشن میں یہ عبارت موجود تھی اور بعد کے ایڈیشنز میں نہیں رہی،

☆ تو محقق کے لیے یہ اختلافِ متن بذاتِ خود ایک تحقیقی قرینہ ہے۔

☆ یہ قرینہ اس دعوے کو تقویت دیتا ہے کہ وفات کی جسمانی کیفیت بعد میں نرم/مختصر کر کے پیش کی گئی، جب کہ ابتدائی متن میں تفصیل زیادہ تھی۔

احتیاط کے ساتھ خلاصہ

علمی دیانت کا تقاضا یہی ہے کہ ہم یہ کہیں کہ قدیم ایڈیشن سے منسوب عبارت ناقدین کے ہاں موجود ہے اور وہ اسے وفات کی شدید اسہالی کیفیت کی دلیل کے طور پر پڑھتے ہیں۔ بعد کے ایڈیشنز میں اس کا اخراج ایک سوال کھڑا کرتا ہے جس پر تحقیق کی گنجائش باقی ہے۔ نتیجہ حتمی دعویٰ نہیں بلکہ متنی اختلاف کی بنیاد پر تنقیدی تشریح ہے۔

آپ بہت کمزور ہو چکے تھے۔ اتنے میں ڈاکٹر نے نبض دیکھی تو ندارد۔ سب سمجھے کہ وفات پا گئے۔ اور یکدم سب پر ایک سناٹا چھا گیا۔ مگر تھوڑی دیر کے بعد نبض میں پھر حرکت پیدا ہوئی۔ مگر حالت بدستور نازک تھی اتنے میں صبح ہو گئی۔ اور حضرت مسیح موعود کی چارپائی کو باہر صحن سے اٹھا کر اندر کمرے میں لے آئے جب ذرا اچھی روشنی ہو گئی۔ تو حضرت مسیح موعود نے پوچھا کیا نماز کا وقت ہو گیا ہے؟ غالباً شیخ عبدالرحمٰن صاحب قادیانی نے عرض کیا۔ کہ حضور ہو گیا ہے۔ آپ نے بستر پر ہی ہاتھ مار کر تیمم کیا اور لیٹے لیٹے ہی نماز شروع کر دی۔ مگر آپ اسی حالت میں تھے۔ کہ غشی سی طاری ہو گئی۔ اور نماز کو پورا نہ کر سکے۔ تھوڑی دیر کے بعد آپ نے پھر دریافت فرمایا کہ صبح کی نماز کا وقت ہو گیا ہے۔ عرض کیا گیا حضور ہو گیا ہے۔ آپ نے پھر نیت باندھی۔ مگر مجھے یاد نہیں کہ نماز پوری کر سکے یا نہیں۔ اس وقت آپ کی حالت سخت کرب اور گھبراہٹ کی تھی۔ غالباً آٹھ یا ساڑھے آٹھ بجے ڈاکٹر نے پوچھا۔ کہ حضور کو خاص طور پر کیا تکلیف محسوس ہوتی ہے۔ مگر آپ جواب نہ دے سکے اسلئے کاغذ قلم دوات منگوائی گئی۔ اور آپ نے بائیں ہاتھ پر سہارا لے کر بستر سے کچھ اٹھ کر لکھنا چاہا مگر بمشکل دو چار الفاظ لکھ سکے اور پھر بوجہ ضعف کے کاغذ کے اوپر قلم گھسٹتا ہوا چلا گیا۔ اور آپ پھر لیٹ گئے۔ میں نے دیکھا کہ آپ کے منہ سے گو نکل رہا تھا اور گو کے ساتھ خون بھی شامل تھا۔ یہ آخری تحریر جس میں غالباً زبان کی تکلیف کا اظہار تھا اور کچھ حصہ پڑھا نہیں جاتا تھا۔ جناب والدہ صاحبہ کو دیدی گئی۔ نو بجے کے بعد حضرت صاحب کی حالت زیادہ نازک ہو گئی اور تھوڑی دیر کے بعد آپ کو غرغرہ شروع ہو گیا۔ غرغرہ میں کوئی آواز وغیرہ نہیں تھی۔ بلکہ صرف سانس لمبا لمبا اور کھچ کھچ کر آتا تھا۔ خاکسار اس وقت آپکے سرہانے کھڑا تھا۔ یہ حالت دیکھ کر والدہ صاحبہ کو جو اس وقت ساتھ والے کمرے میں تھیں۔ اطلاع دی گئی۔ وہ مع چند گھر کی مستورات کے آپ کی چارپائی کے پاس آ کر زمین پر بیٹھ گئیں۔ اس وقت ڈاکٹر محمد حسین شاہ

مدینے میں مرنے والا لاہور کی لٹرین میں مر گیا

مرزا قادیانی کہتا ہے کہ مجھ پر وحی نازل ہوئی ہے اور میرا خدا یلاش مجھے کہتا ہے کہ:

ہم مکہ میں مریں گے یا مدینہ میں

(تذکرہ صفحہ 556، الہام 14 جنوری 1906)

الہام کا دعویٰ اور مقامِ وفات کی تعیین

مرزا قادیانی کے منسوب الہام میں یہ جملہ درج ہے کہ:

"ہم مکہ میں مریں گے یا مدینہ میں"

یہ دعویٰ محض ایک عمومی خواہش نہیں بلکہ وحی کے طور پر پیش کیا گیا بیان ہے، جس کا لازمی تقاضا یہ بنتا ہے کہ وفات بھی انہی مقدس مقامات میں سے کسی ایک میں واقع ہو۔ اس قسم کے دعوے میں مقامِ وفات محض جغرافیہ نہیں رہتا بلکہ دعویٰ کی صداقت کا معیار بن جاتا ہے۔

حقیقتِ حال: لاہور میں وفات

اس کے مقابلے میں سیرت المہدی کی تفصیلی روایات بالخصوص روایت نمبر 12 یہ واضح کرتی ہیں کہ مرزا قادیانی کی آخری بیماری لاہور میں شدت اختیار کرتی ہے اور وہیں وفات واقع ہوتی ہے۔ یہ وفات کسی سفر، ہجرت یا مقدس مقام کی حاضری کے دوران نہیں بلکہ شدید اسہال، ضعف، قے اور بے بسی کی حالت میں ہوتی ہے۔ یوں مقامِ وفات کا یہ واقعہ الہامی دعوے سے براہِ راست متصادم نظر آتا ہے۔

تقدسِ مدینہ بمقابلہ حقیقتِ لاہور

ناقدین کے نزدیک یہاں تضاد صرف مقام کا نہیں بلکہ بیانیے کا ہے۔ ایک طرف مدینہ یا مکہ جیسے مقدس مقامات کا ذکر ہے، جو روحانی عظمت اور قبولیت کی علامت سمجھے

جاتے ہیں دوسری طرف وفات کی حقیقت لاہور کے ایک مکان میں، شدید بیماری اور جسمانی انہدام کے ساتھ سامنے آتی ہے۔ یہ تقابل خود بخود سوال اٹھاتا ہے کہ اگر الہام الٰہی تھا تو اس کی تکمیل کیوں نہ ہوئی؟

الہام اور انجام کے درمیان خلیج

یہ نکتہ بھی قابل توجہ ہے کہ 1906ء کے الہام اور 1908ء کی وفات کے درمیان دو برس کا فاصلہ ہے۔ اس عرصے میں نہ مکہ کی حاضری ہوئی، نہ مدینہ کی، اور نہ ہی کسی ایسی تیاری کا ذکر ملتا ہے جو اس الہام کی تکمیل کی طرف اشارہ کرے۔ اس سے ناقدین یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ الہام اور عملی انجام کے درمیان ایک ناقابل انکار خلیج موجود ہے۔

ہمارے رسالہ کے مرکزی بیانیے سے ربط

جب اس الہام کو مرزا قادیانی کی آخری بیماری کے تفصیلی بیان کثرتِ دست، چارپائی کے قریب رفعِ حاجت کا انتظام، ضعف، غشی اور وفات کے ساتھ جوڑا جائے، تو ایک واضح تصویر بنتی ہے: وہ شخص جو اپنی وفات کو مقدس مقامات سے جوڑ رہا تھا۔ اس کی زندگی کا اختتام شدید جسمانی بیماری اور لاہور میں وفات پر ہوا۔ یہی ربط رسالہ "مسیح ٹٹی موتر" کے استدلال کو مضبوط بناتا ہے کہ دعویٰ اور انجام کے درمیان واضح تضاد موجود ہے۔

تنقیدی خلاصہ

علمی اور تنقیدی نقطۂ نظر سے کہا جا سکتا ہے کہ مکہ یا مدینہ میں وفات کا بیان الہامی دعویٰ کے طور پر پیش کیا گیا۔ تاریخی و سوانحی روایات کے مطابق وفات لاہور میں ہوئی۔ اس تضاد کی توجیہ قادیانی مصادر میں صراحت سے موجود نہیں۔

نتیجتاً ناقدین کے نزدیک یہ معاملہ دعویٰ اور حقیقت کے عدمِ تطابق کی ایک نمایاں مثال بن جاتا ہے۔

۱۴/جنوری۱۹۰۶ء ''۱ كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ۔ ۲ سَلَامٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ۔
۳ ہم مکہ میں مریں گے یا مدینہ میں۔ یعنی یا تو قہری غلبہ کے وقت ہماری موت ہوگی جیسا کہ قہری غلبہ مکہ میں ہوا اور یا اس وقت ہماری موت ہوگی جبکہ طبعی جوش سے لوگ ہمارے تابع ہو جائیں گے گویا مدینہ کی سی حالت اس ملک کی ہو جائے گی اور اس طرح گویا ہم مدینہ میں مریں گے۔''[1]
(کاپی الہامات حضرت مسیح موعود علیہ السلام صفحہ ۵۵)

۱۵/جنوری۱۹۰۶ء (الف) '' تزلزل در ایوانِ کسریٰ فتاد ''[2]
(بدر جلد ۲ نمبر ۳ مورخہ ۱۹/جنوری ۱۹۰۶ء صفحہ ۲۔ الحکم جلد ۱۰ نمبر ۳ مورخہ ۲۴/جنوری ۱۹۰۶ء صفحہ ۱)

(ب) ''صبح پیر کا دن ۱۵/جنوری ۱۹۰۶ء کو میں نے خواب میں دیکھا کہ

امام الدین کی کنچنی بیوی گر پڑی ہوئی ہے۔''

(کاپی الہامات حضرت مسیح موعود علیہ السلام صفحہ ۶۲)

۱؎ (نوٹ از ناشر) الحکم مورخہ ۱۷/جنوری ۱۹۰۶ء صفحہ ۳ اور بدر مورخہ ۱۹/جنوری ۱۹۰۶ء صفحہ ۲ میں یہ الہامات مع تفصیل درج ہیں۔ بدر کی تحریر یوں ہے۔

''خدا نے ابتداء سے مقدّر کر چھوڑا ہے کہ وہ اور اس کے رسول غالب رہیں گے۔ خدائے رحیم کہتا ہے کہ سلامتی ہے۔ یعنی خائب و خاسر کی طرح تیری موت نہیں ہے۔ اور یہ کلمہ کہ ہم مکہ میں مریں گے یا مدینہ میں، اس کے یہ معنی ہیں کہ قبل از موت مکی فتح نصیب ہوگی۔ جیسا کہ وہاں دشمنوں کو قہر کے ساتھ مغلوب کیا گیا تھا اسی طرح یہاں بھی دشمن قہری نشانوں سے مغلوب کئے جائیں گے۔ دوسرے یہ معنے ہیں کہ قبل از موت مدنی فتح نصیب ہوگی۔ خود بخود لوگوں کے دل ہماری طرف مائل ہو جائیں گے۔ فقرہ كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ مکہ کی طرف اشارہ کرتا ہے اور فقرہ سَلَامٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ مدینہ کی طرف۔''

۲؎ (ترجمہ از مرتّب) شاہِ ایران کے محل میں تزلزل پڑ گیا۔

(نوٹ از مولانا جلال الدین شمسؓ) چنانچہ اس الہام کے بعد بالکل خلافِ توقع ایران میں جلد ہی شورِ بغاوت برپا ہوا اور مرزا محمد علی شاہِ ایران نے مجبوراً بتاریخ ۱۵/جولائی ۱۹۰۹ء روس کے سفارت خانہ میں پناہ لی۔ آخر وہ تخت سے معزول کیا گیا اور پارلیمنٹ بنائی گئی۔ مفصّل دیکھیے ''دعوۃ الامیر'' تصنیف حضرت سیّدنا امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہِ العزیز۔ انوار العلوم جلد ۷ صفحہ ۵۲۳ تا ۵۲۵ شائع کردہ فضل عمر فاؤنڈیشن ربوہ۔

مرزا قادیانی کی لٹرین میں خلوت نشینی

مرزا قادیانی کی ٹٹی موتر سے اتنا پیار تھا کہ پوری زندگی لٹرین میں ہی رہنا پسند کرتا تھا لہذا لٹرین سے ابھی اس کی محبت زندگی بھر رہی جس کا ایک ثبوت قادیانی مفتی صادق کی کتاب ذکر حبیب میں ملتا ہے وہ لکھتا ہے کہ:

خلوت

حضرت مسیح موعود کی عادت تھی کہ دن میں کسی ایک وقت ایک یا دو گھنٹہ کے واسطے سب سے بالکل علیحدہ ہو جاتے تھے۔ گورداسپور میں جس مکان میں ہم سب منزل کئے ہوئے تھے اُس کی زمین کی منزل پر دروازہ سے داخل ہوتے ہوئے بائیں طرف ایک چھوٹا سا کمرہ تھا جو پاخانہ کے لئے استعمال ہوتا تھا مگر پاخانہ کے واسطے کوٹھے کے اوپر اور جگہیں بھی تھیں۔ پس اس نیچے والے کمرے کو حضور نے صاف کرایا۔ اُسے خوب دھویا گیا اور اُس پر فرش کیا گیا اور دوپہر کے وقت دو یا تین گھنٹے کے قریب حضور بالکل علیحدہ اندر سے کنڈی لگا کر اس میں بیٹھے رہتے تھے۔

(ذکر حبیب مصنف قادیانی مفتی صادق، صفحہ 27)

مرزا قادیانی کی لٹرین میں خلوت نشینی

قادیانی مفتی صادق کی کتاب "ذکر حبیب" میں جس "خلوت" کا ذکر آیا ہے، وہ محض روحانی تنہائی نہیں بلکہ مقامِ خلوت کے اعتبار سے غیر معمولی ہے۔ بیان کے مطابق گورداسپور کے مکان میں زمین کی منزل پر ایک چھوٹا کمرہ تھا "جو پاخانہ کے لئے استعمال ہوتا تھا"۔ اسی کمرے کو صاف کروا کر، دھلوا کر اور فرش کروا کر مرزا قادیانی روزانہ دو سے تین گھنٹے اندر

سے کنڈی لگا کر بیٹھتا تھا۔ناقدین کے نزدیک یہاں سوال وقت کا نہیں بلکہ جگہ کے انتخاب کا ہے۔

عبادت یا عادت: خلوت کے محلِ وقوع کی معنویت

عام طور پر روحانی خلوت کے لیے مسجد، حجرہ، کمرہ یا کسی پاک و مخصوص مقام کا انتخاب کیا جاتا ہے۔مگر اس روایت میں جس جگہ کا ذکر ہے، وہ اپنی سابقہ حیثیت میں رفعِ حاجت کے لیے مختص تھی۔ناقدین کے مطابق، اگر مقصد محض تنہائی یا ذکر تھا تو مکان کے دیگر کمروں کی موجودگی میں اسی جگہ کا انتخاب ایک معنی خیز نکتہ بن جاتا ہے، خاص طور پر اس پس منظر میں کہ مرزا قادیانی خود اپنی تحریروں میں کثرتِ پیشاب و دست کا اعتراف کرتا رہا ہے۔

صفائی کے بعد بھی شناخت باقی رہتی ہے

یہ بات درست ہے کہ مفتی صادق کے مطابق اس کمرے کو صاف کیا گیا، دھویا گیا اور اس پر فرش کیا گیا۔مگر ناقدین یہ سوال اٹھاتے ہیں کہ صفائی سے استعمال کی سابقہ شناخت مٹ نہیں جاتی۔جس جگہ کو خود راوی "پاخانہ کے لئے استعمال ہونے والا کمرہ" قرار دے رہا ہو، اس کی علامتی حیثیت برقرار رہتی ہے۔اسی لیے ناقدین اسے محض ایک صاف کمرہ نہیں بلکہ پرانے استعمال کے ساتھ جڑی ہوئی جگہ کے طور پر دیکھتے ہیں۔

خلوت کی مدت اور اندر سے کنڈی: عادت کا پہلو

روایت کے مطابق مرزا قادیانی دوپہر کے وقت دو یا تین گھنٹے کے لیے اندر سے کنڈی لگا کر اسی کمرے میں بیٹھتا تھا۔ناقدین کے نزدیک یہ محض مختصر خلوت نہیں بلکہ ایک روزمرہ معمول کی طرف اشارہ کرتا ہے۔جب اس معمول کو اس کی طویل بیماری کثرتِ پیشاب، کثرتِ دست، ضعف کے بیانات کے ساتھ رکھا جائے تو یہ تاثر مضبوط ہوتا ہے کہ یہ خلوت جسمانی عوارض کے انتظام سے بھی جڑی ہوئی تھی، نہ کہ صرف روحانی مشغولیت سے۔

داخلی مصادر کی غیر ارادی شہادت

اہم بات یہ ہے کہ یہ بیان کسی مخالف یا ناقد کی کتاب سے نہیں بلکہ قادیانی مفتی صادق کی اپنی تحریر سے لیا گیا ہے، جو مداحانہ انداز میں واقعہ بیان کر رہا ہے۔ ناقدین کے نزدیک یہی اس روایت کی سب سے بڑی اہمیت ہے کہ اندرونی مصادر غیر ارادی طور پر ایسے حقائق محفوظ کر لیتے ہیں جو بعد میں تنقیدی مطالعے میں مختلف معنی اختیار کر لیتے ہیں۔

سوانحی بیانیہ اور انجام کا ربط

جب "ذکرِ حبیب" کے اس بیان کو سیرت المہدی میں مذکور آخری بیماری چارپائی کے قریب رفعِ حاجت کا انتظام، شدید ضعف، اور اسہالی موت کے ساتھ جوڑا جائے تو ایک مسلسل بیانیہ سامنے آتا ہے۔ ناقدین کے نزدیک یہ تسلسل اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ لٹرین یا رفعِ حاجت سے جڑی ہوئی جگہیں مرزا قادیانی کی زندگی کے مختلف مراحل میں نمایاں رہیں، حتیٰ کہ وفات کے آخری لمحات تک۔

تنقیدی خلاصہ

تنقیدی مطالعے کے مطابق:

☆ "خلوت" کے لیے منتخب کی گئی جگہ اپنی سابقہ شناخت میں رفعِ حاجت سے جڑی ہوئی تھی۔

☆ یہ انتخاب ایک وقتی اتفاق نہیں بلکہ روزمرہ معمول کے طور پر بیان ہوا ہے۔

☆ یہ بیان اندرونی قادیانی ماخذ سے ہے۔

☆ اور یہ سب کچھ اس مجموعی تصویر سے ہم آہنگ ہے جو مرزا قادیانی کی دائمی بیماری اور انجام کے حوالے سے سامنے آتی ہے۔

کٹواتے اور سر اور ڈاڑھی پر حجّام سے مہندی لگواتے - مہندی کے سبب سے آپ کے بال سُرخ رہتے تھے لیکن آخری سالوں میں حضرت میر حامد شاہ صاحب سیالکوٹی نے ایک نسخہ تیار کیا تھا کہ اس کو مہندی میں ملا لیا جائے تو نزلہ اور زکام کا خوف نہیں رہتا تھا - لیکن اس نسخہ میں ساتھ ہی یہ خاصیّت بھی تھی کہ اِس سے بالوں میں سیاہی آ جاتی تھی - اِس واسطے آخری سالوں میں حضورؑ کے بال سیاہ ہی نظر آتے تھے -

حضورؑ کی عادت تھی کہ ہمیشہ گھر سے باہر عصاء اپنے ہاتھ میں رکھتے تھے اور جب کبھی سفر میں یا سیر پر یا نماز جمعہ کے لئے جامعہ مسجد کو تشریف لے جاتے تو عصاء ضرور آپ کے ہاتھ میں ہوتا -

خلوت

حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی عادت تھی کہ دِن میں کسی ایک وقت ایک یا دو گھنٹہ کے واسطے سب سے بالکل علیحدہ ہو جاتے تھے - گورداسپور میں جس مکان میں ہم سب منزل کئے ہوئے تھے اُس کی زمین کی منزل پر دروازہ سے داخل ہوتے ہوئے بائیں طرف ایک چھوٹا سا کمرہ تھا جو پاخانہ کے لئے استعمال ہوتا تھا مگر پاخانہ کے واسطے کوٹھے کے اُوپر اور جگہیں بھی تھیں - پس اس نیچے والے کمرے کو حضورؑ نے صاف کرایا - اُسے خوب دھویا گیا اور اُس پر فرش کیا گیا اور دوپہر کے وقت دو یا تین گھنٹے کے قریب حضورؑ بالکل علیحدہ اندر سے کُنڈی لگا کر اس میں بیٹھے رہتے تھے -

نظم سُنتے

اگر کوئی دوست اپنی کوئی نظم یا تصنیف سُنانا چاہتے تو مجلس میں سُن لیتے تھے - نظم میں اگر کچھ خامیاں یا غلطیاں ہوتیں تو کچھ گرفت نہ کرتے تھے - ایک دفعہ ایک احمدی عبدالرحمٰن نام فرید آبادی نے اپنی نظم سُنائی جس سے مجلس میں سب لوگ بہت ہنسے اور حضرت صاحبؑ بھی ہنستے رہے -

ضروراتِ شِعری

ڈاکٹر عبدالحکیم صاحب جو بعد میں مُرتد ہو گئے تھے اُنہوں نے ایک دفعہ اپنی ایک نظم سُنائی جو غلط تھی اور اس میں بیجا طور پر وزن پورا کرنے کے لئے بعض حروف پر تشدید کی گئی تھی - اِس پر حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ نے نفرت کا اظہار کیا تو حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے تبسّم کرتے ہوئے فرمایا مولوی صاحب کیا آپؓ نے یہ کبھی نہیں سُنا

ے ضروراتِ شِعری چو ضرّور شد   تشدّید حرُوف چرّا نباشد

جیب میں گڑ اور مٹی کے ڈھیلے

مرزا قادیانی کو چونکہ دن اور رات میں سو سو بار پیشاب آتا تھا تو مٹی کے ڈھیلوں کی استنجاء کے لیے ضرورت پیش آیا کرتی تھی جس کو پنجابی میں وٹوانی کہتے ہیں لہذا مرزا قادیانی جیب میں مٹی کے ڈھیلے رکھتا تھا اور چونکہ مرزا کو گڑ بھی پسند تھا تو دوسری جیب میں گڑ کے ڈھیلے رکھتا تھا کئی دفعہ ایسے ہوا کہ مرزا قادیانی وٹوانی کے لئے مٹی کے ڈھیلوں کی بجائے گڑ کے ڈھیلوں سے استنجاء کرتا رہا۔ پہلے یہ حوالہ ملاحظہ فرمائیں:

> آپ کو شیرینی سے بہت پیار تھا اور مرض بول بھی عرصہ سے آپ کو لگی ہوئی تھی۔ اس زمانہ میں آپ مٹی کے ڈھیلے بعض وقت جیب میں ہی رکھتے تھے اور اسی جیب میں گڑ کے ڈھیلے بھی رکھ لیا کرتے تھے۔

(مسیح موعود کے مختصر حالات ملحقہ براہین احمدیہ صفحہ 67 مرتبہ معراج الدین عمر قادیانی)

مرتب معراج الدین عمر قادیانی کی کتاب "مسیح موعود کے مختصر حالات" میں جو بیان نقل ہوا ہے، وہ مرزا قادیانی کی ایک ایسی روزمرہ عادت کو ظاہر کرتا ہے جو محض ذوقِ خوراک تک محدود نہیں رہتی بلکہ جسمانی ضرورت اور بیماری کے پس منظر میں معنی اختیار کر لیتی ہے۔ عبارت کے مطابق ایک ہی زمانے میں جیب میں مٹی کے ڈھیلے اور گڑ کے ڈھیلے رکھے جاتے تھے۔ ناقدین کے نزدیک یہاں اصل سوال چیزوں کی موجودگی کا نہیں بلکہ وجہِ موجودگی اور سیاق کا ہے۔ سابقہ حوالہ جات میں مرزا قادیانی خود کثرتِ پیشاب اور کثرتِ دست کا اعتراف کرتا رہا ہے۔ اسی تناظر میں جیب میں مٹی کے ڈھیلے رکھنے کا ذکر ناقدین کے نزدیک غیر معمولی نہیں بلکہ مرض کے ساتھ مربوط دکھائی دیتا ہے۔ جب کسی شخص کو دن میں بار بار رفعِ حاجت پیش آئے تو اس کے ساتھ فوری استنجاء کے انتظامات رکھنا ایک عملی ضرورت بن جاتا ہے، اور یہی نکتہ اس روایت کو محض عادت سے بڑھا کر مرض کی علامت بنا دیتا ہے۔

چاہتی تھی کہ آپ نوکری پر ڈٹے رہیں اور خوب استغراق سے کام کر کے کوئی بڑا معزز عہدہ حاصل کریں لیکن محبت اس بات پر نہ دیتی تھی کہ کچھ بھی ہو ہم اپنے ایسے لخت جگر کا آنکھوں سے دور رہنا برداشت نہیں کر سکتے۔ اس بحث میں محبت غالب آئی۔ اور تقاضا کیا کہ آپ نوکری چھوڑ کر گھر پر پہنچ جائیں۔ اس حکم کو بھی آپ نے بسر و چشم قبول فرمایا اور فوراً استعفا دیکر ملازمت سے سبکدوشی حاصل کر لی اور گھر پہنچ گئے۔ اگرچہ خدا خدا کر کے آپکو ملازمت وغیرہ کے دھندوں سے مخلصی ہوئی تھی اور خیال تھا کہ اب آپکو خلوت اور فراغت میسر آجائے گی لیکن قادیان پہنچتے ہی والد صاحب نے بدستور آپکو زمینداری کے کاموں میں مصروف کر دیا۔ مگر اس جگہ آپ اپنے کام کے لیے بہت وقت نکال لیتے۔ اور اکثر قرآن شریف کے تدبر اور تفسیروں اور حدیثوں کے دیکھنے میں مشغول رہتے اور بسا اوقات والد صاحب کو بھی وہ کتابیں سنایا کرتے تھے۔ میرزا غلام مرتضے صاحب کا تکیہ کلام ہے یا کہنا یعنے (یہ بات کہنا) تھا۔ انہوں نے آپ کی کاروبار دنیا سے نفرت اور تقوے و تزکیہ میں کوشش کی شدت اور مطالعہ و توغل کتب میں مشغولیت اور محویت دیکھ کر یہ سمجھ لیا تھا کہ آپ دنیا کے کسی کام کے لائق نہیں۔ اور اکثر دوستوں کے آگے یہی بات پیش کیا کرتے کہ مجھے تو غلام احمد کا فکر ہے کہ یہ کہاں سے کھائیگا اور اسکی عمر کس طرح کٹے گی۔ بلکہ بعض دوستوں کو یہ بھی کہا کرتے تھے کہ آپ ہی اسکو سمجھاؤ کہ وہ اس استغراق کو چھوڑ کر کمانے کے دھندے میں لگے۔ اگر کبھی اتفاق سے ان سے کوئی دریافت کرتا کہ مرزا غلام احمد کہاں ہیں؟ تو وہ یہ جواب دیتے کہ مسجد میں جا کر سقادہ کی ٹوٹنی میں تلاش کرو۔ اگر وہاں نہ ملے تو مایوس ہو کر واپس مت آنا۔ مسجد کے اندر چلے جانا اور وہاں کسی گوشہ میں تلاش کرنا اگر وہاں بھی نہ ملے تو پھر بھی ناامید ہو کر لوٹ مت آنا کسی صف میں دیکھنا کہ کوئی اسکو لپیٹ کر کھڑا کر گیا ہوگا۔ کیونکہ وہ تو زندگی میں مرا ہوا ہے۔ اور اگر کوئی اسے صف میں لپیٹ دے تو وہ آگے سے حرکت بھی نہیں کریگا۔ آپ کو شیرینی سے بہت پیار ہے اور مرض بول بھی عرصہ سے آپکو لگی ہوئی ہے اس زمانہ میں آپ مٹی کے ڈھیلے بعض وقت جیب میں ہی رکھتے تھے اور اسی جیب میں گڑ کے ڈھیلے بھی رکھ لیا کرتے تھے۔ اسی قسم کی اور بہت سی باتیں ہیں جو اس بات پر شاہد ناطق ہیں کہ آپ کو اپنے یار ازل کی محبت میں ایسی محویت تھی کہ جسکے باعث سے اس دنیا سے بالکل بے خبر ہو رہے تھے۔

دراصل والد کی زندگی بھی آپکے لیے ایک مکتب تھی۔ وہ اپنی زندگی سے اسقدر حسرت اور ندامت ظاہر کیا کرتے تھے کہ سن کر رونا آتا تھا۔ بارہا کہا کرتے تھے کہ میں نے جسقدر اس پلید دنیا کے لیے سعی کی ہے اگر میں وہ سعی دین کے لیے کرتا تو شاید آج قطب یا غوث وقت ہوتا۔ اور اکثر یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔ ؎ عمر بگذشت و نماند است جز ایامے چند ٭ بہ کہ در یاد کسے صبح کنم شامے چند کسی دفعہ آپ اپنا بنایا ہوا یہ شعر رقت کے ساتھ پڑھا کرتے تھے ؎ آب دیدہ عشاق و خاکپائے کسے ٭ مرا دلے ست کہ در خون تپد بجائے کسے ایکدفعہ انہوں نے خواب بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلعم کو دیکھا کہ بڑی شان کے ساتھ میرے مکان کی طرف چلے آتے ہیں جیسا کہ ایک عظیم الشان بادشاہ آتا ہے۔ تو میں اسوقت آپکی طرف پیشوائی کے لئے دوڑا۔ جب قریب پہنچا تو میں نے خیال کیا کہ کچھ نذر پیش کرنی چاہیئے یہ کہکر جیب میں ہاتھ ڈالا۔ جس میں صرف ایک روپیہ تھا۔ اور جب غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہ بھی کھوٹا ہے یہ دیکھ کر میں چشم پر آب ہو گیا!

مصنف کی دیگر کتب

- قادیانی کلمہ
- 200 جھوٹ
- قادیانی کذاب
- ضعیف احادیث
- قادیانی توحید
- معراج جسمانی
- مرزا چوہڑہ
- رسائل ختمِ نبوت
- عقیدہ ختمِ نبوت
- عقیدہ حیاتِ مسیح علیہ السلام
- قادیانی کرتوتیں
- عقیدہ اجرائے نبوت

مکتبہ ختم نبوت فورم

گوجرانوالہ 03247448814